مزاحیہ ناول

شوکت تھانوی

قیمت

مجلد

پانچ روپیہ

ناشر

نسیم انہونوی

نسیم بک ڈپو۔ لاٹوش روڈ لکھنؤ

ٹیلیفون } آفس ۲۴۵۵۹
رہائش ۲۵۳۳۴

باہتمام عزیز الرحمٰن شاہی پریس لکھنؤ میں چھپکر شائع ہوئی

جون سنہ ۱۹۷۶ء

اُس

سفید بال کے نام

جو میری بائیں کنپٹی پر نمودار ہوا ہے اور جس نے
زندگی کو سنجیدگی کے روپ میں پیش کرنا شروع کر دیا ہے

(۱)

ولایت میں ہندوستانی طالب علموں کے لیے کچھ نہیں ہوتا اندھیرے سے
روشنی میں پہونچ کر آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ گھٹی میں ملی ہوئی عادتیں چھوڑ کر ایک دم
ایسے ولایتی بن جاتے ہیں گویا پشتوں سے یورپین چلے آرہے ہیں اور جب دو تین
سال کے بعد ہندوستان واپس آتے ہیں تو ان کا ہر تیور پکار پکار کر یہی کہتا ہے
کہ وہ گھبرا کر غریب الوطن ہوئے ہیں یہاں کی ایک ایک بات سے الجھتے ہیں۔
معاشرت پر ناک اور بھوں کی کمانی خراب ہوجاتی ہے۔ تمدن پر شرم آتی ہے اخلاق پر
رونے کو دل چاہتا ہے۔ حد یہ ہے کہ اپنے عزیزوں کو عزیز کہتے اور سمجھتے ہوئے
روح پر وہ صدمہ گزرتا ہے کہ خودکشی کو دل چاہتا ہے۔ ولایت سے وہ
بہت سی چیزیں لاتے ہیں۔ نئی نئی وضع کے سوٹ۔ سوٹ پہننے والوں کی نئی نئی
عادتیں۔ منہ ٹیڑھا کر کے سگریٹ پینے کا طریقہ بدل بدل کر پائپ پینے کے نسخے۔ منہ
بنا کر باتیں کرنے کے آداب چھوٹی بڑی سنجھلی اور منجھلی حاضری کے مقررہ اوقات
برک فاسٹ۔ لنچ اور ڈنر کے منظم اصول۔ مختصر یہ کہ سب کچھ حالات تغیر ہوجاتے
ہیں اور وہاں سے ہر قسم کی اشیا لاتے ہیں مگر ولایت سے جو چیز نہیں لاسکتے وہ جز یہ ہی
اگر ہندوستانی طالب علم ولایت سے واپسی پر ایک جوڑا ڈالڈین۔ چند دوسرے
قریبی رشتہ دار یعنی ایک مختصر سا ولائتی خاندان بھی لاسکتے تو ہندوستان پہونچ کر
ان کی زندگی اتنی تلخ نہ ہوتی۔ جتنی اب ہوجایا کرتی ہے۔ ان کا دل چاہتا ہے کہ باپ
کو ڈیڈی کہیں مگر اس باپ کو کیونکر ڈیڈی کہہ سکتے ہیں جو بڑی سی داڑھی رکھے ہوئے

کرتا پائجامہ پہنے حقہ پیتا ہے اور وہ بھی چارپائی پر بیٹھ گیا۔ پھر نہایت بدتمیزی کے
ساتھ پان کھاتا ہے۔ ایسے باپ کو ڈیڈی تو ڈیڈی اسے پوچھئے تو باپ تک کہنے کو
دل نہیں چاہتا۔ انکا دل چاہتا ہے کہ کسی کو ممی کہیں مگر جس کو ممی کہنا چاہیے اسکا
نقشہ یہ دیکھتے ہیں کہ تخت پر دوپٹہ اوڑھے بیٹھی ہے سامنے بڑا سا پاندان رکھا ہے ہاتھ
میں سروتہ ہے۔ اور ڈلی کاٹ رہی ہے یا باپ کھانا کھا رہا ہے اور وہ مکھیاں جھل رہی
ہے۔ ایسی عورت کو ممی کہہ کر یہ واقعہ یاد آجاتا ہے کہ اسی عورت کے پیٹ میں نو مہینے
ٹھہرے رہے تھے اور پھر اسی عورت کا دودھ پی کر اتنے بڑے ہوئے ہیں تو خود اپنی ذات سے
نفرت ہونے لگتی۔ کاش اس کا رنگ سرخ و سفید ہوتا۔ بڑھاپے کی وجہ سے چہرہ پر
جھریاں ضرور ہوتیں مگر ایسی گویا گلابی رنگ کی ساٹن میں شکنیں پڑ گئی ہیں۔
سونے کی کمانی کی عینک لگائے، جھولنے والی کرسی پر بیٹھی تیلیوں سے سویٹر بن رہی
ہوتی ایک طرف ادب سے ڈیڈی بیٹھے اخبار سنا رہے ہوتے دوسری طرف ٹام بیٹھا
زبان نکال نکال کر ہانپ رہا ہوتا۔ ایسی بزرگ خاتون کو ممی کہنا اچھا بھی لگتا اور ممی کہہ کر
اس خیال سے روح میں بالیدگی بھی پیدا ہوتی کہ یہی محترم خاتون ہم کو پیدا کرنے کے لیے
اسپتال گئی تھیں اور اسی کے ذریعہ پیدا ہو کر ہم ایک برق وش نرس کی گود میں آئے
تھے۔ مگر ان ہندوستانی کالی کلوٹی بڑی بی کو دیکھ کر ممی کہنے کو دل کیسے چاہ سکتا۔ ان کو
دیکھ دیکھ کر تو یہی خیال ہوتا ہے کہ ان ہی کا دودھ پی کر کالے ہوتے ہیں ان کا دودھ
یقیناً سفید ہوتا ہوگا۔ ایسی کالی عورت کا دودھ روشنائی سے بھلا کیا کم ہوتا ہوگا۔
جب آدمی باپ کو باپ اور ماں کو ماں کہتے ہوئے گھبرائے تو انکا دل گھر میں کیونکر
لگ سکتا تھا اور جب گھر والے ہی اپنے مطلب کے نہ ہوئے تو گھر کیونکر اپنے مطلب کا
بن سکتا ہے۔ نہ اپنی مرضی کا غسلخانہ نہ اپنے ڈھب کا ڈرائنگ روم نہ اسٹڈی، نہ
ڈائننگ روم۔ نہ سلیپنگ روم کمرے اگر کافی بھی ہیں تو بدتمیزی کے ساتھ انکو کباڑخانہ

بنا دیا گیا ہے جہاں سوتے ہیں وہیں کپڑے بھی پہن لیتے ہیں۔ کھانا بھی کھا لیتے ہیں اور
بس چلے تو غسلخانہ کا کام بھی اسی کمرے سے لیں۔ ایک مہذب آدمی کیلئے اس قسم کے گھر
جہنم سے کیا کم ہوتے ہیں۔

تقریباً ان ہی تمام الجھنوں میں جمال بھی تھا۔ ولایت سے آئے ایک مہینہ ہو چکا تھا اور
اسکو اب تک یہی محسوس ہو رہا تھا کہ گویا اپنے کسی تاریخی دورے کے سلسلہ میں دنیا کے کسی
ایسے غیر مہذب گوشہ میں پہونچ گیا ہے جہاں ہر طرف وحشی ہی وحشی نظر آتے ہیں۔ اس عرصہ میں اپنی
دلبستگی کے لئے وہ ایک کلب کا ممبر بھی بن چکا تھا۔ اپنے لئے مکان کے ایک حصہ کو مخصوص کر کے تھوڑا بہت
رہنے کے قابل بھی بنا لیا تھا۔ گھر والوں کو کمیشن کرا کے کھانے کے اوقات اور اپنے دوسرے پروگرام
کا کچھ کچھ عادی بنا دیا تھا مگر ان تمام باتوں کے باوجود جو اطمینان آکسفورڈ اور برلن میں حاصل
تھا وہ یہاں میسر نہ تھا بلکہ یہاں تو ہر وقت وہ یہ باتیں دیکھ دیکھ کر کڑھا کرتا اس کے
تمام گھر والے کس قدر تاریکی میں تھے والدہ کو برج سے کوئی شوق نہ تھا۔ والد صاحب ٹائی
کی گرہ تک لگانا نہ جانتے تھے۔ نہ کوئی بات کرنے کے قابل تھا۔ نہ کسی کے ساتھ کھانا کھانے
کو دل چاہتا تھا۔ میز پر کھانے کا رواج تو تھا مگر اس بدتمیزی کے ساتھ کہ اس سے تو وہی دسترخوان والا
وحشیانہ طریقہ اچھا تھا۔ چراغ میں بتی پڑی تو گھر قبرستان بن گیا سب سو گئے صبح مرغ نے اذان دی اور
ان سب نے سمجھا کہ یہ بھی مرغے ہیں۔ نہ سونے میں آدمیت نہ جاگنے میں انسانیت جمال کو اسی میں
عافیت نظر آئی کہ سب سے الگ تھلگ اپنے ایک بیرے اور ایک خانساماں کے ساتھ رہے۔
کلب کے ممبروں سے رشتہ داری کے ارمان پورے کرے اور سیٹی بجا بجا کر انگریزی شاعروں کا
کلام گائے اور اپنا وقت گزارے۔

اور تو اور اسے سب سے زیادہ تکلیف ہوتی تھی نجمہ کو دیکھ کر اس کی چچازاد بہن۔ ہندوستان
میں پیدا ہونے کے باوجود حسین و جمیل ایسی حسین و جمیل کہ ولایت جانے کے وقت نجمہ ہی کی
وجہ سے اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ گویا اسکی روح اس سے جدا ہو رہی ہے اور ولایت میں

بھی نجمہ کا خیال اُسے اس حد تک رہا کہ ولایت سے بیوی نہ لایا۔ اس نے ولایت میں بھی ہمیشہ نجمہ کے متعلق یہی سوچا کہ ہر چند کہ نجمہ ہندوستانی لڑکی ہے مگر اس میں اس بات کی صلاحیت ہے کہ وہ اپنے رنگ میں رنگی جا سکتی ہے وہ جب کبھی کسی ولایتی بیتری کو کسی دلفریب لباس میں دیکھتا تو تصور ہی میں وہی لباس پہنا کر نجمہ کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ بالوں میں کوئی دلکش وضع نظر آئی اور آنکھ بند کر کے اس نے نجمہ کو ان ہی بالوں میں دیکھ لیا۔ بال روم میں کسی دوشیزہ کو رقص کی کوئی جنبش اسے پسند آئی اور اس نے عالم تصور میں نجمہ کو اسی طرح تھرکا لیا۔ مختصر یہ کہ صرف نجمہ ایسی ساحرہ تھی جس کے جادو کا اثر ولایت میں بھی جمال پر رہا مگر ہندوستان آکر اور نجمہ کو پھر ہندوستانی ہی دیکھ کر اس کا دل کچھ بجھ سا گیا۔ نجمہ کی محبت میں وہی گرمی ابتک تھی نجمہ کا حسن اب اور بھی زیادہ مکمل ہو گیا تھا۔ اسکی آنکھیں کچھ اور شرابی ہو گئی تھیں۔ اس کے بال اس عرصہ میں کچھ اور دراز ہو گئے تھے۔ اس کا رنگ کچھ اور نکھر آیا تھا اور اس کی گفتگو میں کچھ اور کھنک پیدا ہو گئی تھی تعلیم بھی پہلے سے زیادہ تھی۔ جب جمال ولایت جا رہا تھا تو وہ انٹرنس کا امتحان دینے والی تھی اور اب بی۔اے میں فیل ہو کر تعلیم چھوڑ چکی تھی۔ گریجویٹ نہ سہی مگر انڈر گریجویٹ ہونا بھی کیا کم تھا۔ یہ سب کچھ تھا مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ اسکی ہندوستانیت بھی ترقی کر گئی تھی اور جمال کو کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نجمہ مشکل ہی سے اس کے کام کی ہو سکے گی۔

(۲)

نجمہ میں بہت سے "عیب" تھے اور مصیبت یہ تھی کہ وہ ان تمام عیبوں کو ہنر سمجھنے لگی تھی مثلاً وہ نماز پڑھتی تھی۔ نہایت شدت پسندی کے ساتھ ضروری کام چھوڑ کر دن میں ایک دو مرتبہ بھی نہیں پانچ مرتبہ نماز پڑھنے والی لڑکی اچھی خاصی ولی اللہ بن چکی تھی۔ اب آپ ہی بتائیے کہ جو لڑکی دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنے کیلئے وضو کرے۔ اسکے چہرے پر پاؤڈر اور غازہ۔ لپ اسٹک اور کریم وغیرہ کیوں کر قائم رہ سکتی ہے۔ جو نماز کی اس حد تک پابند ہو

وہ ایک مہذب سوسائٹی کی "بٹر فلائی" تو نہیں البتہ مضحکہ ضرور بن گئی تھی۔ جو وقت شریف
لیڈیز کے ڈانس کا ہوتا ہے اس وقت وہ گنوار لڑکی عشا کی نماز پڑھا کرتی تھی ٹینس کے وقت
عصر اور مغرب کی نماز ادا ہوتی تھی۔ عین لنچ کے وقت ظہر کی نماز پڑھا کرتی تھی اور ایک نماز ہی
پر کیا ہے اس نے ایسی ایسی بہت سی باتوں میں اپنی عمر کا یہ بہترین حصہ برباد کر رکھا تھا
جمال ولایت میں سوچا کرتا تھا کہ نجمہ نے اسکی عدم موجودگی میں ڈانس کے تمام سبق لے
لیے ہوں گے اسکیٹنگ سیکھ لی ہوگی۔ بیڈمنٹن تو خیر وہ کھیل لیتی تھی ٹینس میں بھی اس کی
اچھی خاصی مشق ہو گئی ہو گی مگر یہاں آ کر اس نے بیڈمنٹن بھی غائب دیکھا۔ شروع شروع
میں تو یہ سمجھا کہ نجمہ جان بوجھ کر اسکو ستا رہی ہے یہ سب ایکٹنگ ہے جب خوب اچھی طرح
پریشان کر لے گی تو ایکدم نقرئی اور طلائی قہقہوں کی کھنک کے ساتھ ٹینس لان پر بجلی
کی طرح کوند جائے گی۔ بال روم میں بارش کی طرح برس پڑے گی اور پیانو پر بیٹھ کر ایکدم
ان کی گونگی فضاؤں کو نغموں سے بھر دے گی مگر رفتہ رفتہ اسکو یقین ہو گیا کہ یہ اداکاری نہیں بلکہ
اصلیت ہے اس کا دل مفلوج ہو کر رہ گیا۔ اس کی تمام امیدیں شمع کی لو کی طرح تھرتھرائیں
اور بجھ بجھ گئیں مگر اس تاریکی میں بھی اس کو روشنی کی طرف یہ جھلک نظر آئی تھی کہ اب بھی
نجمہ کو ان گمراہیوں سے بچا کر "راہ راست" پر لایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ نجمہ کو برابر
بیدار کرنے۔ ہشیار ہونے اور اس اندھیرے سے روشنی میں آنے کی دعوت
دیتا رہا۔

آج بھی جس وقت جمال اپنے پائپ کا دھواں اڑاتا ہوا اپنے چچا مولوی عبدالصمد صاحب
کے یہاں پہونچا مولوی صاحب تو آرام کرسی پر لیٹے ہوئے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے ظاہر ہے
کہ یہ کتاب شکسپیر کے ڈراموں کا مجموعہ نہ ہوگی بلکہ ہوگی کوئی اتحاد فی الاسلام" یا
تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء" کے قسم کی کوئی کتاب اس سے زیادہ کی امید مولوی
صاحب کے ذوق سے ممکن ہی نہ تھی۔ ایسے چچا کے سامنے جمال ایسا تازہ ولایت بھتیجا

بھلا کیا عجیب ہوتا۔ ولایت جانے سے پہلے تو خیر چچا کے سامنے پان تک کھانے کی ہمت نہ پڑتی تھی مگر اب اُدھ پائپ کا دھواں اُڑاتا ہوا ان کے سامنے سے گزرا شہادے سے سلام کیا۔ نہ کہ "آداب عرض" یا "السلام علیکم" وغیرہ نہ کہنا پڑے چچا نے عینک سے اپنی نظر بلند کر کے بھتیجے کو دیکھا اور زیادتی سے خوش رہو۔ کہہ کر پھر کتاب پڑھنے لگے یہ نظر بھی غنیمت تھا مگر گھر میں آ کر جب اس نے نجمہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو دل پر ایک گھونسہ لگا بظاہر محض مسکرا کر رہ گیا۔ چچی نے فوراً کرسی منگا دی اور بھتیجے کرسی پر بیٹھ کر پائپ کے دھوئیں سے چھلے بناتے رہے اور ہنستے رہے آخر چچی نے پوچھا۔

"کیا بات ہے آج چپکے چپکے بہت ہنس رہے ہو"

جمال نے منہ ٹیڑھا کر کے عینک کی کمانی کو ناک پر درست کرتے ہوئے کہا "ہنس اس پر رہا ہوں کہ یہ آخر ہے کیا بکواس۔ نجمہ کا ارادہ یہ ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے مسجد بن جائے گی تو بھی آخر اس سے فائدہ" چچی نے دونوں رخساروں پر باری باری ہاتھ لگاتے ہوئے کہا "توبہ کرو بیٹا نماز روزے کا مذاق نہ اڑایا کرو اور جو جی چاہے کرو مگر مسلمان ہونا نہ بھولو"

جمال نے چچی کی اس جہالت پر ایک قہقہہ لگا کر کہا "اچھا تو گویا نماز نہ پڑھنے سے دماغ اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ آدمی اپنا مسلمان ہونا بھی بھول جائے مگر سوال تو یہ ہے کہ مسلمان بننا زیادہ ضروری ہے یا انسان بننا"

اس عرصہ میں نجمہ سلام پھیر چکی تھی اس نے اپنا دوپٹہ درست کرتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے پوچھیے بھائی جان انسان بننا بھی ضروری ہے اور مسلمان بننا بھی مگر جب تک مسلمان نہ بنا جائے انسان کو انسان بننا نہیں آ سکتا۔ مسلمان بننا ہی دراصل انسان بننا ہے۔ انسانیت کی مکمل تعلیم اسلام ہی سے حاصل ہو سکتی ہے"

جمال نے طنز سے کہا "راہ نجات کے کس صفحہ پر یہ بات لکھی ہے؟"

نجمہ نے شرارت سے کہا "اسی صفحہ پر جو آپ ولایت میں لکھوا آئے ہیں"

جمال نے ہنستے ہوئے کہا "گڈ گڈ بہت اچھی بات کہی۔ تمہاری ذہانت باوجود نماز پڑھنے کے اب تک قائم ہے۔ اسی لیئے تو مجھے حیرت ہوتی ہے کہ تمہاری ایسی طباع لڑکی جس کو نہ جانے کیا ہونا چاہیئے تھا کیا بن کر رہ گئی ہے۔ تمہارے اوپر نماز بالکل اچھی نہیں لگتی"

نجمہ نے ترکی بہ ترکی کہا "عجیب اتفاق ہے کہ مجھے آپ کے منھ سے یہ باتیں نہیں اچھی لگتیں"

جمال نے بجھے ہوئے پائپ کو دیا سلائی سے کرید کر سلگاتے ہوئے کہا "مذہبی بحث اور مذہبی مباحثہ کو تو فی الحال چھوڑو آرٹ کے نقطہ نظر سے میں تم کو ایک موٹی سی بات بتاتا ہوں کہ نماز پڑھتی ہوئی عورت خواہ وہ کیسی ہی حسین و جمیل اور کیسی ہی جوان و رعنا کیوں نہ ہو کبھی حسین اور جوان نظر نہیں آسکتی"

نجمہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا "تو بھائی جان یہ نماز کا تو نہیں نظر کا قصور ہوا"

جمال نے مسکراتے ہوئے کہا "مذہبی آدمیوں کی طرح دخل در معقولات نہ کرو بلکہ پہلے پوری بات سن لو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ نماز دراصل وجوانی اور جوانی کے لیے بنی ہی نہیں ہے۔ ایک لڑکی جس وقت دوپٹہ کا دوہرا آنچل سر پر ڈال کر چہرہ کو کانوں کے آگے تک چھپا کر دوپٹہ کے اندر چھپے ہوئے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کھڑی ہوتی ہے تو اچھی خاصی نانی اماں معلوم ہوتی ہے ایک شوہر جب اپنی بیوی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتا ہے تو اسکو بمشکل یقین آسکتا ہے کہ یہ بزرگ اس کی بیوی ہیں۔

نجمہ نے جل کر نہایت معنی خیز انداز سے کہا "اگر خدا نخواستہ شادی کے وقت تک آپ کی یہی رائے رہے تو پہلے تحقیق کر لیجئے گا کہ بیوی نمازن تو نہیں ہیں"

جمال نے اس چوٹ کو فوراً محسوس کرتے ہوئے کہا "نہیں خیر میری بیوی کو تو

خود ہی یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ وہ شوہر سے لو لگائے یا خدا سے۔"

نجمہ کی والدہ نے یکایک آکر اس دلچسپ بحث کو ختم کر دیا اور چائے کیلئے دونوں کو اُٹھنے کو کہا۔ نجمہ اس آخری جملہ پر بہت جھلبلائی ہوئی تھی۔ آخر اس نے اٹھتے ہی اٹھتے کہہ دیا۔ "شوہر سے لو لگانا بھی خدا کا ایک ہی حکم ہے مگر شوہر یقیناً خدا سے زیادہ تو نہیں ہو سکتا۔ مجازی اور حقیقی کا بہت بڑا فرق موجود ہے۔"

جمال نے چلتے چلتے کہا: "اچھا اچھا مولانا اس وعظ کو ختم کیجیے اگر یہ بحث گرم رہی تو چائے ٹھنڈی ہو جائے گی۔ اور ہاں چائے پر یاد آیا کل آپ کو میرے یہاں چائے پر آنا ہے میری دو انگریز دوست بھی ہوں گی۔"

(۳)

نجمہ اور جمال کی باقاعدہ نسبت تو نہیں ہوئی تھی مگر یہ دونوں کو معلوم تھا کہ ان کے والدین کا یہی ارادہ ہے اور اپنے والدین کے اس ارادے کو دونوں ہی پسند کرتے تھے۔ ولایت جانے سے پہلے جمال تو یہ چاہتا تھا کہ نجمہ کے ساتھ عقد ہو جائے اسکے بعد وہ جائے اس لیے کہ نجمہ کے لیے اور بہت سے زور لگ رہے تھے۔ خود نجمہ کی والدہ چاہتی تھیں کہ ان کی بہن کے لڑکے شرف سے نجمہ کی نسبت ہو جائے مگر مصیبت یہ ہوئی کہ جس سال نجمہ نے انٹرنس کا امتحان پاس کیا ہے اسی سال شرف اس امتحان میں فیل ہو گیا اور یہ ذکر ذرا کمزور پڑ گیا۔ خیر شرف کی والدہ تو اب بھی یہی کہتی رہیں کہ امتحانوں میں فیل اور پاس نہیں دیکھا جاتا بلکہ ایک تیر بہدف علاج یہ بھی تجویز کیا تھا کہ نجمہ کی تعلیم اب ختم کر دی جائے اور وہ شرف کو پڑھاتی رہیں گی چنانچہ وہ نجمہ سے آگے بڑھ جائے گا۔ مگر نجمہ کے والد نے اس تجویز کے ساتھ ہی اس نسبت سے بھی انکار کر دیا۔ شرف کے علاوہ ایک آدھ اور بھی عزیز تھے جو نجمہ کے لیے ادھار کھائے بیٹھے تھے مگر نجمہ کے والد کی طرف سے گویا ہر طرف انکار تھا۔ خود نجمہ نے حالانکہ کبھی کسی سے کہا نہیں تھا مگر اس کو

بچپن سارے جو وابستگی جمال کے ساتھ تھی وہ کسی سے نہ تھی ایک تو دونوں بچپن سے ساتھ
رہے ساتھ کھیلے، ساتھ کودے یہ اور بات ہے کہ ان دونوں میں کبھی وہ ناولوں والا
معاشقہ وہ اکیلے اکیلے کی چوریاں وہ گرم آنسو اور ٹھنڈی آہیں وہ عہد و پیماں کچھ نہ ہوئے
تھے مگر خاموشی تو سب سے زیادہ زبان دراز ہے اس کمبخت کی زبان کو کون روک سکتا
ہے چنانچہ اسی کے بدولت نجمہ اور جمال دونوں کو ایک دوسرے کے دل کا حال معلوم
تھا اور نجمہ کو سب سے زیادہ اطمینان اس بات سے تھا کہ جمال طبعاً نہایت شریف الخصائل
واقع ہوا تھا اس بات کا تو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ وہ ان جذبات میں کسی غیر شریفانہ
طریقہ پر بہکنے کی کوشش کرے گا اگر یہ اطمینان نہ ہوتا تو شاید نجمہ اس سے اتنی قریب نہ رہتی
البتہ اب ولایت سے واپس آنے کے بعد اس کو جمال میں بہت سی تبدیلیاں نظر آرہی
تھیں اور وہ بھی کبھی کبھی اس خیال سے بھی ڈر جاتی تھی کہ جمال نے دوسرے ہندوستانی خصوصیات
کے ساتھ کہیں اپنی وہ خصوصیات بھی نہ بھلا دی ہو جس کو ہندوستانی احتیاط اور ولایت
والے حماقت کہتے ہیں مگر اس ایک مہینہ میں جب سے کہ جمال واپس آیا تھا اس نے نجمہ
کے اس اندیشہ کا کوئی ثبوت نہ دیا جمال سے جو گرم بحث نماز کے سلسلہ میں ہوئی تھی اس سے
پہلے بھی پردے لباس، بال بنانے کے طریقے اور اسی قسم کے بہت سے مسائل پر تقریباً اسی
طرح بحث ہو چکی تھی اور نجمہ ہر مسئلہ پر بحث کو اکثر یہیں پر ختم کرتی تھی کہ جو عیوب آپ کو مجھ میں
نظر آرہے ہیں وہ اپنی بیوی میں پیدا ہونے دیجیے گا مگر جمال نے نماز والی بحث کے سلسلے
میں اس بات کا جو جواب دیا تھا وہ صرف مذاق ہی نہ تھا بلکہ نجمہ کے لیے بہت
زیادہ اہمیت رکھتا تھا اس کے دماغ میں جمال کا یہ جملہ گونج رہا تھا کہ "میری بیوی کو
تو خود ہی یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ وہ خدا سے لو لگائے یا شوہر سے" نجمہ یہ بات کسی سے
کہہ نہ سکتی تھی مگر دل ہی دل میں اس گتھی کو سلجھانے میں الجھی ہوئی تھی کہ اگر جمال سے شادی
ہو گئی تو کیا واقعی اس کو یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ وہ جمال سے لو لگائے یا خدا سے

کبھی تو وہ یہ سوچتی تھی کہ ابھی صاحب بہادر تازہ ولایت ہیں دماغ میں ولایت رچا ہوا ہے تھوڑے دنوں کے بعد یہ سارا جوش ٹھنڈا ہو جائے گا اور یہ ساری منھ زوری تشریف لے جائیگی مگر پھر وہ بہت سے دوسرے ولایت سے لوٹے ہوئے سرپھروں کو دیکھی تھی جن کا دماغ کبھی درست نہ ہوا یہ بھی اتفاق تھا کہ اس کے سامنے جتنی مثالیں تھی سب بری ہی تھیں ورنہ بہت سے ایسے اللہ کے بندے بھی ولایت جاتے ہیں جو کورے ہندوستانی مسلمان کے مسلمان واپس آجاتے ہیں۔

جمال سے اس کو محبت تھی بے پناہ اور بیساختہ محبت ایسی محبت جس کا کبھی لفظوں میں اظہار بھی نہ ہوا تھا مگر معلوم یہ ہوتا تھا کہ تھی بجھائی کبھی اسی محبت ہے مگر یہ محبت تو اس وقت کی تھی جب دونوں کے حالات ایک تھے مطمح نظر ایک تھا اور طبایع ایک تھے لیکن اب ولایت سے واپسی کے بعد جمال کچھ اور ہو چکا تھا اور اب دونوں کا اجتماع ضدین تھا نجمہ سے یہ کیونکہ ممکن تھا کہ وہ ان باتوں کو جو بقول جمال کے بکواس تھیں چھوڑ کر اس کے کلب کی زینت بنے اس کے ساتھ ٹینس لان پر کودے بال رزم میں جھکے ہوٹلوں میں ڈنر اور لنچ تناول کرے اور اگر یہ باتیں نہ کرے تو جمال کے لیے وہ بے معنی تھی اور پھر اس وابستگی کے معنی سوائے مستقل کشمکش مسلسل الجھن اور کبھی ختم نہ ہونے والی کوفت کے اور کچھ نہ تھے وہ یقیناً جمال کی زندگی تباہ کرنا نہیں چاہتی تھی اور وہ طرفہ کوفت کے بجائے وہ اس کے لیے تیار تھی کہ جو کچھ بھی گذرے اس پر گزر جائے اور جمال کی شادی کسی ایسی لڑکی سے ہو جائے جو اس کے ولائتی اشاروں پر اس تمام مذہبی بکواس سے علیحدہ رہ کر ناچ سکے اور جو آسانی سے یہ فیصلہ کر سکے کہ شوہر سے لو لگائے یا خدا سے یعنی ایسے شوہر سے جس کو خدا سے کوئی واسطہ نہ ہو۔

نجمہ اپنے اندیشوں میں شاید بہت دور نکل گئی تھی اس کو خود تھوڑی دیر کے بعد خیال آتا تھا کہ ابھی سے اتنی مایوسی کی کیا بات ہے ابھی تو جمال آیا ہے اس کو کچھ دن

ولایتی بن لینے دو وہ تمام صاحبیت کے ارمان نکل جائیں گے تو ممکن ہے کہ ردعمل بھی
شروع ہو جائے اور پھر جمال وہی جمال بن جائے جو ولایت جانے سے پہلے تھا اس نے
ایک آدھ مرتبہ یہ بھی چاہا کہ شرم و حیا کو طاق پر رکھ کر جمال سے صاف صاف کہہ دے کہ
میری اور تمھاری دنیا اب ایک نہیں رہی ہے تم تو شاید اب بھی میرے قابل ہو سکتے ہو مگر
میں یقیناً تمھارے قابل نہیں ہوں لیکن اس خیال کے ساتھ ہی ساتھ اس کو پسینہ بھی آگیا
کہ یہ بات مجھ سے کیسے ہو سکتی ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ جمال بیچارے نے کبھی یہ بات
اپنی زبان سے نہیں کہی کہ وہ محبت کرتا ہے یا شادی کرنا چاہتا ہے اسکی آنکھوں نے یہ
ضرور کہی تھی اس کے علاوہ اس نے اپنی بہن تارا کے اصرار پر بھی ایک مرتبہ یہ کہہ دیا
تھا کہ نجمہ کے ہوتے ہوئے آخر میرے لیے دوسری لڑکیوں کے متعلق کیوں غور کیا جا رہا ہے
اور یہ بات نجمہ تک اس طرح پہونچی تھی کہ تارا اس کو بھابی جان بھابی جان کہہ کر چھیڑا کرتی
تھی اور تارا کے دیکھا دیکھی اس کی چند دوسری سہیلیوں کو بھی چھیڑنے کا یہ نسخہ ہاتھ آگیا
تھا۔ لڑکیوں کے پاس تو سوائے اس کے کوئی اور مذاق ہوتا ہی نہیں کہ وہ اپنی کسی سہیلی
کیساتھ کسی ممکن یا ناممکن لڑکے کا نام لے کر اس کو منکوحہ بنا دیں اور چھیڑا کریں اس مذاق کا عام طور پر
مقصد یہ ہوتا ہے کہ تم بھی ہمارے منگیتر یا کسی خوش رو جوان کا نام لے کر ہم کو چھیڑو تاکہ ہم
بظاہر شرمائیں اور دل ہی دل میں اس خیال سے خوش ہوں کہ اللہ نے ہم کو بھی اس قابل کیا
ہے۔ لیکن نجمہ نہ اس قسم کا مذاق کسی سے کرتی تھی نہ دوسروں کا یہ مذاق پسند کرتی تھی البتہ
جمال کے نام کے ساتھ اس کو یہ مذاق کچھ زیادہ ناگوار نہ تھا البتہ لفظ بھابی جان ہر
قبل از وقت ضرور معلوم ہوتا تھا بہر صورت وہ حیران تھی کہ جمال کی اس بدلی ہوئی کیفیت
کے بعد وہ اپنا طرز عمل کیا رکھے جمال کو کس طرح سمجھائے اور خود تو کسی طرح سمجھے۔

(۴)

جمال کے یہاں جانے پر جس وقت نجمہ پہونچی ہے تارا بیقراری کے ساتھ اس کا انتظار

کر رہی تھی۔ تارا کے علاوہ رضیہ اور ناہید بھی آئی ہوئی تھیں جو تارا اور نجمہ کی مشترک سہیلیاں تھیں۔ سب کی سب دوڑ کر اس سے لپٹ ہی تو گئیں یہاں تک کہ وہ بمشکل تمام ان سے پیچھا چھڑا کر چچی کے سلام کو جا سکی۔ ارجمند آرا یعنی جمال کی والدہ کو نجمہ سے محبت نہیں بلکہ عشق تھا اس کو دیکھ کر پھول کی طرح کھل جایا کرتی تھیں اور اس کی ایک ایک ادا پر اس بری طرح مٹی ہوئی تھیں کہ اکثر تارا سے کہا کرتی تھیں کہ اگر نجمہ کی پرچھائیں بھی پڑ جائے تو پاک ہو جائے اور اس بات سے تارا ہمیشہ برا مانا کرتی تھی حالانکہ نجمہ کو چاہتی وہ بہت تھی اس وقت بھی ارجمند آرا، نجمہ کو دیکھ کر گلے سے لگائے دیر تک دعائیں دیتی رہیں آخر تارا اس کو زبردستی چھین لائی اور ناہید کے سامنے پیش کر دیا۔

"لو یہ رہیں بیگم۔ ساس کے کلیجہ سے جو چمٹیں تو ہم سب کو بھلا دیا۔"

رضیہ ایک ہی بلا۔ نہایت سنجیدگی سے بولی "ہم لوگوں کو تو خیر اسی وقت سے بھلا رکھا ہے جس دن سے جمال بھائی آئے ہیں۔"

ناہید بھی کچھ کم نہیں ہیں چمک کر بولیں "تو کیوں نہ بھلا دیں جمال بھائی تو ماشاء اللہ بھوک پیاس بھلا دینے والی صورت بھی رکھتے ہیں تم کہو کہ اس ڈاکیے کے لیے بے رنگ مری جاتی ہو۔"

ناہید کی چوٹ سب سمجھ گئے کہ رضیہ کی شادی ایک پوسٹ ماسٹر سے طے ہو رہی تھی سب کو ہنسی آگئی مگر رضیہ بھلا چوکنے والی تھی اس کو بھی خبر مل چکی تھی کہ ناہید کی نسبت ایک کیپٹن کے ساتھ طے ہو چکی ہے لہٰذا وہ جھٹ بول اٹھی "لو اور سنو یہ رنگروٹ والی بھی بولی خبر بھی ہے کہ شادی کے بعد تو اعد کرا کر مار ڈالے گا تجھے۔"

تارا نے بیچ بچاؤ کے لیے کہا "تم لوگ تو آپس میں لڑ مریں میں تو سمجھی تھی کہ بھائی جان کی کچھ خبر لی جائیگی۔"

نجمہ نے بات ٹالنے کے لیے کہا "اچھا خیر یہ باتیں چھوڑو۔ یہ باہر لان پر جو انتظام

ہو رہا ہے چائے کا تو کیا ہم سب کو بھی وہیں چائے پینا پڑے گی۔"
رضیہ نے کہا "صرف یہی نہیں بلکہ ہوٹل کے بیرے بھی آئے ہیں وہی بلائیں گے چلو"
ناہید نے کہا "میں تو یہی بات تارا سے خدا جانے کتنی مرتبہ پوچھ چکی ہوں یہ کوئی جواب
ہی نہیں دیتی"
تارا نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا "بھئی اللہ میں کیا جانوں آخر بھائی جان باہر
سے آئے ہیں نہیں جو ان سے پوچھوں دیکھو میں ابھی بلواتی ہوں"
تارا نے بمشکل تمام جمال کو باہر سے بلوایا۔ رضیہ اور ناہید دونوں جمال کے سامنے آتی
تھیں۔ یہی آزادی کیا کم تھی مگر جمال تو شاید یہ سمجھے ہوئے تھے کہ پردے کا کوئی سوال ہی
نہیں ہے چنانچہ ان کے آتے ہی تارا نے یہ سوال اٹھایا تو وہ اس طرح حیران رہ گئے کہ
گویا یہ کوئی عجیب سوال ہے۔ پہلے تو کچھ سٹپٹائے ایک آدھ مرتبہ سیٹی بجا کر آسمان کی طرف
دیکھا پھر کلائی پر وقت دیکھ کر بولے۔
"مجھے دراصل بالکل خیال ہی نہ آیا کہ یہ سوال بھی اٹھ سکتا ہے اور اب یہ سوچتا ہوں کہ
کسی اور کا ذکر تو نہیں تو تارا کو بھی باہر چائے نہیں بلا سکتا ان کے والد صاحب (گویا آپ کے
والد نہیں) بھلا یہ کیونکر برداشت کر سکتے ہیں کہ کھلے ہوئے لان پر ان کی صاحبزادی لب پر دہ
بیٹھیں اور نامحرم بیرے سروس انجام دیں۔"
نجمہ نے کہا "مگر یہ بات آپ بھولے خوب تھے۔ خیر اب بھی یہ ہو سکتا ہے کہ تمام میزیں
بہشت والے لان پر بچھا دی جائیں۔"
جمال نے طنزاً کہا "اور بیروں کو ساریاں بندھوا دی جائیں۔"
نجمہ نے برجستہ کہا "یا ہم لوگ مونچھیں لگا لیں۔"
جمال نے اس ترکی بہ ترکی کا لطف لیئے بغیر پریشانی سے کہا "عجیب پرابلم ہے میزیں
تو خیر ہم وہ دار دالان پر جا سکتی ہیں مگر سروس کا کیا ہو گا؟"

نجمہ نے کہا "وہ ہم چاروں کے سپرد کیجیے اور اپنی مہمانوں کو باورچی خانہ دکھا کر کہہ دیجیے گا صاف صاف اللہ کے دیئے یہ بھی موجود ہیں آپ کی دعا ہے مگر پردے کی وجہ سے میری بہنیں ان کے سامنے نہیں آسکتیں لہٰذا وہ خود ہی چائے پلائیں گی۔

جمال نے پریشانی کے ساتھ کہا "مجھ پر بھی ہنسیں گی وہ اور تم سب پر بھی"

نجمہ نے فوراً کہا "ہنسنا تو اچھی بات ہے شکر کیجیے کہ رونے کی نوبت نہ آئے گی"

جمال کو یہ بات بری لگی مگر بہت مجبور ہی تھی کیا کرتا۔ جلدی جلدی تمام سامان پشت والے لان پر پہنچا دیا گیا اور یہ چاروں لڑکیاں مع اور خادماؤں کے میزوں کو سجانے میں مصروف ہو گئیں۔ جمال نے حیرت کے ساتھ یہ دیکھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے پورے سلیقہ کے ساتھ میزیں سجا دی تھیں مگر اب بھی وہ سروس کی طرف سے مطمئن نہ تھا اور ڈر رہا تھا کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے وقت مقررہ پر دونوں انگریز دوست مس ملیبل اور مس ڈیبل آپہونچیں جمال نے سب کا تعارف کرایا اور یہ بتایا کہ یہ دونوں تیتریاں آکسفورڈ میں انکی کالج فیلو رہ چکی ہیں اس کے بعد اس لجاجت اور شرمندگی کے ساتھ اس نے ان لڑکیوں کے پردے اور اس ہندوستانی "حماقت" پر ان سے معذرتوں کا سلسلہ جاری کیا کہ آخر خود مس ملیبل نے تنگ آکر کہہ دیا کہ آپ اس قدر شرمندہ کیوں ہو رہے ہیں میں اگر آپ کی جگہ ہوتی تو ایسی اچھی بہنوں اور ان کی ایسی اچھی سہیلیوں پر شرمندہ ہونے کی بجائے فخر کرتی"

مس ڈیبل نے کہا "مجھ کو تو کسی بے پردہ پارٹی میں ایسا لطف نہیں آیا جیسا اس پارٹی میں آرہا ہے ہندوستانی لڑکیاں تو واقعی بڑا آرٹ صرف کرتی ہیں"

مس ملیبل نے کہا "اور ہم لوگوں نے یہ آرٹ بیروں اور خانساماؤں کو مرتب کر مٹی میں ملا دیا ہے"

خدا خدا کر کے جمال کو اب اطمینان ہوا کہ اس کی مہمان خواتین نے انھیں مانا اور نام نہیں رکھا بلکہ وہ دونوں تو تارا اور نجمہ رضیہ اور ناہید سے مل کر ایسی خوش ہوئیں کہ جمال سے اپنی

دوستی کو فی الحال بھول ہی گئیں چائے نوشی کے بعد دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں ڈینیل تو رہ رہ کر اس بات پر حیرت کرتی تھی کہ نجمہ اور تارا کس قدر خوبصورت انگریزی بولتی ہیں اور ان کا لب و لہجہ اس قدر پاکیزہ کیوں کر ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ نجمہ ایک دم وہاں سے غائب ہو گئی پہلے تو کسی نے غور نہ کیا مگر تھوڑی سی دیر کے بعد جمال نے مس ڈینیل اور میبل سے کہا کہ آؤ تم کو ایک تماشہ دکھاؤں اور یہ کہہ کر سب کو اپنے ڈرائینگ روم میں لے آیا جہاں نجمہ مغرب کی نماز پڑھ رہی تھی مگر جمال کا یہ مذاق اس لیے تکمیل کو پہونچ سکا کہ مس میبل نے بجائے لطف لینے کے الٹا اسی کو ڈانٹ دیا کہ "جمال سوشلسٹ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ تم عبادت کا اس طرح مذاق اڑاؤ۔ اور جمال نے اس کا بھی یہ کہہ کر مذاق اڑا دیا کہ" بجا ارشاد ہے یہ پارٹی مس ڈینیل اور مس میبل کو ان سب لڑکیوں کی بہترین دوست بنا کر ہنسی خوشی سے ختم ہو گئی اور جمال نے اطمینان کی سانس لی۔

(۵)

جن صاحب کا اسم مبارک ہے شرف یہ بھی عجیب ذات شریف واقع ہوئے تھے۔ نجمہ کے خالہ زاد بھائی تو خیر بن کر پیدا ہی ہوئے ہیں مگر اس کے شوہر بن کر مرنے کی تمنا نے ان کو اچھا خاصا پاگل بنا رکھا تھا۔ نجمہ کی خالہ بھی اپنے لاڈلے کے لیے وہ کھلونا ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتی تھیں جس کے لیے وہ مچلا ہوا تھا۔ اب تک تو خیر شرف کا عشق مجازی سا تھا۔ اس لیے کہ مقابلہ پر کوئی نہ تھا آپ ہی آپ تھے جمال کا خیال کبھی کبھی ضرور آتا تھا مگر خدا کی ذات سے امید تھی کہ وہ ولایت سے میم لے کر ضرور لوٹے گا۔ لیکن جب سے جمال واپس آیا تھا اور تنہا ان حضرات کا عشق مجاز سے ترقی کر کے مراق بن گیا۔ ہر وقت یہی دھن تھی کہ نجمہ سے شادی ہو گی ورنہ جان دے دوں گا۔ خیر وہ تو کیا جان دیتے۔ البتہ بیچاری ماں کا دم ضرور نکلا جاتا تھا اور ادھر نجمہ کے والد مولوی عبدالصمد صاحب کو جیسے اس لڑکے کے نام سے چڑ سی تھی جتنی جتنی ادھر سے کوشش ہوتی تھی۔ اسی قدر اُدھر سے انکار میں

شدت بڑھتی جا رہی تھی یہاں تک کہ مولوی صاحب نے اپنی بیگم صاحبہ سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اپنی ہمشیرہ صاحبہ کو مطلع کر دیجیے کہ اس سلسلہ میں انکے اصرار کے معنی آئندہ یہ ہوں گے کہ جو تعلقات موجود ہیں وہ بھی مفقود ہو جائیں۔ چنانچہ اس طرح مایوس ہونے کے بعد شرف صاحب نے اپنا نقشہ جنگ بدل دیا اور اب ان کو فکر ہوئی کہ جمال کی طرف سے مولوی صاحب کو بدظن کیا جائے مگر پروپیگنڈا بجائے خود ایک مستقل فن ہے جو شخص اپنے لیے اچھا پروپیگنڈا نہ کر سکے۔ وہ دوسرے کے لیے برا پروپیگنڈا کیوں کر کر سکتا ہے مگر یہ بات بھی سمجھدار ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اشرف صاحب کو اگر سمجھ سے دور کا بھی تعلق ہوتا تو وہ نجمہ کی طرف سے یہی سمجھ کر صبر کر لیتے کہ "عنقا را بلند است آشیانہ" مگر یہ بات امیدواری کی دھن میں آپ کی سمجھ میں نہ آ سکی اور اپنے نزدیک مولوی صاحب کو بدظن کرنے کا بہترین طریقہ یہ اختیار کیا کہ نجمہ کی والدہ سے لگائی بجھائی شروع کریں تاکہ خود نجمہ بھی آپ کے جواہر افکار سے مستفید ہوتی رہے اور اس کی والدہ کی رائے بھی خراب ہو اس کے بعد مولوی صاحب تک یہ زہر خود بخود پہونچ جائے گا۔

آپ نے بہت غور و فکر کے بعد اپنے نزدیک ایک نہایت کامیاب حربہ تجویز کیا جو آپ کی تمام ذہانتوں، سراغرسانیوں اور مفسدہ پردازیوں کا گویا مجموعہ تھا۔ اس حربہ کو ہر قسم کے زہر سے بجھا کر اپنی تمام جادو بیانیوں کے ساتھ آخر ایک دن خالہ کے پاس پہونچ ہی گئے اور سب سے پہلے نجمہ کی امیدواری سے دست برداری کا اعلان شروع کر دیا۔

خالہ جان یہ واقعہ ہے کہ نجمہ کے سلسلہ میں مجھ کو اپنی حماقت کا اب احساس ہوا۔ میرا اور اس کا جوڑ کسی وجہ سے بے تکا سا تھا۔ میری تعلیم کم ہے اور اس کی زیادہ۔ میری افتاد طبیعت دوسری ہے اس کی کچھ اور واقعی یہ میری غلطی تھی کہ میں اس سلسلہ میں زور دے رہا تھا بات یہ ہے کہ مجھے اس سے ہمیشہ محبت رہی اور اس محبت کے معنی میں ہمیشہ غلط سمجھا حالانکہ وہ میری بہن ہے اور ایک بھائی کو بہن سے محبت ہونا ہی چاہیے۔ سچ پوچھئے تو اسی محبت

ہی کی وجہ سے اب میرا خیال یہ ہوا ہے کہ میں اپنے ساتھ اسکی زندگی برباد نہ کروں بلکہ یہ دیکھ کر خوش رہوں کہ وہ خوش ہے میرے نزدیک تو اس کا بہترین جوڑ جہاں ہو سکتے ہیں مگر وہ اپنے رنگ میں کسی اور ہی طرف جا رہے ہیں ۔"

نجمہ کی والدہ اب تک تو خیر حیرت سے شرف کے لحاظ سے یہ الفاظ سن رہی تھیں مگر نجمہ کے متعلق یہ معنی خیز جملہ سن کر گویا چونک پڑیں "اپنے رنگ میں جا رہے ہیں ! کیسا رنگ اے بیٹا بات کرتے ہو تو صاف صاف کیا کرو ۔ مجھے یہ نگوڑی پہیلیاں بوجھنا نہیں آتیں ۔

شرف نے بے پروائی سے کہا " کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے اور جو کچھ ہے وہ آپ مجھ سے کیوں کہلواتی ہیں کچھ دن کے بعد خود معلوم ہو جائے گی ۔"

نجمہ کی والدہ نے ذرا قریب کھسکتے ہوئے کہا " آخر ۔ بتاؤ تو سہی کیا بات ہے ۔"

شرف نے نہایت شرافت سے کہا " خالہ جان بات یہ ہے کہ یہ بات میرے منھ سے تو نکل گئی اس وقت روانی میں ، مگر میں معافی چاہتا ہوں ۔ آپ مجھے مجبور نہ کریں میں غیبت کو انتہائی کمینہ پن سمجھتا ہوں ۔ وہ جو کسی شاعر نے کہا ہے ۔ کہ ع " یہ منھ سے نکلی ہوئی پرائی بات " جہاں تک یہ بات پہونچی تو وہ مجھے کیا کہیں گے کہ اچھا ہم نے ان کو راز دار بنایا تھا ۔"

نجمہ کی والدہ کی بیچینی برابر بڑھ رہی تھی ۔ راز دارانہ طریقہ پر کہنے لگیں ۔ کہ اے ہے تو کیا میں کسی سے کہنے بیٹھوں گی ۔ آخر بات کیا ہے بتاؤ تو سہی ۔"

شرف نے گویا عاجز آتے ہوئے کہا " آپ تو خالہ جان ایک بات کے پیچھے پڑ جاتی ہیں ایک انگریز لڑکی ہے مس ہیبل اسی سے کچھ گڑ بڑ ہے ۔"

نجمہ کی والدہ اب بھلا کیوں کر مانتیں اجمال کے بعد تفصیل کی کھوج شروع ہو گئی " گڑ بڑ کیسی بتاؤ تو سہی تمھیں میری قسم جو کچھ چھپاؤ ۔"

شرف نے گویا بمشکل تمام کہا " لاحول ولا قوۃ ۔ بیکار میرے منھ سے یہ بات نکلی خالہ جان گڑ بڑ آخر کیسی ہوتی ہے ۔ ولایت سے دونوں میں عہد و پیمان ہو چکے ہیں اور عنقریب شادی

بھی ہو جائے گی۔ مگر جمال نجمہ کا دل توڑنا بھی نہیں چاہتے تھے اب آجکل مس میبل کو یہ پٹی پڑھا رہے ہیں کہ مسلمانوں میں چار شادیاں ممکن ہو سکتی ہیں اور شوہر سب کا خیال برابر رکھ سکتا ہے کہ وہ تیار ہو جائے تو پہلے نجمہ۔"

نجمہ کی والدہ نے بات کاٹ کر کہا "چلو ہٹو نجمہ ایسی گری پڑی نہیں ہے کہ جمال کے سوا اسے بر ہی مل سکے۔ میں زمین آسمان ایک کر دوں گی اور جمال کی یہ چال کبھی کامیاب نہ ہونے دوں گی"

نجمہ کی والدہ نے جوش میں آکر یہ باتیں ذرا بلند آواز سے کہی تھیں جو نجمہ کے کان تک پہنچیں اور بعد کی گفتگو اس نے دروازہ کی آڑ سے سن لی۔ شرف نے اپنی خالہ کے اس جوش کو ناحق سمجھ کر ٹھنڈا کرنے کے لیے کہا۔

"مگر یہ کوئی طے شدہ بات تھوڑی ہے کہ جمال ایسا ہی کریں گے۔ وہ بیچارہ تو خود کشمکش و پیچ میں مبتلا ہے کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے مس میبل سے اسے واقعی محبت ہے کسی طرح بھی اسکو نہیں چھوڑ سکتا ادھر اس کو نجمہ کے معصوم جذبات کا بھی خیال ہے"

نجمہ کی والدہ نے مشتعل ہو کر کہا "نہیں تو وہ نجمہ کو بخشیں اس پر اس رحم کرم کی ضرورت نہیں ہے اور یہ بھی وہ بھی میری لڑکی پر تہمت باندھ رہے ہیں کہ اس کے دل میں کچھ جذبات ہیں۔ وہ شوق سے میم کو لائیں یا جس کو جی چاہے"

شرف نے کہا "دیکھئے اسی لیے میں کچھ نہ بتاتا تھا کہ آپ کو بلا وجہ غصہ آگیا۔ اچھا آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں نے کچھ نہیں کہا ہے۔ وہ بیچارہ تو خود مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں میبل اور نجمہ دونوں میں سے کسی کو نہیں چھوڑ سکتا"

نجمہ کی والدہ غصہ میں کچھ اور بھی کہنے والی تھیں کہ مولوی عبدالصمد صاحب کے یکایک آجانے سے خاموش ہو گئیں اور چونکہ لاحول کے بعد شیطان کے لیے بھی راہ فرار کھل جاتی ہے لہذا شرف بھی پھر زیادہ نہ ٹھہر سکے اور کہیں جانے کا بہانہ کر کے اجازت طلب کی اور اس اطمینان کے ساتھ کہ انکے مقصد کا ایک حصہ بہت ہی کامیاب رہا اور خالہ اور خالو کو نہایت سعادتمندی کے ساتھ سلام کر کے چلتے

(۶)

جس دن کا ذکر ہے۔ اتفاق سے اسی دن بیبک اور ڈینبل کو نجمہ نے چائے پر بلایا تھا۔ تارا۔ رضیہ اور ناہید کے علاوہ خود جمال بھی آنے والا تھا مگر ان سب کے آنے سے پہلے ہی اشرف یہ گل کھلا گئے تھے نجمہ خیر اپنی ماں کی طرح کی ایسی کچی تو نہ تھی کہ شرف کی ان باتوں پر ایمان لے آتی البتہ اسے یہ فکر ضرور تھی کہ شرف کی اس گفتگو نے اس کی ماں کی رائے جمال کی طرف سے ضرور خراب کر دی ہے اور بہت ممکن ہے کہ آج جمال کے لیے ان کا طرز عمل کچھ بدلا ہوا سا ہو جسے جمال نے اگر محسوس کر لیا تو وہ برا مان سکتا ہے۔ وہ اسی ادھیڑ بن میں تھی کہ تارا آ۔ رضیہ اور ناہید آ ہو نچیں اور وہ ان تینوں سے مل کر تھوڑی دیر کے لیے شرف کی اس گل افشانی کو بھول گئی۔ مگر اس کا دل ضرور بھاری تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ یہ بات اپنی ان سہیلیوں کو بتادے شرف کے معاملہ میں ویسے بھی ان تینوں کو تمام باتیں معلوم تھیں اور شرف صاحب کی شخصیت ان سب سہیلیوں کے لیے ایک لطیفہ کا درجہ رکھتی تھی بلکہ جب نجمہ انٹرنس پاس ہوئی ہے اور شرف صاحب بیچارے فیل ہوئے ہیں تو رضیہ نے ایک مرثیہ بھی لکھا تھا۔

تعلیم میں بھی نجس کی کچھ پیش نہ آئی — اور منھ ہی کی کھائی۔

دو چار قدم آگے ہی لیلےٰ نظر آئی — الفت کی دہائی۔

وہ پاس ہو یہ فیل ہوں کیا یہ کم شرف ہے — دل اس پہ ہدف ہے۔

دہشت مگر اب جس کے سر میں یہ سمائی کہ کیسے ہو سگائی۔

یہ مرثیہ بہت طول تھا اور بہت دنوں تک پڑھا گیا۔ اس کے بعد ان سب کو یہ معلوم تھا کہ شرف کے فیل ہونے کے باوجود انکی والدہ شادی کی برابر کوشش کر رہی تھیں چنانچہ سب مل کر نجمہ کو چھیڑا کرتی تھیں کہ شرف کو شوہری میں نہ سہی شاگردی میں قبول کر لو۔ شادی سہی ٹیوشن ہی نہ سہی مختصر یہ کہ شرف کے واسطے ان سب کی تقریباً دہی رائے

تھی جو خود نجمہ کی تھی اور یہی وجہ تھی کہ وہ آج والا قصہ ان تینوں کو سنا کر اپنا دل ہلکا کرنا چاہتی تھی آخر اس نے بہت سوچنے کے بعد تارا سے کہا۔

"تارا مٹھائی کھلاؤ تو ایک خوشخبری تم کو سناؤں"

تارا نے گلدستے سجاتے ہوئے کہا "لیجیے اور سنیئے دعوت آپ کے یہاں ہے اور مٹھائی میں کھلاؤں۔ مٹھائی بھی تم ہی کھلاؤ اور خوشخبری بھی تم ہی سناؤ"

نجمہ نے مسکراتے ہوئے کہا "آج وہ حضرت تشریف لائے تھے شرف صاحب"

رفیعہ نے حیرت سے کہا "اچھا تو اب انکی تشریف آوری بجائے تمھارے تارا کے لئے خوشخبری کی بات بن چکی ہے؟"

ناہید کو شرف کے ذکر سے ہمیشہ الجھن ہوئی تھی لہذا اس نے بہت ہی نفرت کے ساتھ کہا "ادھر انکا کیا ہے تھالی کے بیگن تو ہیں ہی۔ ادھر لڑھک گئے ہوں گے"

تارا نجمہ کی طرح چپ رہنے والی تو تھی نہیں کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "اللہ نہ کرے ان کا رخ ادھر ہو"

نجمہ نے ہنس کر کہا "نہیں بھئی یہ بات نہیں ہے بلکہ آج وہ خوشخبری سنا گئے ہیں کہ بہت جلد قبل تارا کی بھاوج بننے والی ہیں"

رفیعہ نے جلدی سے کہا "سچ؟"

ناہید نے پھر حقارت کے ساتھ کہا "چلو ہٹو شرف نے جھوٹوں بھی کبھی سچ بولا ہے یا یہی بات سچی ہو گی"

تارا نے سب کام چھوڑ کر پوچھا "بتاؤ تو یہی کہا کیا ہے؟"

نجمہ نے ان تینوں کو چپکے چپکے وہ تمام گفتگو سنا دی جو اس نے سنی تھی۔ البتہ اس میں سے اپنا ذکر نکال دیا مگر کچھ کچھ اشارے ایسے باقی رہنے دیئے کہ پھر اپنی والدہ کی برہمی کا قصہ کیونکر سناتی۔ یہ تمام قصہ سن کر تارا کو ایک دم طیش آگیا "یہ بات ہے جب ہی تو

کہوں کہ بھائی جان تیبل سے آخر اتنی میٹھی میٹھی باتیں کیوں کرتے ہیں جو توجہ میبل کی طرف ہوتی ہے وہ ڈینیل کی طرف کیوں نہیں ہوتی۔ میں تو اس کمبخت سے ملنا بھی چھوڑ دونگی۔

نجمہ نے کہا: پاگل ہوئی ہو۔

ناہید نے بات کاٹتے ہوئے کہا: ارے میں پھر کہتی ہوں وہ ایک ہی بھوٹا ہے دیکھی نہیں ہو منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ جمال بھائی کا اگر یہی ارادہ ہوتا تو آخر ان کو ڈر کس کا تھا کہ سب سے چھپاتے۔

رضیہ نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا: ارے کچھ بھی نہیں سارا قصہ یہ ہے کہ اب شرف کو یہ سوجھی ہے کہ خود تو کامیاب ہو نہیں سکتے لہذا جمال بھائی کو بدنام کرکے انکے راستے میں کانٹے بوئیں اور خالہ جان بھی خوب ہیں کہ جان بوجھ کر بھانجے شریف کی باتوں میں آگئیں۔

نجمہ نے کہا: ایک تو ہماری اماں ہر ایک کی بات پر ایمان لے ہی آتی ہیں۔ دوسرے میں تم سے کیا کہوں کہ شرف کیسی کیسی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ میں نے آج سے زیادہ ذہینا کبھی نہیں دیکھا۔

تارا نے کہا: اگر یہ بات جھوٹ ہوئی تو دیکھنا میں شرف صاحب کی کیسی گت بناتی ہوں۔ میں تو آج ہی بھائی جان سے پوچھ کر رہوں گی۔

نجمہ اس کو منع ہی کرنے والی تھی کہ جمال اور اس کے ساتھ میبل اور ڈینیل آ ہو چکیں اور یہ سنجیدہ مجلس قہقہوں کے شور میں کچھ کی کچھ بن گئی۔ جمال نے آتے ہی تاخیر کی معذرت پیش کی۔

"میزبان صاحبہ ہم مہمانوں کو معاف فرمائیں حالانکہ ہم ٹی پارٹی سے زیادہ ضروری کام۔ یعنی برج میں مصروف تھے اور ختم ہونے سے پہلے برج چھوڑ نہیں سکتے لہذا۔

میبل نے بات کاٹ کر کہا۔ برج کا تو خیر بہانہ ہے دراصل آج جس وضع کے بال یہ ڈینیل بنا رہی تھیں اس میں کئی مرتبہ ان کو ناکامی ہوئی۔

ڈینیل نے جھینپتے ہوئے کہا۔ "نئی وضع کے بال کیا۔ میں تو نجمہ کی طرح کے سیدھے سادے بال بنا رہی تھی اور وہ کسی طرح بن ہی نہ سکتے تھے۔"

نجمہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کجروی سے راہ راست پر آنا بھی مشکل ہو جاتا ہے آخر بال بیچارے جو ہمیشہ کے پیچ وخم کے عادی ہیں۔ ایک دم سے کیونکر سیدھے ہو جاتے۔"

جمال نے شرارت سے کہا۔ "سمجھیں مس ڈینیل انکا مطلب یہ ہے کہ تم کجرو ہو۔"

نجمہ نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھیے غلط بیانی نہ کیجیے میرا جو کچھ مطلب تھا اسکو مس ڈینیل خود سمجھ گئی ہوں گی آپ کو بہکانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

جمیل نے نجمہ کا ساتھ دیتے ہوئے کہا۔ "ڈینیل کو نجمہ کی طرف سے جمال نہیں بہکا سکتے ہم لوگوں کو جمال سے زیادہ پر اعتبار ہے کہ وہ کبھی ایسی بات نہیں کہہ سکتیں جس کو حملہ کہا جا سکے۔"

رضیہ کو شاید اس بحث سے الجھن سی ہو رہی تھی۔ اس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "میری رائے میں اب اگر چائے پر آپ سب تشریف لے چلیں تو میرے معدے پر آپ سب کا احسان ہوگا۔"

ناہید نے کہا۔ "اور چائے پر بھی احسان ہوگا جو ٹھنڈی ہونے کے قریب ہے۔"

یہ زندہ جماعت پہلے تو چائے پر ہو گئی۔ اس کے بعد نجمہ کے پردار لان پر اپینین نامی ایک دلچسپ کھیل سب نے مل کر کھیلا جس میں ایک آدمی کو دور بھیجا جاتا تھا اور اسکی عدم موجودگی میں سب اس کے متعلق رائے قائم کرتے تھے اور ایک دوسرے کو بتا دیتے تھے کہ ہماری رائے یہ ہے پھر اس کو بلا کر بتایا جاتا تھا کہ تمہارے متعلق یہ رائے قائم کی گئی ہے یہ بتاؤ کون سے الفاظ کس کے ہو سکتے ہیں اگر وہ رائے دہندہ کا صحیح نام بتا دے تو رائے دینے والا چور ہو جاتا تھا اور پھر اسکے متعلق سب اسی طرح رائے قائم کرتے تھے۔ بوجھنے والے کو تین موقعے دیئے جاتے تھے اگر وہ ان تین میں سے کسی ایک میں صحیح نتیجہ

پر پہونچ جائے تو خیر ورنہ اس کو دوبارہ چور بننا پڑتا تھا سب سے پہلے نجمہ چور بنیں اور

ان کو دور بھیج کر رائے طلب کی گئی۔

مس جمیل نے کہا "میری رائے میں نجمہ ایک عیاری لڑکی ہے"

مس ڈنیل نے کہا "نجمہ کا دل صورت سے زیادہ حسین ہے"

رضیہ نے کہا "نجمہ عمر سے زیادہ بوڑھی ہے"

ناہید نے کہا "نجمہ ایک معمہ ہے"

جمال نے کہا "نجمہ ایک شعر ہے جو کہا نہ گیا ہو۔

اس کے بعد نجمہ کو آواز دی گئی اور مس جمیل نے اعلان کیا کہ آپ کے متعلق جو

الفاظ کہے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

"آپ ایک عیاری لڑکی ہیں"

"آپ عمر سے زیادہ بوڑھی ہیں"

"آپ ایک معمہ ہیں"

"آپ ایک شعر ہیں جو کہا نہ گیا ہو۔

"آپ مشین کی طرح ہر بات کی پابند ہیں"

آپ کا دل صورت سے زیادہ حسین ہے"

نجمہ نے ان الفاظ کو بار بار سن کر کہا دیکھیے میں ایک معمہ ہوں یہ الفاظ ہیں جمال بھائی

کے" سب نے ایک زبان ہو کر شور بلند کیا" غلط غلط"

جمال نے کہا" دو موقعے اور ہیں ورنہ پھر آپ ہی چور"

نجمہ نے پھر غور کیا اور کہا" میں عمر سے زیادہ بوڑھی ہوں۔ یہ رائے جمال بھائی کی"

پھر سب نے شور بلند کیا۔ غلط غلط"

جمال نے کہا" کیا میں ہی رہ گیا ہوں چور بننے کو۔ بہر حال آخری موقع ہے"

نجمہ نے اب کی بہت دیر تک غور کرنے کے بعد کہا۔ اچھا جناب سنیے میں ایک شعر ہوں جو کہا نہ گیا ہو یہ الفاظ ہیں جمال بھائی کے۔"

سب نے تالیاں بجاکر جمال کے چور بننے کا اعلان کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ طے پایا کہ چونکہ کھیلنے والے کم ہیں لہذا صرف دو ہی موقعے دیئے جائیں گے۔ جمال کو دور بھیج دیا گیا اور سب نے رائے کا اظہار کیا۔

بیبل نے کہا۔" جمال بے فکرا ہے۔"

تارا نے کہا۔" بھائی جان کنوارے ہیں (اس پر سب ہنس پڑے۔)

نجمہ نے کہا۔" جمال بھائی دلچسپ ہیں۔

رفیہ نے کہا۔" جمال صاحب ولائتی ہیں۔" (پھر سب کو ہنسی آگئی۔)

ڈینیل نے کہا۔" جمال بچہ ہے۔" (اس پر سب نے قہقہہ لگایا۔)

ناہید نے کہا۔" جمال صاحب شریف آدمی ہیں۔

رائے کے اظہار کے بعد جمال کو آواز دی گئی اور مس بیبل نے پھر اعلان کیا کہ آپ کے متعلق یہ الفاظ کہے گئے ہیں۔

"آپ شریف آدمی ہیں۔"

جمال نے ہنس کر کہا،"کس قدر شریفانہ خیال ہے۔"

بیبل نے ڈانٹ کر کہا۔" مداخلت نہ کیجیے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ" آپ کنوارے ہیں" تیسری رائے یہ ہے" آپ دلچسپ ہیں۔" چوتھی یہ کہ آپ بے فکر ہیں پانچویں یہ کہ آپ ولائتی ہیں۔ چھٹی یہ کہ آپ بچہ ہیں۔"

جمال نے بن کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا والدہ صاحبہ بھی اس کھیل میں شریک ہیں؟"

تارا نے کہا۔ کیا مطلب؟"

جمال نے کہا "بچہ والی رائے کچھ ایسی ہی ہے" اس پر سب ہنستے رہے۔ آخر بتنی نے آواز بلند کرتے ہوئے کہا۔

"ارڈر آرڈر۔ جمال سنجیدہ بننا سیکھو"

جمال نے ادب سے کھڑے ہو کر ایک مرتبہ پھر رائے دریافت کی اور اس کے بعد غور کرتے ہوئے کہا "جمال ولایتی ہیں۔ یہ رائے نجمہ کی ہے"

سب نے شور بلند کیا کہ غلط ہے۔ تو جمال نے پھر غور کرنے کے بعد کہا "میں شریف آدمی ہوں۔ یہ رائے نجمہ کی ہو سکتی ہے"

اس پر پھر شور بلند ہوا کہ غلط ہے اور جمال کو دوسری مرتبہ چور بننا پڑا اس کھیل کے آخر تک سب سے زیادہ جمال ہی چور بنے اور جیت میں رہی ناہید کیونکہ اس کو ایک مرتبہ بھی چور بننا نہ پڑا لہذا اس دن کی کوئن کا خطاب اسی کو ملا۔

شام تک یہ دلچسپ پارٹی قائم رہی اس کے بعد سب اپنے اپنے گھر چلے گئے سوائے تارا کے جس کو نجمہ نے اپنے پاس روک لیا تھا۔

(۷)

میاں بیوی جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ان کو اپنی جوانی کے بجائے اپنی اولاد کی جوانی کے قصوں اور کہانیوں سے دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے اور خود آپس میں ایسی تھکی ہوئی باتیں کرتے ہیں کہ سننے والوں کو یقین ہی نہیں آ سکتا کہ ان دونوں میں کبھی شگفتہ اور امنگوں بھری باتیں ہوتی ہوں گی خصوصاً مولوی عبدالصمد صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کے درمیان تو ہمیشہ اس طرح باتیں ہوتی تھیں گویا ایک دوسرے کو بہت دور سے پکار رہے ہیں، نہ تو وہ ان کی سمجھتے تھے نہ یہ ان کی سمجھتی تھیں۔ مگر آج بیگم صاحبہ کو مولوی صاحب سے نہایت ضروری گفتگو کرنا تھی کچھ ان کو سمجھانا تھا، کچھ ان سے سمجھنا تھا اور کسی آخری نتیجہ پر پہونچنے کی ٹھان چکی تھیں۔ لہذا رات گئے جب مولوی صاحب کھانے کے بعد نماز سے فارغ

ہو کر حقہ سے شغل فرمانے کے بعد سونے کی نیت سے آنکھ بند کیے لیٹے تھے ایک دم سے بیگم صاحبہ نے کہا۔

میں نے کہا کیا سو گئے؟"

مولوی صاحب نے ایک دم سے چونک کر فرمایا" کیا مجھ سے کچھ کہا۔

بیگم صاحبہ نے پان دیتے ہوئے کہا" لو پان مجھے تم سے کچھ کہنا ہے"

مولوی صاحب نے پان منھ میں رکھ کر فرمایا" اسی وقت کہنا ہے؟"

بیگم صاحبہ نے کہنا شروع کر دیا" کہنا یہ ہے کہ اپنے بھتیجے صاحب کے بھی کچھ رنگ معلوم ہیں سنا ہے کسی میم سے شادی کرنے والے ہیں"

مولوی صاحب نے ہمہ تن متوجہ ہوتے ہوئے کہا" میم یعنی انگریز عورت؟ ہوں ہاں تو کیا کہہ رہی تھیں"

بیگم صاحبہ نے جل کر کہا۔ توبہ ہے میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ جمال میاں ایک میم سے شادی کر رہے ہیں"

مولوی صاحب نے حیرت سے پوچھا" اچھا کب ہو رہی ہے یہ شادی یعنی عقد"

بیگم صاحبہ نے کہا" یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے کہ بالکل طے ہو چکی ہے"

مولوی صاحب نے جرح شروع کر دی" کس سے سنا ہے میرا مقصد یعنی مدعا یہ ہے کہ راوی کس حد تک معتبر ہے۔

بیگم صاحبہ نے یقین دلاتے ہوئے کہا" آج شرف آیا تھا"

مولوی صاحب ایک دم مشتعل ہو گئے اور بات کاٹ کر کہا" اس کذاب۔ اس بدبخت اس افترا پرداز نے یہ خبر پہونچائی ہے۔ راوی ضعیف ہے۔ روایت غیر معتبر ہے۔ تم نے آخر مجھ سے یہ بات کیا سمجھ کر کہی"

بیگم صاحبہ نے مولوی صاحب کو چپ کراتے ہوئے کہا بس شروع ہوگئی تمھاری بڑبڑ پہلے بات تو سن لیا کرو۔"

مولوی صاحب نے اپنی رائے پر قائم رہتے ہوئے کہا "لغو مہمل۔ اس لاغی دروغ بات کی بات کو سنجیدگی سے سننا کسی دانشمند کے نزدیک سوائے تضیع اوقات کے اور کچھ نہیں ہے"

بیگم صاحبہ نے کچھ ڈانٹنے کے انداز سے کہا "اچھا ذرا دھیرے دھیرے بولو لڑکیاں برابر والے کمرے میں سو رہی ہیں تم تو ایکدم سے آگ بگولہ ہو جاتے ہو شرف کمبخت تو خود اس بات کو چھپا رہا تھا۔ اتفاق سے اس کے منھ سے ایک بات نکل گئی تو میں نے کرید کرید کر پورا حال معلوم کیا۔

مولوی صاحب نے کہا "جمال کی انگریزیت۔ دہریت اور مغرب پرستی سے میں خود نالاں ہوں لیکن اس کے باوصف، باوصف سمجھتی ہو تم؟ یعنی باوجود یہ شخص ہوتے ہوئے تمھارا عزیز قریب یعنی شرف اس کو اس کا کوئی حق نہیں کہ وہ جمال پر اس طرح کے الزامات عائد کرے۔ جمال میں تمام عیوب ممکن ہیں مگر وہ منافق چور اور جھوٹا اب تک نہیں ہے اگر وہ اس قسم کی شادی کرنا چاہتا تو ولایت سے شادی کر کے لا سکتا تھا کیا سمجھیں؟"

بیگم صاحبہ نے جھنجھلاتے ہوئے کہا "وہ تو میں سمجھی مگر پہلے خدا کے لیے میری بات تو سن لو۔ شرف آج یہ کہنے آیا تھا کہ نجمہ سے شادی کرنے کی اس نے جو کوشش کی تھی۔ وہ اس کی غلطی تھی اور اب وہ خود اس بات پر شرمندہ ہے"

مولوی صاحب نے اس بات کو کوئی اہمیت دیئے بغیر کہا "یہ ایک دوسری بحث ہے۔ اس سے جمال کی ایک انگریز عورت سے شادی کی خبر کیونکر نکل سکتی ہے"

بیگم صاحبہ نے قریب کھسکتے ہوئے کہا "وہ میں بتاتی ہوں کہ یہ خبر کیسے نکل سکتی ہے شرف نے اپنی غلطی کا اقرار کرنے کے بعد کہا کہ نجمہ و جمال کا بہت اچھا جوڑ ہے مگر جمال

ایک انگریز لڑکی سے جس کا نام مس میبل ہے شادی کرنے والے ہیں مگر ساتھ ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ نجمہ کا دل بھی نہ توڑیں اسی لئے وہ اس انگریز لڑکی کو آجکل یہ سمجھا رہے ہیں کہ مسلمان چار تک شادیاں کر سکتے ہیں۔

مولوی صاحب نے سمجھنے کے لیے کہا "گویا۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ اس لڑکی اور نجمہ دونوں کے ساتھ شادیں کریں۔ ؟اوں ؟۔ ناممکن قطعاً ناممکن۔ اگر جمال نے یہ بات کہی ہے تو ناممکن اور اگر شرف نے تصنیف کی ہے تو ناممکن بس میں نے کہہ دیا کہ ناممکن ہے"

بیگم صاحبہ نے چڑ کر کہا "بس تم ممکن ناممکن لیے جاؤ میں کہتی ہوں کہ آخر کوئی فیصلہ کیوں نہیں کرتے کب تک آخر لڑکی کو یوں ہی بٹھائے رہو گے تمھارے کہنے سے میں نے شرف کا ذکر چھیڑا اب تم بھی سن لو کہ جمال کی طرف سے یا تو اطمینان ہو جائے پورا نہیں تو میری لڑکی اسو کیتیں سمیٹنے کے لیے نہیں ہے"

مولوی صاحب نے اپنے خاص انداز میں کہا "فرض کیا مہمل گفتگو ہے مگر تم کو میری بیوی کی حیثیت سے اس قدر عامیانہ باتیں نہ کرنا چاہئیں۔ میں پچاس مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ عبد الجلیل جمال کے والد میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے وہ نجمہ کو اسقدر عزیز رکھتا ہے کہ اگر جمال کے متعلق یہ اندیشہ خدانخواستہ اس کو پیدا ہوا تو وہ خود نجمہ کی شادی اس سے نہ ہونے دیگا۔ بلکہ۔ بلکہ خیر جوبات میں کہنے والا تھا وہ ابھی قبل از وقت اور بے محل ہے زیر بحث مطلب یہ کہ۔ کہ۔ کیا بجا ہوگا؟"

بیگم صاحبہ جلی ہوئی تو بیٹھی ہی تھیں کہ دیا "مجھے نہیں معلوم۔ بجے ہوں گے گیارہ"

مولوی صاحب نے کہا "السلام علیکم"

ادھر کروٹ لے لی۔ بیوی بڑی دیر تک بڑبڑاتی رہیں مگر مولوی صاحب نے تھوڑی دیر کے بعد خراٹے لینا شروع کر دیے۔ یہ تمام گفتگو نجمہ اور تارا سن رہی تھیں بلکہ دراصل

نجمہ نے آج تارا کو روکا اسی لیے تھا کہ اسے اس بات کا پورا یقین تھا کہ شرف جو گل کھلا گئے ہیں اس کا نتیجہ ضرور یہ ہو گا کہ یہ بات اس کے باپ سے کہی جائے گی چنانچہ مولوی صاحب اور اپنی والدہ کے سو جانے کے بعد نجمہ نے تارا سے کہا۔

"یہی تماشہ دکھانے کے لیے میں نے تم کو روک لیا تھا۔ کہو کیسا لطف آیا۔"

تارا نے کہا۔ "تم اس کو لطف کہو میرا تو خون کھول رہا ہے۔ جی چاہتا ہے۔ اس شرف کے بچے کی وہ درگت بناؤں کہ توبہ بھول جائے مگر یہ بڑی اماں کو آخر کیا ہو گیا ہے۔"

نجمہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ان کو تو تم جانتی ہو کہ ذرا سی کوئی بات کہہ دے بس دل میں اُترتی چلی جاتی ہے۔ ابھی تو تم نے دیکھا ہی نہیں ہے۔ ابا میاں سے اس قسم کی خدا جانے کتنی جھڑپیں اور ہوں گی اسی بات پر۔"

تارا نے کہا۔ "بہن چاہے تم مجھ کو مار ڈالو۔ مگر میں یہ بات امی جان سے تو ضرور کہوں گی کہ میں یہ تماشا دیکھ کر آئی ہوں۔"

نجمہ نے عاجزی سے کہا۔ "خدا کے لیے ایسا غضب کبھی نہ کرنا چچی اماں کے اور اماں بی کے درمیان بہت جھگڑا ہو جائے گا۔ ایسا ہی ہے تو تم جمال بھائی سے کہہ دینا وہ پھر بھی ٹھنڈے دل سے اس بات کو سنکر اس سازش سے باخبر ہو جائیں گے۔ خبردار جو تم نے یہ بات کسی اور سے کہی اچھے دل اسی طرح برے ہو جاتے ہیں۔"

کچھ دیر اسی طرح کی دونوں میں گفتگو ہوتی رہی۔ آخر نیند نے دونوں کو الجھن سے نجات دے دی۔

(۸)

جمال نے جس قدر امتیاز کے ساتھ قانون کا امتحان پاس کیا تھا۔ اس کے بغیر آج کل وکیل یا بیرسٹر بننا ہی بیکار ہے اس لیے کہ وکیلوں اور بیرسٹروں کی تعداد اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ اہل مقدمہ بھی اتنے نہیں ہیں۔ موکلوں اور وکیلوں کی تعداد کا تناسب اب یہ

ہو گیا ہے کہ پچاس وکیل فی موکل کا تماشہ کچہریوں میں نظر آتا، شکر کے ایک ایک ذرہ پر
پچاسوں چونٹیاں چمٹی رہتی ہیں۔ ان بیشمار وکیلوں میں سے چند ہی خوش نصیبوں کی وکالت
چلتی ہے۔ باقی بیچارے خود چلا کرتے ہیں اور تھکا کرتے ہیں۔ مگر جمال کے ہندوستان پہونچنے
سے پہلے ہی اس کی شہرت پہونچ چکی تھی۔ وہ اپنے ملک میں بھی نہیں بلکہ ولایت میں
ہندوستانی ذہانت اور طباعی کے جھنڈے گاڑ کر آیا تھا اور اپنے تمام ولایتی حریفوں
کو اس طرح شکست دی تھی کہ امتحان کے نتیجہ کی فہرست میں سب سے پہلا نام اسی کا تھا۔
ایک ہندوستانی کا نام جس پر اس کے حریف ہی نہیں بلکہ ولایت کے اخبار بھی انگشت بدندان
تھے۔ ورنہ بیرسٹری پاس کرنے بہت سے ہندوستانی جایا کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں کسی کو
کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی مگر جمال گیا تو تھا گمنام اور واپس آیا ہے نامور بن کر ولایتی
اخباروں میں اپنی تصویریں چھپوا کر ولایتی طبقوں میں اپنی گونج پیدا کر کے چنانچہ ہندوستان
پہونچ کر بھی اس کو اپنے لیے میدان عمل بنانے میں زیادہ دشواریاں نہ بلکہ بنا بنایا میدان
عمل مل گیا۔ لکھنؤ پہونچا ہی تھا کہ یونیورسٹی کے قانونی لکچرار کا منصب اس کے سامنے
پیش کیا گیا اور اس پر زور دیا گیا کہ وہ اسے قبول کرے۔ اسی کے ساتھ اس نے
اپنا ایک باقاعدہ دفتر بنا کر پہلے تو ایک اور بیرسٹر صاحب کے ساتھ پریکٹس شروع
کی اور بعد میں خود اس کا کام اتنا بڑھنے لگا کہ اسے اپنے مددگار وکیل خود رکھنے
پڑے اتنی جلدی اتنی کامیابی بڑے بڑوں کو نہیں ہوتی۔ جو اس تازہ ولایت
کو حاصل ہونا شروع ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے وقت کا بہت کم حصہ
ایسا تھا جو بیکار رکھا جا سکے۔ کچہری اور یونیورسٹی سے جو وقت بچتا تھا وہ
اس کے ولایتی مشاغل کی نذر ہو جاتا تھا۔ مثلاً صبح نو بجے کے قریب بستر کی چائے لیتا تھا
اس کے بعد شیو کرنا پھر بریک فاسٹ اسی میں کچہری کا وقت آجاتا تھا۔ کچہری سے لنچ کے لیے
آتا تھا اور سہ پہر کی پارٹی یا بار روم میں ہوتی تھی وہیں ٹینس کے کپڑے پہونچ جاتے تھے اور ٹینس لان

پر اکثر ڈنر سوٹ بھی منگانے کی ضرورت ہوتی تھی جو کلب ہی میں تبدیل کر لیتا تھا لیکن ان تمام مصروفیات کے باوجود وہ اکثر ٹینس کی ناغہ کر کے نجمہ کے یہاں ہوا آتا تھا۔ آج بھی غالباً اسی ارادہ سے کچہری سے گھر آیا تھا کہ ہاتھ منہ کا غسل لے کر لباس تبدیل کرے اور نجمہ کے یہاں چلا جائے مگر تارا اس کے انتظار ہی میں تھی اس نے۔۔ اب تک شرف والی بات خدا جانے کس طرح ضبط کی تھی۔ جمال کو دیکھتے ہی اس نے کہا۔

" بھائی جان مجھے نہایت ضروری بات آپ سے کہنا ہے "۔

جمال نے بات کی اہمیت سمجھے بغیر کہا " تو پھر میرے ساتھ نجمہ کے یہاں چلو راستہ میں باتیں ہو جائیں گی "۔

تارا نے انکار کرتے ہوئے کہا " جی نہیں اول تو میں ابھی تھوڑی دیر ہوئی کل کی گئی ہوئی وہاں سے آئی ہوں دوسرے جو بات میں کرنا چاہتی ہوں وہ نجمہ کے سامنے کرنے کی نہیں ہے "۔

جمال نے کہا " اچھا تو میرے کمرے میں چل کر بیٹھو میں ہاتھ منہ کا غسل لے کر آتا ہوں "۔

تارا نے جمال کے ڈرائینگ روم میں بیٹھ کر شرف کے متعلق نہ معلوم کیا کیا سوچا ہوگا کہ اس طرح بھائی جان سے کہوں گی کہ اس دغا باز مکار کو مزہ چکھائیں اور یوں اس کی خبر لیں مگر جمال کے آنے کے بعد تارا نے تمام قصہ اس کو سنایا کہ کس طرح شرف نے بڑی اماں سے آکر باتیں کیں اور پھر بڑی اماں نے کس طرح اس کی باتیں یقین کر کے بڑے ابا سے تمام باتیں کہیں۔ تو جمال نے سب کچھ سننے کے بعد ایک قہقہہ لگا کر اپنے خاص ولایتی انداز میں کہا۔

" غریب شرف۔ اس بیچارے کو جھوٹ بولنا بھی نہیں آتا۔ اس شخص سے زیادہ کون قابل رحم ہو سکتا ہے جو مجبور ہو کر کوئی مجرمانہ بات کرے اور اسمیں ناکام ہو جائے "۔

تارا نے جمال کو حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا "نہیں بھائی جان آپ اسکو معمولی بات سمجھ رہے ہیں آج اس نے یہ بات کہی ہے کل خدا جانے اور کیا کیا باتیں جا کر کہے"۔

جمال نے پائپ سلگاتے ہوئے تارا کے رخسار پر محبت سے ایک طمانچہ مار کر کہا۔ "نہیں میری بلی۔ اس قسم کی باتوں پر برا نہیں مانتے۔ یہ تو لطیفہ ہے بطیفوں سے لطف لینا چاہیئے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ شرف اتنا دلچسپ آدمی ہے"۔

"تارا نے تعجب سے کہا" دلچسپ آدمی؟ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ بھائی جان؟"

جمال نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا "تم دیکھتی رہو اب تو میں ان کو ایسا دلچسپ آدمی بنا دوں گا کہ تم سب کو لطف ہی آ جائے۔ سچی بات یہ ہے کہ وہ بیچارہ اپنے دل سے مجبور ہے۔ محبت کی تو خیر اس میں صلاحیت ہی نہیں ہے اس لیے کہ بیوقوف آدمی محبت نہیں کر سکتا البتہ یہ ضرور چاہتا ہے کہ اس کی شادی نجمہ سے ہو جائے اور چونکہ مولوی عبدالصمد صاحب —— وہ —— یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ بڑے ابا انکار کر چکے ہیں لہذا وہ اپنی عقلمندی سے یہ سمجھتا ہے کہ میں اس کے راستے کا کانٹا ہوں حالانکہ اپنے راستے کا کانٹا وہ بیچارہ خود ہے نجمہ تو خیر ایک بلند ہندوستانی لڑکی ہے مگر میرے خیال میں تو وہ ایسا قابل رحم شخص ہے کہ اس میں کسی اوسط درجے کی لڑکی کے لیے بھی کوئی کشش نہیں ہے کوئی لڑکی کسی بیوقوف مرد کو پسند نہیں کر سکتی"۔

تارا نے بات کاٹ کر کہا "مگر بھائی جان آپ تو ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ لڑکیوں کا محبوب ترین شغل یہ ہے کہ وہ لڑکوں کو بیوقوف بناتی رہیں"۔

جمال نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا "او ہو تم غلط سمجھیں۔ بیوقوف بنانا دوسری چیز ہے اور بنے بنائے بیوقوف کو پسند کرنا بالکل دوسری چیز ہے لڑکیاں تو اچھے خاصے عقلمند لڑکوں کو بیوقوف بنا کر خوش ہوتی ہیں اور جب بیوقوف بنا لیتی ہیں تو ان سے کترا جاتی ہیں یعنی جو ان کے بنانے سے بیوقوف بن جائیں انکو بھی وہ علم طور

پر پسند نہیں کرتیں بلکہ مار کھاتی ہیں ان سے جو اُلٹا ان ہی کو بیوقوف بنا کر رکھ دے۔"

تارا نے جیالا سے پوچھا "بھائی جان آپ کی تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی آپ کو یہ تجربے کیونکر حاصل ہوئے۔"

جمال نے ولائتی نخرے سے کہا "بھولی گڑیا۔ شادی ہو چکتی تو پھر تجربے کیسے حاصل ہوتے دوسرے تمہارے اس ہندوستان میں تو کسی کو اس قسم کے نازک مطالبوں کا موقع ہی نہیں ملتا۔ یہاں کے مرد سب بیل اور عورتیں کچھ گائیں اور کچھ بکریاں ہیں بس اسی سے سمجھ لو کہ ہندوستانی لڑکیوں کو بہترین قسم ہے وہ جس کا ایک نمونہ نجمہ ہیں مگر وہ مبتلا ہیں پردے میں نماز میں روزے میں ڈوپٹے میں اور خدا جانے کتنے معاشرتی اور مذہبی توہمات ہیں اگر نجمہ ولایت میں ہوتی تو جانتی ہو کیا ہوتی۔"

تارا نے شرارتاً کہا "فلم اسٹار۔"

جمال نے اس چوٹ کو سنجیدگی کا رنگ دے کر کہا "فلم اسٹار؟ تم فلم اسٹار کو سمجھتی کیا ہو۔ فلم اسٹار تو وہ شخصیت ہو سکتی ہے جس پر ایک ملک اور ایک قوم کو ناز کرنا چاہیے۔ جو تاریخ بناتی ہے جو اپنے ملک کی زبان ہوتی ہے۔ نجمہ میں فلم اسٹار بننے کی کافی صلاحیت موجود ہے مگر یہاں تو آرٹ میں بھی شرم آتی ہے ایسا مہمل واہمہ ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر ناک کٹنے لگتی ہے ولایت میں اس قسم کی بودی ناکیں نہیں ہوتیں اور نہ شرافت کا کوئی تعلق ان باتوں سے ہے یورپ میں یا امریکہ میں ایک فلم اسٹار کو مرتبہ حاصل ہوتا ہے جو اس ہندوستان میں لیڈروں اور پیروں کو بھی حاصل نہیں۔ لوگ صحیح معنوں میں پرستش کرتے ہیں۔ آٹوگراف بک پر ایک ایک فلم اسٹار کے دستخط لینے کے لیے مہینوں اُمیدواری کرنا پڑتی ہے اور وہاں وہی شخص بارسوخ سمجھا جاتا ہے جس کی آٹوگراف بک پر زیادہ سے زیادہ فلم اسٹارس کے دستخط ہیں خود میں نے اس عرصہ میں ایک سو آٹھ فلم اسٹارس کے دستخط حاصل کیے۔"

تارا نے اس گفتگو سے الجھ کر کہا "خیر آپ تو بارسوخ مان ہی لیے گئے ہوں گے
مگر ہمارے یہاں جو یہ نیا فلم اسٹار پیدا ہوا ہے۔ اس کے دستخط حاصل کرنے کا کیا
طریقہ ہوگا؟"

جمال نے ہنستے ہوئے "شرف سے اب دوستی گانٹھی جائے گی۔ بیبل اور ڈنیل
دونوں کا دوست بنایا جائے گا اور تم جو آج اس کے لیے اپنے دل میں انتقام کا
دوزخ لیے بیٹھی ہو تم ہی اس کو اپنی اس چھوٹی سی سوسائٹی کا ہیرو تسلیم کرو گی رضیہ
اور ناہید سب اس کا کلمہ پڑھیں گی البتہ اس نمازی لڑکی نجمہ کے متعلق میں نہیں کہہ سکتا
کہ اس کا طرز عمل کیا ہوگا"

تارا نے حقارت سے کہا "خیر مجھے تو آپ معاف ہی رکھیے جس سوسائٹی میں شرف
ایسا شخص شامل ہو جائے وہ اس قابل نہیں ہو سکتی کہ ہم بھی اس میں شامل رہیں"

جمال نے سمجھاتے ہوئے کہا "تم کو اشتعال کے باوجود اپنا تفریحی شعور برقرار رکھنا
چاہیے یاد رکھو کہ انتقام ہمیشہ اپنے مخاطب صحیح سے لیا جاتا ہے اگر تم نے شرف سے انتقام
لیا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تم اور وہ دونوں ایک ہی سطح پر ہو بلکہ وہ شاید کچھ بلند ہے
اس لئے تم انتقام لینے پر مجبور ہو مجھے تعجب ہے کہ اس موٹی سی بات کو نجمہ بھی نہ سمجھیں"

تارا نے کہا "جی نہیں وہ تو بہت ہنس رہی تھیں۔ ان تمام باتوں کو تماشہ کہہ رہی
تھیں اور جو اس کی ترکیب کامیاب ہو جائے تو خود تماشہ بن کر ہنسی کی جگہ رونا پڑے"

جمال نے اپنی ہائیٹ کیپ اٹھاتے ہوئے تارا کی پیٹھ پر ایک ہاتھ مارا اور کہا۔
انگریزی کی ایک مثل ہے کتے بھونکتے ہیں اور کارواں گزر جاتا ہے۔ ایسی ہی ایک
مثل میں نے ہندوستانی یا فارسی میں بھی سنی ہے"

تارا نے کہا "جی نہیں۔ مہ نور می فشاند وسگ بانگ می زند"

جمال نے جاتے ہوئے کہا "ہاں۔ ہاں۔ یہی ہے۔ بہرحال کل کا جشن دیکھنے والا

ہوگا کل جمیل کے یہاں بڑا لطف رہے گا۔ تم لوگوں کے علاوہ اسکی اور بھی بہت سی سہیلیاں آرہی ہیں میں شرف کو بھی پکڑ لاؤں گا۔ جاؤ تم جمیل کے لیے سالگرہ کا تحفہ تیار کرو۔" یہ کہتا ہوا جمال نکل گیا اور تارا کو واقعی تحفہ کا ہوش اب آیا۔

(۹)

جمیل کو بھلا پردے سے کیا تعلق اس نام کی کوئی چیز نہ اس کی معاشرت نے سکھائی نہ اس کے ماحول نے دکھائی مگر آج اس کی سالگرہ کی پارٹی میں نہ صرف یہ کہ پردہ کا نہایت سخت انتظام تھا بلکہ اس نے اپنے کسی مرد دوست کو سوائے جمال کے مدعو ہی نہ کیا تھا۔ تاکہ نجمہ اور تارا، رضیہ اور ناہید کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ البتہ اسکی آٹھ دس یوروپین سہیلیاں ضرور تھیں۔ دراصل یہ سالگرہ تو ایک بہانہ بن گئی تھی وہ تو یوں بھی جمال کی بہنوں اور اس کی سہیلیوں کو بلانا چاہتی تھی بلکہ سالگرہ کی پارٹی کے متعلق تو وہ خود کہا کرتی تھی کہ معلوم نہیں وہ لوگ کون ہوتے ہیں جو پریزنٹ جمع کرنے کے لیے سالگرہ کی پارٹیاں کیا کرتے ہیں یہ بہت ہی چھچھوری سی بات معلوم ہوتی ہے مگر اسی چھچھوری بات کے لیے ڈینیل اور جمال نے اس کو ایسا مجبور کیا کہ اسے خود اپنا اعتراض اپنے سر اوڑھنا پڑا۔

پارٹی میں پردے کا اس سختی سے انتظام دیکھ کر پہلے تو اس کی ہم وطن اور ہم قوم عورتیں بلکہ تو بہ عورتوں نے نہیں لیڈیز نے نہایت تعجب کیا مگر جب جمیل نے نجمہ۔ تارا۔ رضیہ اور ناہید سے غائبانہ تعارف سب کا کرا دیا تو سب کو ان سب کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا۔ اور یہ اشتیاق اس لیے زیادہ نہ بڑھ سکا کہ ٹھیک وقت پر یہ چاروں لڑکیاں پارٹی میں پہونچ گئیں۔ نجمہ آج سچ مچ اس اجتماع کی ملکہ معلوم ہوتی تھی۔ اس کا سرخ و سفید رنگ تیکھا نقشہ۔ غزالی آنکھیں جن میں وہ چمک بھی تھی جو ایک خالص ہندوستانی لڑکی میں پائی جاتی ہے اور جس کو بڑی بوڑھیاں "آنکھ کا پانی" کہتی ہیں۔ اگر ذرا بھی کسی ہندوستانی

لڑکی کی نظر جھکے تو اس کے متعلق فوراً یہ فیصلہ کر دیا جاتا ہے کہ آنکھ کا پانی مر گیا ہے۔ مگر نجمہ کی آنکھ کا پانی بفضلہ بقید حیات تھا۔ اس دلکش شکل و صورت کے علاوہ اس کا دلآویز تبسم اور لباس میں اس کی سادہ پرکاری دیکھ کر سب ہی نقش حیرت سے سفید کا مزار ہو تا۔ کانوں میں سفید رنگ کے بندے۔ اس سفیدی نے پارٹی کے تمام رنگوں پر پانی پھیر کر رکھ دیا۔ کوئی صورت دیکھ کر آئینہ بن گئی۔ کسی کو اس کی سادگی نے موہ لیا کسی پر تبسم کی بجلی گری۔ کسی پر اخلاق کا جادو چلا۔ مختصر یہ کہ وہ آئی۔ اس نے دیکھا اسکو دیکھا گیا اور پھر سب اسی کے تھے۔ پارٹی پر چھائی ہوئی تھی گو بظاہر بچھی جاتی تھی میل نے ان چاروں کو تمام لیڈیز سے ملایا۔ اس کے بعد دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں مگر جمال نہ آج آتے ہیں نہ کل۔ آدھ گھنٹے سے ایک گھنٹہ ہوا اور اسی طرح مقررہ وقت جب ڈیڑھ گھنٹے کے قریب انتظار کے نذر ہو چکا تو ڈنٹیبل نے ایک تجویز پیش کی۔

"میری رائے میں اس پارٹی کو اب ایک احتجاجی جلسہ میں تبدیل کر دیا جائے جس میں جمال کے خلاف عدم اعتماد اور لعنت کا رزولیوشن منظور کیا جائے۔"

سب نے اس رائے کی تائید کی تاکہ وقت اسی طرح گذر رہے۔ دراصل یہ بھی انتظار کی ایک دلچسپ صورت تھی۔ بیبل نے باقاعدہ کھڑے ہو کر کہا۔

"معزز خواتین! میں اس پارٹی کو ایک احتجاجی جلسہ کی صورت میں منتقل کرنے کا اعلان کرتی ہوں اور تجویز کرتی ہوں کہ یہ جلسہ مس نجمہ کی صدارت میں فوراً شروع کر دیا جائے۔"

ناہید نے کھڑے ہو کر نہایت فصیح و بلیغ انگریزی میں ایک مختصر سی تقریر کے ساتھ اس تجویز کی تائید کی اور تالیوں کی گونج میں نجمہ کو ایک سب سے علیحدہ کرسی پر آنا پڑا جو کرسی صدارت بنا دی گئی تھی۔ نجمہ نے مسند آرائے صدارت ہوتے ہی

جو خطبہ صدارت ارشاد فرمایا نہ اس کی کوئی تیاری تھی نہ کوئی مسودہ، جو کچھ تھا
فی البدیہ تھا۔ بات مذاق کی تھی مگر مذاق ہی مذاق میں نجمہ نے تقریباً پندرہ منٹ
تک ایسی لاجواب تقریر کی کہ کیا کوئی مشتاق خطیب ایسی تقریر کرے گا۔ اس کی اس
تقریر میں انگریزی ادب کی نہایت لطیف خوبیاں تھیں۔ مزاح تھا۔ دلائل تھے اور
بھر روانی اس بلا کی تھی کہ تمام انگریز عورتیں تو حیران رہ گئیں کہ یہ پردہ کرنے والی
شلوار اور دوپٹہ اوڑھنے والی ہندوستانی لڑکی ایسا پاکیزہ ذوق ادب بھی رکھتی
ہے اور وہ بھی اپنی زبان کا نہیں بلکہ انگریزی زبان کا اس نے واقعی اس مذاق
ہی میں سب کو مسحور کر دیا۔ اس کی تقریر ابھی نہ معلوم کہاں تک جاتی کہ عین اسی
وقت جمال اور ان کے ساتھ شرف آ پہونچے اور ان کے خلاف کا ووٹ "شیم شیم" کے نعروں
میں ان ہی کے سامنے منظور ہوا۔ مگر اب جلسہ کی صورت باقی نہ رہی اور جمال نے شرف
کو آگے بڑھا کر کہا۔

حالانکہ یہ لنگ نہیں ہیں مگر میرا عذر آپ ان ہی کو سمجھئے۔"

ییبل نے کہا۔" یہ غلط ہے کوئی کسی کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔"

جمال نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔" دراصل ذمہ دار آپ۔ آپ کی قدم اور
آپ کی قوم کا لباس ہے۔ شرف صاحب سے پوچھ لیجیے کہ محض ٹائی باندھنے میں
ان کو کتنی دیر لگی ہے۔"

شرف نے حماقت آمیز سے کہا۔" بات یہ ہے کہ مہارت نہیں ہے نا میں ذرا کم
پہنتا ہوں انگریزی لباس۔"

اس بات پر اور بات کہنے کے انداز پر مسکراہٹیں تو سب کے چہرے پر پیدا
ہو گئی تھیں۔ کچھ غلط انگریزی کا لطف لے رہی تھیں اور کچھ ان کے ہونے سے
مگر جمال پر قیامت کی سنجیدگی طاری تھی۔ اس نے اسی متانت سے کہا۔

شرف بھائی تو اس تصنع کے قائل ہی نہیں ہیں سانہ ان کو عورتوں کی طرح بناؤ سنگار آتا ہے مگر میں نے آج ان کو سوٹ پہنوا ہی دیا۔"

شرف نے بھی جلدی سے کہا: "نہیں خیر پہن تو پہلے بھی چکا ہوں مگر ذرا کم پہنتا ہوں مجھے کچھ الجھن سی ہوتی ہے اس لباس سے۔"

بیبل نے جلدی سے کہا: "معاف کیجیے گا آپ اردو میں بات چیت کریں تو شاید ہم لوگ بھی کچھ سمجھ سکیں۔"

باوجود متانت کے مجمع سے اب ہنسی ضبط نہ ہو رہی تھی آخر وہ نماز کے لیے اٹھ کر چلی گئی شرف نے حد نظر تک اس کا تعاقب کیا۔ آخر بیبل سے مخاطب ہو کر کہا۔ "کیا آپ انگریزی نہیں سمجھتیں؟"

جمال نے فوراً کہا۔ آپ دراصل خط استوا کی رہنے والی ہیں۔ وہاں کی ملکی زبان اردو ہی ہے اور انگریزی بولنا یا پڑھنا تو جرم کا درجہ رکھتا ہے۔"

شرف بڑے چلتے پرزہ سہی مگر اس وقت تو اچھے خاصے بیوقوف بن رہے تھے بڑی حیرت سے کہا: "خط استوا کی رہنے والی سے کیا مطلب؟"

ڈینیل نے اردو میں کہا۔ انگلستان کا جو حصہ خط استوا پر واقع ہے اسکو انگلستان نہیں بلکہ خط استوا ہی کہتے ہیں۔

شرف نے سمجھتے ہوئے کہا: "اچھا" یہ بات ہے۔ میں تو اسی لیے انگریزی بول رہا تھا کہ شاید آپ اردو نہ سمجھ پائیں۔"

جمال نے ہنستے ہوئے کہا: کیا خوب۔ حالانکہ ان کا تو ایسا اچھا اور اتنا پاکیزہ اردو شاعری کا ذوق ہے کہ جب میں نے ان سے آپ کا تذکرہ کیا کہ آپ شعر بھی کہتے ہیں تو میرے سر ہو گئیں کہ کسی طرح آپ کو لے آؤں۔"

شرف نے نہایت انکساری کے ساتھ کہا۔ میں کس قابل ہوں کبھی کبھی کچھ بک

لیا کرتا ہوں۔

ڈینیل نے بغیر سوچ کہا "تو کچھ بکئے نا"

اس پر سب نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا اور ڈینیل حیران رہ گئی کہ وہ کیا کہہ گئی ہے مگر جمال نے فوراً اس صورت کو سنبھالا "یہ ہوتا ہے نتیجہ دوسرے کی زبان بولنے کا۔ شرف صاحب نے تو خاکساری کے ساتھ کہا تھا کہ بک لیتا ہوں مگر آپ سمجھیں کہ اردو میں شعر پڑھنے کو بکنا ہی کہتے ہیں"

یمبل نے کہا "تو یہ بیچاری کیا جانیں اردو میرے ساتھ رہتے رہتے اتنی بھی آ گئی ہے ان کو معاف کر دیجیے گا شرف صاحب"

شرف نے نہایت اخلاق سے کہا "تو اس میں بات ہی کیا ہوئی میں نے تو برا بھی نہ کیا تھا بلکہ آپ سب کے ہنسنے پر میں سمجھا کہ شاید مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے" اس پر سب مارے ہنسی کے بیتاب ہو گئے مگر اس وقت جمال نے محسوس کیا کہ یمبل کی باقی مہمان لیڈیز کو شاید الجھن ہو رہی ہو۔ لہذا اس گفتگو کا رخ بدل کر کہا "شرف صاحب کا کلام تو بعد میں ہوتا رہے گا مگر چائے وغیرہ کو اس بہانہ سے ٹالنا عجیب مہمان نوازی ہے"

یمبل نے مسکراتے ہوئے کہا "آپ کو تو چائے کے تقاضے کا کوئی حق نہیں ہے آپ خود وقت ٹال کر آئے ہیں مگر چونکہ آپ ایک نہایت دلچسپ ضامن ساتھ لائے ہیں لہذا آپ کے ساتھ یہ رعایت ہو سکتی ہے کہ نجمہ نماز پڑھ کر آجائیں تو آپ کو چائے مل جائے گی"

جمال نے طنزاً کہا "بشرطیکہ انھوں نے وظیفہ شروع نہ کر دیا"

یورپین خواتین وظیفہ کا مفہوم کیا سمجھتیں مگر خود جمال کو سمجھانے کا موقع نہ مل سکا اس لیے کہ نجمہ عین اسی وقت آگئی جب کہ جمال نماز اور وظیفہ کے متعلق کچھ گل افشانی فرمانے والے تھے نجمہ کے آتے ہی یمبل نے سب کو چائے کے لیے چلنے کو کہا اور یہ

ساری جماعت لان کے اس حصہ میں پہونچ گئی جہاں چائے کا انتظام تھا چائے کے ساتھ ہنسی مذاق بھی جاری رہا کبھی شرف کے چمچے سے چائے پینے کا منظر دوسروں کو چائے پینے سے روک دیتا تھا۔ تو کبھی جمال کی سنجیدگی پر ہنسی قابو سے باہر ہو جاتی تھی۔ اور کبھی کبھی اپنی اس حرکت پر سب کو ہنستا دیکھ کر شرف کا اخلاقاً ہنسنا ایک تماشہ بن جاتا تھا۔ مختصر یہ کہ ان ہی دلچسپیوں کے ساتھ چائے کا دور ختم ہوا تو سب نے جیل کو سالگرہ کی مبارکباد کے ساتھ ہی ساتھ اپنے تحفے دیئے۔ اب ایک دوسرے کا تحفہ دیکھنے کے لیے سب ہی بےچین تھے۔ سب سے پہلے جیل کی ایک یوروپین سہیلی مسز مارس نے ایک مخملی بکس پیش کیا جس میں چاندی کا ایک خوبصورت کنگھا تھا۔ اس کے بعد دوسرے اسی قسم کے تحائف پیش ہوئے۔ تارا کافی سٹ لائی تھی۔ رضیہ گلدان اور۔ ناہید قلمدان لائی تھی۔ جمال نے بہت اصرار کیا کہ پہلے بجبہ اپنا تحفہ پیش کریں اس کے بعد میں اپنا پرائز دکھاؤں گا مگر سب نے جمال کو مجبور کیا کہ آپ نے جو تیر مارا ہے آخر اسے کیوں چھپائے ہوئے ہیں آخر جمال نے ایک پیکیٹ کھول کر ایک چاندی کا فریم نکالا جس میں شرف کی تصویر لگی ہوئی تھی اس تحفہ کو جیل نے شرارت سے لیکر جمال کا بیحد شکریہ ادا کیا کہ آپ نے یہ تحفہ نہیں دیا بلکہ احسان کیا ہے"

جمال نے شرف کی طرف مخاطب ہوتے کہا۔ "شرف بھائی وہ مصرعہ کیا ہے دل کے بہلانے۔ شرف نے قابلیت جتانے کے لیے جلدی سے مصرع پورا کر دیا" دل کے بہلانے کی صورت ہو گئی"

اس پر دیر تک سب ہنستے رہے مگر شرف نے انکساری کے ساتھ کہا "اس سے بھلا آپ کا دل کیا بہل سکتا ہے"

تارا سے اب ضبط نہ ہو رہا تھا۔ اس نے آخر کہہ ہی دیا "اس فریم میں جمال بھائی کی تصویر ہوتی تو ایک بات بھی تھی"

تارا کی اس بات پر میبل تو دنگ رہ گئی۔ جمال اور باقی سب بھی چپ ہو رہے مگر شرف کا تنہا اور بے ڈھنگا قہقہہ گونج کر رہ گیا۔ آخر نجمہ نے بڑھ کر میبل کے سامنے اپنا تحفہ پیش کرتے ہوئے کہا" یہ کلام مجید کا ایک انگریزی نسخہ ہے۔ آپ ضرور اسکی قدر کریں گی"
میبل نے تو واقعی بڑی قدر سے اس تحفہ کو قبول کیا مگر جمال نے ہنستے ہوئے کہا" مجھے معلوم ہوتا تو میں بھی جائے نماز پیش کرتا"

بیلا نے برجستگی سے کہا۔ "اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی شاید خود ہی کرتے جمال میں یہ بھی پوچھتی ہوں کہ تم آخر اپنے مذہب سے اس قدر بیگانہ کیوں بن گئے ہو۔ یہی تو کہ تمہارے ایسے لوگ ہمارے ملک کو اس طرح بدنام کرتے ہیں کہ لندن جا کر ایسے ہو گئے حالانکہ لندن کسی کو بے دین ہوتا نہیں سکھاتا"

جمال نے خالص انگریز بن کر کہا" حیرت ہے کہ سوشلسٹ ہو کر تم یہ کہہ رہی ہو۔ میں تو ایک سرے سے مذہب کے تخیل ہی کو اپنے سے بیگانہ سمجھتا ہوں اور میری سمجھ میں اب تک ان بی ملانی نجمہ کی یہ نمازیں نہیں آئی ہیں۔

نجمہ نے چپکے سے کہا" اللہ آپ کو سمجھ دے"

جمال نے اس بات کو سن لیا اور اس تازیانے پر بلبلانے کے بجائے مسکرا کر کہا" خدا نہ کرے کہ میں اتنا ناسمجھ ہو جاؤں"

نجمہ شاید اس کا کوئی سخت جواب دینے والی تھی کہ شرف نے میبل کے قریب جا کر چپکے سے کچھ کہا اور اس تمام اجتماع کو وہ بات معلوم کرنے کی فکر دامنگیر ہو گئی جو شرف نے سب سے چھپا کر کہی تھی۔ آخر جمال نے تقاضا کر ہی دیا "یہ کیا سرگوشیاں شروع ہو گئیں؟"
میبل پہلے ہی سے ہنسی کے مارے بیتاب ہو رہی تھی۔ اس نے بمشکل ہنسی کو روک کر کہا" شرف صاحب واقعی بہت ہی قابل قدر چیز ہیں"
جمال نے بات کاٹ کر کہا" چیز بھی بہت خوب کہا ـــ ہاں تو بات کیا تھی؟"

جمیل نے کہا: "آپ نے بہت شرمندگی کا اظہار فرمایا ہے کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ پارٹی میں آنے والوں کو کچھ نہ کچھ دینا چاہیے ورنہ میں ضرور کچھ ساتھ لاتا اور وعدہ فرمایا ہے کہ کل کوئی اچھی سی چیز لے کر آئیں گے۔"

اس پر باقی تو سب ہنس دیئے مگر شرف نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا: "یہ بات جمال کو بتا دینا چاہیے تھی کہ یہاں کا دستور ہے مگر خیر میں کل سویرے ہی کچھ حاضر کروں گا۔"

جمیل نے کہا: "شرف صاحب آپ کی یہ بات ہی ایک تحفہ ہے۔ اب آخر اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔"

جمال نے گویا شرف کی حمایت کرتے ہوئے کہا: "کیا خوب آپ کا یہ مطلب ہے کہ گویا تحفہ دیا ہی نہ جائے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ ضروری ہے کہ تحفہ معہ پارٹی کے دیا جائے تو اس کا بھی انتظام ہو جائے گا۔"

شرف نے جلدی سے کہا: "ہاں ہاں۔ یہ تو اور مناسب ہے کل ہی سہی۔"

جمال نے دن اور وقت کا تعلق اپنے ذمہ لیا اور چونکہ دوسرے مہمان رخصت ہو رہے تھے لہذا اس مسئلہ کو فی الحال ملتوی کر دیا۔

(۱۰)

جمال کے والد مولوی عبدالاحد صاحب اپنے برادر معظم مولوی عبدالصمد صاحب کی طرح بالکل شرعی آدمی تو نہیں تھے مگر پھر بھی نماز پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اور لوگوں کا خیال یہ تھا کہ نماز کی اس پابندی میں خدا سے زیادہ بڑے بھائی کا ڈر تھا۔ بڑے بھائی نے ان کو باپ کی طرح تربیت دی تھی اور اب بھی اولاد سے زیادہ چھوٹے بھائی کی محبت ان کے دل میں موجود تھی۔ مولوی عبدالاحد کے پھانس بھی چبھ جائے تو اس کی کھٹک مولوی عبدالصمد صاحب کے دل میں ہوتی تھی۔ یہی حال چھوٹے بھائی

کا تھا کہ بوڑھے ہونے کو آئے تھے مگر کیا مجال کہ بڑے بھائی کے سامنے حقہ پی لیں یا بلند آواز میں ترکی بہ ترکی کوئی بات کہہ دیں بڑے بھائی تو بڑے بھائی تھے وہ نجمہ سے بھی اس قدر محبت کرتے تھے کہ شاید جمال کے ساتھ بھی اتنی محبت نہ تھی جمال کے ساتھ اکثر زیادتیاں کر جاتے تھے۔ ڈانٹ دیتے تھے۔ خفا ہو لیتے تھے مگر نجمہ کو تو کیا مجال کہ کوئی آدھ بات بھی ان کے سامنے کہہ دے۔ یہی وجہ تھی کہ آج نجمہ اور جمال کی نسبت کے سلسلہ میں ان کو اپنی بیوی سے الجھ جانا پڑا۔ ارجمند آرا کے منھ سے کہیں یہ بات نکل گئی تھی کہ جمال اور نجمہ کی طبیعتیں اب یکساں نہیں ہیں وہ شدت سے پردہ کی پابند ہے اور وہ پردے کا ویسا ہی مخالف۔ اسی طرح ولایت سے لوٹ کر اب وہ یہ چاہتا ہے کہ اسکی بیوی اسکی ہر دلچسپی میں شریک رہے اور نجمہ میں یہ بات پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ بس یہ سننا تھا کہ مولوی عبدالاحد آگ بگولا ہی تو ہو گئے۔

غالباً آپ کا خیال ہے کہ نجمہ آپ کے صاحبزادے کے سر منڈھی جا رہی ہے حالانکہ جمال کی ولایت سے واپسی اور اس واپسی کے بعد سے ان کے دماغی توازن کی ابتری کو دیکھ کر میں خود یہ سوچ رہا ہوں کہ وہ نجمہ کے قابل بھی ہیں یا نہیں۔"

ارجمند آرا نے کہا۔ "یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں۔"

عبدالاحد صاحب نے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "جی نہیں آپ یہ نہیں کہہ رہی ہیں بلکہ محض آپ جمال کی والدہ بن کر نجمہ کو اس کے لیے ناقابل ٹھہرا رہی ہیں اور میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ میں نجمہ کی شادی کسی ایسے لڑکے سے نہ کروں گا۔ جو میری بچی کی افتاد طبیعت پر ذرا بھی بار ہو۔ جمال کے لیے آپ شوق سے اپنے اور اس کی پسند کی تلاش کریں لڑکی مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں لیکن نجمہ کا نام اگر آئندہ اس سلسلہ میں لیا گیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

ارجمند آرا نے میاں کو غصے سے گرتا دیکھ کر کہا۔ "آپ پہلے میرا مطلب تو سمجھ لیں یہ

عبدالاحد صاحب نے واقعی مشتعل ہو کر کہا "آپ کا مطلب میں خوب سمجھتا ہوں مجھے یہ بات دراصل آج ہی معلوم ہوئی ہے کہ آپ صرف جمال کی ماں ہیں۔ نجمہ کی کوئی بھی نہیں۔ مگر کان کھول کر سن لیجئے کہ میرے لیے نجمہ سے زیادہ دراصل جمال بھی نہیں ہے۔"

عین اسی وقت کھنکھارنے کی آواز سے ان دونوں کو پتہ چلا کہ مولوی عبدالصمد صاحب تشریف لائے تھے لہذا عبدالاحد صاحب بھی سنبھل کر بیٹھ گئے اور ارجمند آرا نے بھی دوپٹہ درست کر کے بڑے ادب سے ان کو سلام کیا۔ عبدالصمد صاحب اشارے سے دعائیں دیتے ہوئے آرام کرسی پر بیٹھ گئے اور اپنا وظیفہ ختم کر کے بولے۔

"اچھا ہوا کہ میاں احد مل گئے۔ میں دراصل یہی چاہتا تھا کہ اس وقت یہ بھی موجود ہوں۔ ہر چند کہ یعنی میرا مدعا یہ ہے کہ حالانکہ مجھے میاں احد سے یا دلہن سے پوچھنے کی دراصل کوئی خاص وجہ نہیں مگر میں مشورتاً دریافت کرنا چاہتا تھا کہ عزیزہ تارا سلمہا کے لیے بھائی احسان مرحوم و مغفور کے لڑکے میاں عرفان کی نسبت اشارتاً مجھ کو دی گئی ہے لڑکا صالح بھی ہے اور بظاہر سعادت آثار بھی اس سال لاہور میڈیکل کالج سے فارغ التحصیل ہو کر نکلا ہے۔ بہر صورت میری رائے میں تو نسبت معقول ہے۔ اب تم لوگ بھی غور کر لو۔"

عبدالاحد صاحب نے نہایت سعادت مندی کے ساتھ کہا "اس خاص سلسلہ میں تو مجھے غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ جانیں اور آپ کا کام مگر میں چاہتا تھا کہ پہلے نجمہ کی فکر سے مجھ کو یکسوئی حاصل ہو جاتی۔"

عبدالصمد صاحب نے کچھ بھونچکا ہو کر کہا "نجمہ؟ یعنی یہی اپنی نجمہ نا؟ تو اس کے متعلق فکر کیا معنی؟ یعنی کس قسم کی فکر؟"

عبدالاحد صاحب نے کہا "فکر یہی ہے بھائی جان کہ لڑکی اب شادی کی عمر کو پہونچ چکی ہے خیال یہ تھا کہ لڑکا گھر ہی میں موجود ہے۔ مگر وہ صاحبزادے ولایت سے

بجو بٹ ہو کر واپس آئے ہیں۔ نجمہ جس حد تک بے زبان ہے۔ اس سے کہیں زیادہ حساس میں نے اس کی تربیت ہی کچھ اس طرح کی ہے کہ وہ اپنے ضمیر کے خلاف کسی مصلحت کی بھی قائل نہیں ہو سکتی اور کسی زبردستی کو ہرگز قبول نہیں کر سکتی۔

عبدالصمد صاحب نے الجھتے ہوئے کہا۔ استغفراللہ۔ یہ تم میں ہمیشہ کی عادت ہے کہ کسی معمولی سی گویا نہایت حقیر سی بات کا ذکر کرو گے۔ تو اس کو بھی اس قدر الجھا کر بیان کرو گے کہ سمجھنے والا کچھ بھی نہ سمجھ سکے۔ میں قطعاً نہیں سمجھا کہ تمہارا مدعا کیا ہے؟

عبدالاحد صاحب نے کچھ جھینپ کر کہنا شروع کیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ جمال جب سے ولایت سے واپس آیا ہے۔ وہ زمین پر پیر ہی نہیں رکھتا۔ نہ مذہب کا ہوش ہے نہ شریعت کی کوئی پروا۔ وہ تو ولایت جا کر شاید یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ خود بھی ولایتی ہو گیا ہے ایسی حالت میں نجمہ اس سے کیونکر خوش رہ سکے گی اور اگر اس نے عقد کے بعد یہ زبردستیاں شروع کیں کہ نجمہ پردہ چھوڑ دے۔ اس کے ساتھ کلب وغیرہ جائے اور اسی قسم کی دوسری لغویات تو اس کا کتنا ناگوار اثر اس معصوم بچی پر پڑے گا؟

عبدالصمد صاحب نے داڑھی پر ہاتھ پھیر کر غور کرنا شروع کیا۔ وہ ہمیشہ غور اسی طرح کیا کرتے تھے۔ دیر تک ہوں۔ ہوں کہتے رہے۔ اس کے بعد ذرا متبسم ہو کر فرمایا۔ نجمہ کو آپ نے بنایا بھی تو ہے عجیب معجون مرکب۔ یعنی صاحبزادی انڈر گریجویٹ بھی ہیں اور اس شدت سے نماز روزے کی پابند بھی۔ کالجوں کی تعلیم اور برقعہ۔ یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ نہایت سخت پردہ بہر حال میں جمال کی طرف سے اس حد تک مایوس نہیں ہوں۔ بلکہ بلکہ گویا ایک حد تک اس کا احسان مند بھی ہوں کہ اس نے ولایت جا کر ہم کو کسی یورپین بہو کا خسر ہونے سے محفوظ رکھا۔ رہ گئیں وہ تبدیلیاں جو تم کو اب نظر آ رہی ہیں۔ ان کو میں اس لیے غنیمت سمجھتا ہوں کہ میرے پیش نظر دوسرے آج کل کے نوجوان ہیں جو بغیر ولایت گئے ہوئے آپ سے باہر نظر آتے ہیں۔ ان کو تم جانتے

ہو گئے چودھری سخاوت علی کو؟"

عبدالاحد صاحب نے کہا "جی ہاں وہی ناں اسلامیہ کالج کے مولانا۔"

عبدالصمد صاحب نے فرمایا "ہاں ٹھیک ہے وہ تو تمھارے ساتھ کے پڑھے ہوئے بھی ہیں۔ کس قدر رسیدہ سادا مسلمان ہے بیچارہ۔ شاید کسی وقت کی نماز قضا ہوتی ہو شامت اعمال صاحبزادے گریجویٹ ہو گئے ہیں۔ بس کچھ نہ پوچھو کیا حال ہے مردود کا باپ سے انگریزی بولتا ہے۔ ان سے منھ ٹیڑھا کر کے بات کرتا ہے۔ میز پر کھانا نہ کھائے تو ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔ کموڈ نہ ہو تو اس ناشدنی کو قبض کی شکایت ہو جائے مولانا کی تنخواہ کا بہت بڑا حصہ سگار سینما۔ کلب اور نہ معلوم کن کن لغویات میں صرف کرتا ہے اور ایک اینگلو انڈین لڑکی سے آج ہی کل سول میرج ہونے والی ہے۔ اللھم احفظنا۔"

عبدالاحد صاحب نے کہا "مگر اس کے یہ معنی تو نہیں بھائی جان کہ اس کی مثال سامنے رکھ کر جمال کی لغزشوں پر نظر ہی نہ کی جائے۔"

عبدالصمد صاحب نے جلدی سے کہا "نہ نہ نہ میرا مطلب سمجھنے کی کوشش کرو میں تم کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ جمال ولایت سے واپسی پر اگر ایک بیوی ساتھ لے آتا تو تم یا ہم کیا کر سکتے تھے۔ ولایت سے اگر خدانخواستہ شراب۔ اخ تھو کی لت لگا آتا تو ہمارے پاس کیا چارہ تھا۔"

عبدالاحد صاحب نے جوش کے ساتھ فرمایا "چارہ یہ تھا کہ پھر ہم سے اس کو کوئی سروکار نہ ہوتا۔"

عبدالصمد صاحب نے زانو پر تنا تنا ہاتھ مار کر کہا "یہ۔ یہ مگر عزیزمن اس نے یہ باتیں نہیں کیں۔ وہ لباس کی چند معمولی تبدیلیوں اور ولایتی آب و ہوا کی چند جزوی تبدیلیوں کے سوا در اصل جیسا گیا تھا ویسا ہی واپس آگیا اور یہ سب کچھ میری دعاؤں کا

نتیجہ ہے کہ جس حد تک اس کو گمراہ ہونا چاہیئے تھا وہ نہیں ہوا۔ الحمد للہ نہیں ہوا۔"

عبدالاحد صاحب نے کہا۔ "آپ اس کو جزوی بات کہتے ہیں معمولی تبدیلیاں سمجھتے ہیں اس کو تو ایک سرے سے اپنا ہندوستانی ہونا تو درکنار مسلمان ہونا بھی یاد نہیں رہا ہے۔"

عبدالصمد صاحب نے متبسم ہو کر کہا۔ "تو برادر من تم کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ ولایت گیا تھا حج کرنے نہیں گیا تھا کہ وہاں سے صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو کر اور باشرع مسلمان بن کر واپس آتا۔ ابھی واپس آیا ہے کچھ دنوں میں یہ سارا ولایتی اثر دور ہو جائے گا کیا تم سمجھے ہوئے تھے کہ ولایت سے سر منڈائے داڑھی بڑھائے۔ لمبا کرتا اور شرعی پاجامہ پہنے۔ تسبیح پھیرتا واپس آئے گا۔"

یکایک پچھلے کمرے سے ہنسنے کی آواز "کھی کھی کھی" اس زور سے آئی۔ مولوی عبدالصمد صاحب کو بھی خاموش ہو کر اس طرح متوجہ ہونا پڑا اور ان کی آواز کون ہے؟ پر تارا آخر کمرے سے ہنستی ہوئی باہر نکل آئی اور ادب سے سلام کر کے ایک طرف بیٹھنا چاہتی تھی کہ عبدالصمد صاحب نے اس کو اپنے قریب بلاتے ہوئے کہا۔

"یہ آج تو اتنی دیر سے تھی کہاں بھئی تو ہے بڑی بیوقوف لڑکی ہزار دفعہ کہا کہ بیٹی اپنی آنکھوں کا علاج کر ڈال ایک آنکھ چھوٹی ایک بڑی ہے کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا۔"

تارا نے سچ مچ لجا کر کہا۔ "ادں بھی نہیں۔"

عبدالصمد صاحب نے اس کی پیٹھ پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔ "اور وہ یاد ہے تجھے جو تو مجھ کو کہا کرتی تھی بڑے ابا کا منہ بھی بڑا ہے اور حلوہ بھی تمام بڑے سے پیٹ میں جلدی جلدی رکھ لیتے ہیں۔ مجھے تو بھئی الگ دے دو۔ کیوں ری۔ بتا تو ہی اب تو۔"

تارا نے جھینپ کر کہا۔ "مجھے نہیں یاد۔"

عبدالصمد صاحب نے اس کو ٹالنے کے لیے کہا۔ "اچھا جا کر میرے لیے چائے تو لا۔"

جس کی اتنی بڑی بیٹی ہو۔ وہ بغیر چائے کے رہے۔ چھی چھی چھی؟

تارا ہنستی ہوئی "ابھی لائی" کہہ کر وہاں سے چلی گئی تو عبدالصمد صاحب نے اسکی غیر حاضری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا "تو میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ خیر جمال کی طرف سے تو مطمئن رہو۔ مگر تارا کی اس نسبت کے متعلق میں بھی غور کر رہا ہوں اور تم دونوں بھی سوچ لو۔ فی الحال تو مجھے جو اطلاعیں لڑکے کے متعلق ملی ہیں۔ وہ سب تسلی بخش ہیں مگر اس کے باوجود مزید تحقیق کی ضرورت ہے"

عبدالاحد صاحب تو واقعی تارا کی نسبت کے سلسلہ میں بے فکر سے تھے مگر انکی بیگم صاحبہ کو صرف اسی گفتگو سے دلچسپی ہو رہی تھی۔ جیٹھ سے زیادہ بے تکلف تو نہ تھیں مگر پھر ان سے نہ رہا گیا اور پوچھ ہی بیٹھیں "لڑکے کے ماں باپ لکھنؤ میں ہیں۔

عبدالصمد صاحب نے کہا "ماں تو مر چکی ہیں مگر خالہ یہیں لکھنؤ میں موجود ہیں انہی کی دراصل اسکی ماں ہیں۔ اولاد کی طرح پالا ہے اور دریا دلی کے ساتھ تعلیم دلوائی ہے ان کا ارادہ خود اپنی لڑکی سے نسبت کرنے کا تھا۔ مگر اس بیچاری کا انتقال ہو گیا ہے اور باپ کو جو تم نے پوچھا تو شاید میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں بھائی احسان مرحوم یعنی مرحوم کہنے کے بعد پھر یہ سوال ہی عجیب ہے تو بہر حال... آخاہ بیٹی چائے لے ہی آئی"

چائے آنے کے بعد یہ بحث ختم ہو گیا اور چائے نوشی کے بعد اذان کی آواز سن کر دونوں بھائی باہر چلے گئے

دراصل ان دونوں بزرگوں کی یہ تمام گفتگو صرف تارا ہی نے نہیں سنی تھی بلکہ تارا اور جمال دونوں کان لگائے ہوئے سن رہے تھے جمال کو یہ بات اچھی نہ معلوم ہوتی تھی مگر تارا اس کو یہ کہہ کر بہلا دلاتی تھی کہ ع

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا افسانہ کیا

چنانچہ اس نے اپنے متعلق ان دونوں بزرگوں کی رائے اس طرح معلوم کر لی اور نہ

شاید اسکے منھ پر اس صفائی سے یہ دونوں بہنیں اس قدر بے لاگ تبصرہ نہ کرتے۔ آخر
اس وقت اسکی اور تارا کی ہنسی ضبط نہ ہو سکی۔ جب مولوی عبدالصمد صاحب حلیہ پیش
کر رہے تھے جس میں منڈھے ہوئے سر اور لمبی داڑھی کے ساتھ شرعی پاجامے اور
لمبے کرتے کا ذکر تھا۔ جمال نے اپنے متعلق آج پہلی مرتبہ سنجیدگی سے اس بات پر
غور کیا کہ اس کے اور نجمہ کے درمیان جو تضاد موجود ہے اس کے باوجود نجمہ میں وہ
کون سی کشش ہے جو اس کو نجمہ سے مایوس نہیں ہونے دیتی۔ اگر یہ کشش محض نجمہ کے
حسن کی وجہ سے تھی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ دراصل کشش نہیں بلکہ وہ قریب
کشش ہے جو ہر حسن میں ہر نوجوان کے لیے ممکن ہے اور اس کی زندگی وہیں پر ختم
ہو جاتی ہے جہاں یہ کشش اتصال کی صورت اختیار کرے۔ مگر شادی تو ایک ایسا مستقل
اتصال ہے کہ اس کے بعد پھر آدمی جدائی کی تمنا بھی مشکل ہی سے کر سکتا ہے۔ زندگی کے
اس ساتھ کو اس قسم کے وقتی جذبات سے بالاتر ہونا چاہیئے۔ صرف حسن اور حسن پرستی
ہی کے سہارے یہ گاڑی نہیں چل سکتی بلکہ اس کے لیے کچھ اور بھی ہونا چاہیئے۔ اب
سوال یہ تھا کہ وہ "کچھ" کس حد تک یہاں موجود تھا۔ وہ نجمہ کی افتاد طبیعت سے واقف
تھا اور اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ وہ بہت مضبوط ارادوں کی لڑکی ہے اپنے ضمیر کے خلاف
اس میں ذرا بھی لوچ ناممکن ہے۔ اس کے یہ مذہبی مشاغل صرف دنیاداری نہیں ہیں۔
وہ نماز اس لیے نہیں پڑھتی ہے کہ یہ بھی ایک پروگرام ہے بلکہ اس نے نماز اس وقت
شروع کی ہوگی جب نماز ترک نہ کرنے کا ایک آہنی ارادہ کر چکی ہو۔ وہ پردہ
اس لیے نہیں کرتی تھی کہ یہ بھی کوئی مشرقی رواج ہے بلکہ پردے کے لیے اس
کے پاس خدا جانے کتنے مستحکم اور مسکت دلائل ہوں گے۔ اب جمال کے لیے صرف ایک
صورت تھی کہ وہ خود اپنا جائزہ لے کر کسی نتیجے پر پہونچے کہ وہ نجمہ کی ایسی پابند صوم و
صلوٰۃ اور پردہ دار بیوی کے ساتھ اپنی مغرب پرستانہ زندگی بسر بھی کر سکتا ہے یا نہیں

اس میں شک نہیں کہ جمال کے لیے یہ فیصلہ نہایت دشوار تھا۔ بچپن سے نجمہ اس پر طاری
رہی جوانی نے اپنے شعور کے ساتھ ہی ساتھ نجمہ کو اس کے لیے کچھ اور ہی بنا دیا۔ اس نے
نجمہ کو ہمیشہ اپنا سمجھا اور اپنے اس تصور تک کی ہمیشہ نہایت محبت سے پرستش کی مگر
اب اس کو اپنا اور نجمہ کا راستہ الگ الگ نظر آ رہا تھا۔ نجمہ اس کی شریک زندگی بنکر بھی
نماز پڑھے۔ روزے رکھے۔ پردہ کرے۔ برقعہ پہنے۔ اس تصور ہی سے وہ اپنے لندن
کے سلے ہوئے سوٹ کے اندر ہی اندر کانپ جاتا تھا۔ نجمہ اس کے بجائے کسی اور کی
ہو جائے اس خیال سے وہ اس طرح چونک پڑتا تھا۔ جیسے کوئی بچہ کسی خوفناک خواب
سے چونک پڑے۔ اس کے لیے یہ ناممکن تھا کہ وہ نجمہ کی طرف سے صبر کرے۔ پھر آخر
درمیانی صورت اور کیا ہو سکتی تھی۔ وہ جس قدر بھی سوچتا تھا اتنی ہی الجھتا جا رہا تھا
آخر اس نے ایک آخری فیصلہ یہی کیا کہ جو کچھ بھی ہو اور جس طرح بھی ہو وہ خود نجمہ سے
اس سلسلہ میں گفتگو کرے۔ ممکن ہے نجمہ ہی کوئی صورت بنا سکے یا اس گفتگو کرنے کے
بعد خود اس کو کسی نتیجہ پر پہونچنے میں آسانی ہو۔ اس نے تارا سے بھی اس سلسلہ میں گفتگو کی اور اس گفتگو
کے علاوہ تارا کو بھی سمجھایا کہ صرف وہی نجمہ سے گفتگو کر کے کسی نتیجہ پر پہونچنا نہیں چاہتا ہے
کہ تارا اور عرفان کو بھی باہمی تبادلۂ خیال کا موقع دیا جائے۔ تارا اس بات پر بہت
کچھ لجائی شرمائی سمٹی سمٹائی مگر جمال نے اس کو نہایت سنجیدگی کے ساتھ یہ بات سمجھا دی
کہ اب وہ وقت نہیں رہا ہے کہ والدین اپنی اولاد کو داؤں پر رکھ کر کوئی اندھا جوا
کھیل جائیں اور اس کا نتیجہ ہمیشہ جیت ہی کا ہو۔ اسی لیے ضرورت اس کی ہے کہ فریقین
ایک دوسرے کو خود بھی خوب اچھی طرح سمجھ لیں۔ آخر کار ایک دن جمال نے عرفان نجمہ
اور تارا کو پکنک پارٹی کے بہانے اپنے گھروں سے بہت دور پہونچا دیا۔ کیسی
پکنک اور کہاں کی کوئی تفریح مقصد تو یہ تھا کہ مستقبل کو روشن یا تاریک بنانے
کے فیصلے کیے جائیں لہذا شہر سے دور ایک باغ میں پہونچتے ہی جمال نے تارا کو ٹھہرنے

کا اشارہ کر کے عرفان کو اس کے پاس چھوڑا اور خود نجمہ کو ایک طرف آنے کا اشارہ
کر کے کہا: "ادھر آؤ نجمہ ان دونوں بچوں میں کہاں پھنسی ہو۔ میں تم کو اس باغ کا وہ
فوارہ دکھاؤں جس کو آج سے سو برس پہلے آج کل کے اصول تعمیر کے عین مطابق
بنایا گیا تھا۔"

نجمہ اور جمال فوارے کے قریب جس وقت پہونچے اس وقت تک جمال ایک طویل
طویل تقریر کر کے اس راز کو زبان پر لا چکا تھا جس کو اب تک سمجھتے تو دونوں تھے
مگر ایک دوسرے کو سمجھانے کی نوبت نہ آئی تھی۔ اس نے سب کچھ بتا دیا کہ ان کے
والدین کا ارادہ کیا ہے۔ خود وہ کس حد تک اس ارادے کی تائید میں ہے اس نے
کس کس طرح اس مبارک خیال کے سہارے اب تک زندگی بسر کی ہے اور اب کیا الجھن
اس کے دماغ میں پیدا ہو چکی ہے۔ مختصر یہ کہ اس نے اس واقعہ کی تمام تاریخ نجمہ کے
سامنے پیش کر دی۔ نجمہ اس کے لیے ہرگز تیار نہ تھی۔ کچھ کہنا تو درکنار وہ تو سن کر
ہی پسینہ پسینہ ہوئی جا رہی تھی مگر اس کے باوجود چاہتی وہ بھی یہی تھی کہ جمال کو
کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہنے دے۔ اس نے جمال کے متواتر اصرار کے بعد اس
سے کہا:

"آخر آپ مجھ سے کیا سننا چاہتے ہیں؟"

جمال نے اس کو سمجھاتے ہوئے کہا: "میں تمھاری ذہانت، سمجھداری اور تعلیم کو
دیکھتے ہوئے تم سے کم سے کم یہ امید تو ضرور رکھ سکتا ہوں کہ تم خود اپنے مستقبل کے
متعلق فیصلہ کے وقت خاموش نہ رہو گی اور اگر مجھ پر تم کو ذرا بھی بھروسہ ہے تو
کم سے کم مجھے اپنی رائے ضرور بتا دو گی۔"

نجمہ نے شرماتے ہوئے کہا: "مجھے آپ پر یقیناً بھروسہ ہے۔"

جمال نے بے صبری سے کہا: "تو پھر تم کو یہ بتانے میں تامل نہ ہونا چاہیے کہ میں بحالت

موجودہ تمھارے لیے قابل قبول ہوں یا نہیں "

نجمہ نے گردن جھکائے ہوئے کہا "آپ اپنے ہی معیار پر تمام دنیا کو سمجھ لیتے ہیں۔ کیا آپ نے یہ بات مناسب کی ہے کہ تارا اور عرفان صاحب کو تنہا چھوڑ دیا ہے۔ میں عرفان صاحب سے اچھی طرح واقف نہیں ہوں "

جمال نے اطمینان سے کہا "عرفان سے نہیں مگر تارا سے میں اچھی طرح واقف ہوں لہٰذا اس طرف سے آپ بےفکر ہو کر میری بات کا جواب دیجیے۔ ٹالنے کی یہ خوبصورت کوشش نہ فرمائیے "

نجمہ نے معصوم بن کر کہا "آپ مجھ سے اگر نہ پوچھیے تو اچھا ہے۔ ممکن ہے آپ میرے مفہوم کو غلط سمجھ کر اپنا دل دکھا بیٹھیں "

جمال نے کہا "میں آپ کے مفہوم کو سمجھ کر دل کو دکھنے سے محفوظ رکھنے کی کوشش کروں گا۔ دوسرے اگر اس وقت دل تھوڑا بہت دکھ بھی جائے تو زندگی کم سے کم ایک مستقبل درد سے ضرور بچ جائے گی "

نجمہ نے ڈھیٹ بن کر کہا "چونکہ مجھے آپ بہت عزیز ہیں اس لیے میں آپ کی زندگی تلخ کرنا نہیں چاہتی "

جمال نے وضاحت طلب انداز میں کہا "آپ شعر نہ کہیے باتیں کیجیے میں استاد ہونا نہیں ہوں کہ اس وقت آپ میرے سامنے غالب کی طرح کے شعر ارشاد فرمائیں "

نجمہ نے مسکراتے ہوئے کہا "میں نے تو بات بالکل صاف سی کہی ہے۔ آپ کی زندگی اپنے لیے جو شریک چاہتی ہے۔ اس کو کم سے کم ایسا نہ ہونا چاہیے جیسی کہ . . . . کہ "

جمال نے اس کی مشکل آسان کرتے ہوئے کہا "جیسی کہ آپ ہیں مگر آپ کی زندگی جو شریک چاہتی ہے اس کو میرا ایسا ہونا چاہیے؟ "

نجمہ نے بہادری سے کہا: "میری زندگی اب کوئی شریک نہیں چاہتی۔"

جمال نے حیرت سے کہا: "کیا مطلب؟ اور آپ پر یہ زور کیوں ہے؟"

نجمہ نے عاجز آکر کہا: "آپ کو مجھ سے یہ توقع کیوں ہے کہ میں اس موضوع پر آپ سے باتیں کرتی ہی چلی جاؤں گی۔"

جمال نے زور دیتے ہوئے کہا: "مجھے توقع ہو یا نہ ہو مگر میں آج کسی نتیجہ پر پہونچے بغیر گفتگو ختم نہیں کر سکتا۔ تم کو بتانا ہوگا کہ اب کوئی شریک زندگی کیوں نہیں چاہتیں۔"

نجمہ نے منہ پھیر کر کہا: "اس لیے کہ میری زندگی کا ایک ہی شریک ہو سکتا تھا جس کی زندگی کی اب میں شریک نہیں بن سکتی۔"

جمال نے الجھتے ہوئے کہا: "خدا کے لیے یہ معمے ختم کرو۔"

نجمہ نے چونک کر کہا: "خدا؟ کیا آپ اس نام سے واقف ہیں؟"

جمال نے سنجیدگی سے کہا: "خیر یہ طنز کا وقت نہیں ہے تم میری بات کا جواب دو۔"

نجمہ نے اب آنکھیں چار کر کے کہا: "یہ طنز نہیں ہے بلکہ دراصل یہی خلیج ہے جو آپ کے ولایت جانے سے پہلے ہم دونوں کے درمیان نہ تھی مگر اب میں بقول آپ کے اس بکواس میں مبتلا ہو چکی ہوں جس کو مذہب کہتے ہیں۔ مجھ سے آپ یہ امید کیونکر رکھ سکتے ہیں کہ میں ایک اپٹوڈیٹ آدمی ہوں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں وہ آپ خود سمجھ چکے ہوں گے۔"

جمال نے کہا: "یقیناً میں سمجھ گیا۔ میں مذہب سے اور تم مغربی معاشرت سے بیگانہ ہو مگر مجھ کو مذہب سے کوئی تنفر تو نہیں ہے۔ البتہ میں مذہب کو وقت سے بہت پیچھے رہ جانے والی ایک چیز سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک دنیا اب اس حد تک ترقی کر چکی ہے کہ مذہب سے کوئی مفید اضافہ ہونے کی بجائے اگر یہ پہونچ سکتا ہے تو نقصان پہونچ سکتا ہے۔ تم خود اپنے کو دیکھو کہ تم باوجود تعلیم یافتہ اور کلچرڈ ہونے کے زمانہ کا

ساتھ محض مذہب کی چند مفروضہ قیود کی وجہ سے نہیں دے سکتیں۔"
نجمہ نے بات کاٹ کر کہا: "اپنا مذہب دوسرے کی معاشرت سے پھر بھی وزنی چیز ہے۔"

جمال نے سمجھاتے ہوئے کہا: "یہاں اپنے پرائے کا سوال نہیں۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں اپنے مذہب سے بیزار ہو کر کسی اور مذہب کا پرستار بننا چاہتا ہوں بلکہ میں تو مذہب کے تخیل ہی کو اس زمانے کی یادگار سمجھتا ہوں جب انسان بچوں کی طرح ڈرایا اور بہلایا جا سکتا تھا جہالت اور بچپن میں بہت کچھ مشابہت ہے۔ بچے سے کہا جاتا ہے کہ سو رہو ہوّا آ رہا ہے یا پڑھو تو چیز دیں گے اسی طرح جاہلوں کو مذہب سمجھایا کرتا تھا کہ بری بات کرتے وقت خدا سے ڈرو اور خدا کو خوش کرو گے تو جنت ملے گی اب تعلیم نے ہم کو برائی بھلائی کا شعور خود بخش دیا ہے تو سوال یہ ہے کہ اب مذہب کی کیا ضرورت ہے۔ کیا تم ایمانداری سے کہہ سکتی ہو کہ واقعی خدا موجود ہے۔"

نجمہ نے بھونچکا ہو کر کہا: "کیا آپ سچ مچ اس حد تک بہک چکے ہیں۔ میں اگر خدا کے وجود سے خدانخواستہ منکر ہو جاؤں تو پھر ایمانداری کا کیا سوال۔ مگر الحمدللہ کہ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اپنے وجود سے زیادہ اس کے وجود کی قائل ہوں۔

جمال بھائی آپ سے اس طرح اس سلسلہ میں میری دل آزاری نہ کریں میرا اب تک یہ خیال تھا کہ آپ فیشن کی وجہ سے خدا اور مذہب سے بیگانہ بنے ہوئے ہیں مگر آپ تو بنے ہوئے نہیں ہیں بلکہ دراصل بیگانہ ہیں۔ ایسی صورت میں میرا اور آپ کا ایک راستہ کیونکر ممکن ہے۔"

یہ کہہ کر نجمہ نے جانے کے ارادہ سے ایک آدھ قدم بڑھایا مگر جمال نے اس کا راستہ روک کر کہا: "مگر یہ تو ممکن ہے کہ ہم دونوں کوئی ایسا سمجھوتہ کر لیں کہ ہمارے اعتقادات درمیان نہ آئیں۔"

نجمہ نے بے رخی سے کہا: "میں ایسا کوئی سمجھوتہ اپنے لیے ممکن نہیں سمجھتی جس میں
میرے اعتقادات کو دخل نہ ہو اور نہ میں آپ کو اس قدر کمزور دیکھنا چاہتی ہوں کہ
آپ خدا کے وجود سے منکر ہوتے ہوئے بھی محض میری خاطر سے خدا کے قائل ہو جائیں۔"
جمال نے ذرا تلخی سے کہا: "خیر میں اتنا بڑا دغاباز تو شاید نہیں ہوں۔ مگر میں یہ چاہتا
تھا کہ اگر ہم دونوں اپنی اپنی شدتیں ختم کر کے کچھ معقول ہونے کی کوشش کریں تو۔"
نجمہ نے بات کاٹ کر کہا: "تو بھی کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس لیے کہ آپ کے لیے شاید ممکن ہو
لیکن میرے لیے قطعی ناممکن ہے ـــــ اچھا آپ معاف کیجیے میری نماز ـــــ یعنی آپ
کی زبان میں بکواس کا وقت آگیا ہے۔" یہ کہہ کر نجمہ تیز قدموں سے جس وقت واپس آئی ہے
عرفان اور تارا دونوں ہنس رہے تھے۔ یہاں شاید کوئی سمجھوتہ ہو چکا تھا۔

(۱۱)

نجمہ اور جمال کے درمیان جو کشمکش پیدا ہو چکی تھی۔ اس کو دونوں اپنی اس مختصر سوسائٹی پر
ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے جو ان دونوں کے درمیان اس قدر وسیع خلیج کا تصور بھی نہ کر سکتی
تھی۔ اس سوسائٹی میں اب عرفان بھی شامل ہو چکے تھے اور ان کی شرکت سے چہل پہل کچھ
اور بھی بڑھ گئی تھی۔ اس لیے کہ عرفان نے براہ راست شرف کو اپنا کھلونا بنا لیا تھا اور
ان کو عجیب عجیب رنگ میں پیش کیا جاتا تھا۔ پہلے تو صرف جمال ہی تھے مگر اب عرفان نے تو
معلوم نہیں کہ شرف پر کیا جادو کیا تھا کہ وہ جمال کی ہمدردی اور دوستی کو بھول کر عرفان
کے اشاروں پر چلنے میں عافیت سمجھتے تھے۔ عرفان نے ان کے دل میں گھس کر یہ بات ان کو
سمجھا دی تھی کہ یہ شخص جس کا نام جمال ہے کبھی ان کا دوست اور ہمدرد نہیں ہو سکتا۔
اس لیے وہ خود نجمہ کا امیدوار ہے حریف سے دوستی اور ہمدردی کی امید رکھنا
حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ جمال نے نہ جانے کیا کیا جتن کیے تھے اور کس کس طرح
ان کو انگریزی کپڑوں کا عادی بنایا تھا مگر عرفان نے ان کو یقین دلا دیا کہ جمال

نے تمھارے ساتھ سب سے بڑی دشمنی یہی کی ہے۔ نجمہ ایک نمازی پابند شریعت اور ٹھیٹھ مذہبی لڑکی ہے اگر اس کو یہ سوٹ بوٹ پسند ہوتا تو آخر جمال سے اب تک شادی کیوں نہ ہو جاتی دونوں کے والدین بالکل تیار ہیں۔ خود جمال اس شادی کے لیے مرا جا رہا ہے مگر نجمہ جمال کی اس وضع قطع اور اس کی مغربی حرکتوں سے اس قدر متنفر ہے کہ شادی سے صاف انکار کر چکی ہے اور جس رنگ میں وہ جمال کو دیکھنا چاہتی ہے وہ رنگ ولایت سے آنے والا جمال اختیار نہیں کر سکتا مگر تمھارے لیے یہ آسان ہے کہ تم اپنے کو نجمہ کے پسندیدہ رنگ میں پیش کرو۔ ایک تو مذہبی آدمی بن جانے میں شادی کا امکان پیدا ہو جائے گا دوسرے لگے ہاتھ عاقبت کا سامان بھی ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ہے کہ خدا بھی ملے اور وصال صنم بھی ادھر کے بھی رہو اور ادھر کے بھی۔ شرف کی سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی سمجھ گئی۔ مثلاً نجمہ کے والد مولوی عبدالصمد صاحب پر بھی اثر اسی طرح پڑ سکتا ہے چنانچہ ایک دم سے آپ دو ایک ہفتہ کے لیے غائب ہو گئے۔ سب کو فکر تھی کہ آخر یہ حضرت ہوئے کیا مگر عرفان نے کسی کو خبر نہ ہونے دی کہ ان حضرات کا حجرہ اعتکاف کہاں ہے۔ چنانچہ پندرہ بیس دن کے بعد جب داڑھی ذرا بڑھ گئی اور سر کے بال ذرا شرعی سے ہو گئے۔ تو عرفان نے ایک دن سب کو مطلع کر دیا کہ شرف تو ایک دم سے ولی اللہ بن گئے ہیں۔ ہر وقت وہ ہیں اور نمازیں ہیں صورت دیکھ کر کوئی پہچان بھی نہیں سکتا کہ یہ وہی شرف ہیں ظاہر ہے کہ اس اطلاع پر سب ہی کو زیارت کا شوق ہوا ہوگا۔ چنانچہ یہ لشکر کا لشکر عرفان کی قیادت میں شرف کے یہاں پہونچنے کو بیقرار تھا۔ مگر نجمہ نے اس رائے سے اختلاف کیا کہ خالہ کے یہاں یوں سب کا اور خصوصاً میرا جانا مناسب نہیں ہے لہذا عرفان خود جاکر شرف کو لے آئے۔

ان کو دیکھ کر کون ایسا تھا جس کو سکتہ نہ ہو گیا ہو۔ انگریزی بالوں کی جگہ خشخشی بالوں والا گول گول سر، آنکھوں میں سرمہ۔ چھوٹی سی نورانی داڑھی، لمبا سا کرتا اور اٹنگا

پائجامہ۔ پیروں میں چپل۔ کندھے پر چار خانے والا رومال۔ ہاتھ میں تسبیح۔ نیچی نگاہیں بڑبڑاتے ہوئے ہونٹ۔ بیبل اور ڈیبس کی تو دیکھ کر ایک ایک باریک سی چیخ بھی نکل گئی۔ تارا نے اپنے منھ میں دوپٹہ ٹھونس لیا اس لیے کہ اس کو عرفان بتا چکے تھے۔ جمال نے بڑھ کر عقیدت سے مصافحہ کر کے ہاتھ چوم لئے مگر آپ نے اس بات کو پسند نہ فرمایا نجمہ رحیمہ اور ناہید کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ آخر اس حیرت و سکوت کو عرفان نے توڑا۔

"خدا جس کو توفیق دے اور جب دے۔ اس کی باتیں وہی جانے۔"

شرف نے آنکھیں بند کر کے ایک جھرجھری لی۔ اور ایک مرتبہ آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ "نماز کا وقت؟"

عرفان نے کہا۔ "ابھی کافی وقت ہے۔"

جمال سے اب نہ رہا گیا۔ اور اس نے عرفان سے پوچھا۔ "آخر تکلیف ہی کیا ہے؟"

عرفان ایک دم ہنستے ہوئے نہایت غصہ میں بولے "یعنی آپ مذاق کر رہے ہیں؟ یہ تکلیف ہے؟ یہ نہیں کہتے کہ اب آپ ہر تکلیف اور ہر راحت سے بلند ہو چکے ہیں۔ خواب میں کسی بزرگ کو دیکھا کہ آپ کو شانہ پکڑ کر جھنجھوڑ رہے ہیں اور بار بار ارشاد فرما رہے ہیں" کایا پلٹ۔ کایا پلٹ بس ایک دم آنکھ کھل گئی اور اسی وقت سے دنیا سے دل ہٹ گیا۔ اب ہر وقت نماز ہے۔ وظائف ہیں اور آپ ہیں۔"

بیبل نے کہا۔ "مگر آپ نے شیو نہیں کیا؟"

شرف نے قرارت سے کہا۔ "لاحول ولا قوۃ۔"

عرفان نے کہا۔ بڑا سخت گناہ ہے ہم مسلمانوں میں شیو کرنا۔ ہم دنیادار اس کی پروا نہیں کرتے مگر شرف صاحب۔"

جمال نے بات کاٹ کر کہا۔ "نور اللہ مرقدہ بھی تو کہیئے۔"

عرفان نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا "جی ہاں۔ تو آپ اب یہ گناہ نہیں کر سکتے"

شرفا نے پھر فراغت سے کہا "انشاء اللہ عزیزم"

اب تو عرفان سے بھی ہنسی ضبط کرنا ممکن نہ تھا اور نازلا کا تو دم ہی نکلا جا رہا تھا نجمہ۔ رضیہ اور ناہید بھی خدا جانے کس طرح ہنسی کو ضبط کیے ہوئے تھیں۔ آخر عرفان نے شرفا سے کہا۔

"میرے خیال میں آپ نماز اور وظائف سے فارغ ہو لیجیے۔ وقت ہو چکا ہے"

شرفا ایکدم کھڑے ہو گئے اور عرفان ان کو بہت دور ایک طرف لے جا کر نماز میں مشغول کر کے ہنسی سے بیقرار واپس آ گیا۔ جمال نے بہت کچھ تو سمجھ لیا تھا کہ یہ ان حضرت عرفان کا کھلایا ہوا کوئی گل ہے مگر تفصیل معلوم کرنے کے لیے عرفان سے پوچھا

"آخر یہ ڈھونگ ہے کیا؟"

عرفان نے نجمہ کی طرف ڈنڈوت والے ہاتھ باندھ کر کہا "یہ سب حضور کے بدولت ہے"

نجمہ نے حیرت سے کہا "میرے بدولت؟"

عرفان نے ہنس کر پوری تفصیل سنا دی۔ وہ قصہ سناتا جا رہا تھا اور ان سب کا ہنسی کے مارے برا حال تھا۔ اپنی تمام سنجیدگی کے باوجود نجمہ بھی ہنسی کے مارے بیقرار تھی۔ جمال نے رومال سے آنسو پونچھ کر اور ہنسی پر قابو پا کر کہا "یعنی کمال یہ ہے کہ سر تک منڈوا دیا غریب کا"

میل نے کہا "کیا یہ واقعی ایسا بیوقوف آدمی ہے"

نجمہ نے کہا "لیجیے اب کی نوبل پرائز آپ کو دلوائیے یعنی دیکھ بھال کر پوچھتی ہیں کہ بیوقوف آدمی ہے یا نہیں"

جمال نے کہا "آدمی تو شاید ہی ہو۔ مگر بیوقوف ضرور ہے"

تارا نے کہا "ہے دلی پوشیدہ اور گاڑ کھلا"

عرفان نے ترکی بہ ترکی کہا "غلط۔ یوں کہیے ع۔

ادبی پوشیدہ ہے اور خر کھلا۔

جمال نے نہایت عبرت انگیز صورت بنا کر کہا "حالی نے سچ کہا ہے۔ ع

اے عشق تو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا

نجمہ نے ہنس کر کہا "مجھ کو اس مصرعہ پر ہمیشہ ہنسی آئی ہے کتنی عجیب و غریب تصویر ہے کہ عشق بیٹھا ہوا ہے دسترخوان پر اور اکثر قومیں بھنی ہوئی اس کے سامنے رکھی ہیں اور وہ کھا رہا سب کو"

عرفان نے کہا "خیر قوموں کو تو نہیں مگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ۔ ع

اے عشق تو نے اکثر لوگوں کو کھا کے چھوڑا

میبل نے بڑا ترس کھاتے ہوئے کہا۔ POOR FELLOW

جمال نے کہا "آج کل ہر طرف تو یہ کوشش ہو رہی ہے کہ GROW MORE FOOD

اور عرفان صاحب نے اپنا یہ مشن شروع کر رکھا ہے کہ GROW MORE FOOL

نجمہ نے کہا "غلہ غذائے معدہ ہے تو بیوقوف غذائے روح"

جمال نے ترکی بہ ترکی کہا خصوصاً جب کوئی روحانی بیوقوف بنا ہو"

شرف کو آتا ہوا دیکھ کر سب چپ ہو گئے۔ وہ حضرت کچھ بڑبڑاتے اور تسبیح پھیرتے ہوئے آ کر بیٹھ گئے تو جمال نے کہا۔

"آپ وظیفہ ختم کر لیں تو میں بھی کچھ دریافت کر لوں"

شرف نے فوراً تسبیح پھرانا چھوڑ کر کہا "فرمائیے"

جمال نے کہا "عشق حقیقی سے پہلے سنا تھا کہ عشق عالم مجاز میں بھی نظر آتا ہے مگر آپ کے مجازی عشق کی ہم لوگوں کو کوئی اطلاع ہی نہ ہوئی"

بکواس

شرف نے اپنے نزدیک بڑی قابلیت سے کہا: "میرے یہاں حقیقت منتظر لباسِ مجاز میں کبھی نظر ہی نہ آئی۔"

جمال نے فوراً کہا: "تو پھر آپ نے جبینِ نیاز میں سجدوں کو تڑپنے دیا ہوتا۔ یہ سجدہ ریزیاں شروع کر دیں۔"

شرف نے لاجواب ہو کر کہا: "ہائے تو کمبخت تو نے پی ہی نہیں۔"

جمال نے کہا: "محض مجھے کمبخت کہنے کے لیے یہ بے محل مصرعہ بھی آپ نے خوب پڑھا۔"

شرف نے جمال کے بجائے نجمہ کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے کہا: "آپ نے نماز نہیں پڑھی؟"

نجمہ نے سنجیدگی سے کہا: "اب آپ نے شروع کر دی ہے تو میں کیا کروں گی پڑھ کر۔"

شرف نے حیرت سے کہا: "میں؟"

عرفان نے کہا: "یہ تو وہی بات ہوئی شرف صاحب۔ ع

میرا ہوا کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا۔

شرف نے اصلاح فرمایا: "جی نہیں بلکہ۔ ع

میں ہوا مسلماں تو وہ مسلمان کافر ہو گیا

نجمہ نے کہا۔ "جی ہاں بس موزوں نہیں ہے ورنہ مصرعہ ہے خوب۔"

شرف نے گویا بہت سنجیدگی سے پوچھا: "مگر واقعی آپ نماز تو بہت پابندی سے پڑھا کرتی تھیں۔"

نجمہ نے شرارتاً کہا: "آج تو مجھے نماز کے علاوہ شکرانہ کی بھی دو رکعتیں پڑھنا ہیں کہ خدا نے آپ کو بھی یہ توفیق دی۔"

شرف نے نہایت انکسار کے ساتھ کہا: "ابھی تو کچھ نہیں ہو سکا۔ میں بڑا گنہگار ہوں۔"

جمال نے کہا: "گنہگار تو خیر آپ ہیں۔ مگر آپ کا کیا اس سے بھی زیادہ کا کچھ ارادہ ہے؟"

عرفان نے جمال کو شرف کی طرف سے سمجھاتے ہوئے کہا: "جمال صاحب آپ یہ جو کچھ تبدیلی دیکھ رہے ہیں۔ وہ سب پندرہ بیس دن کا نتیجہ ہے۔ گویا ابھی تو یہ ابتدائے عشق ہے۔"

شرف نے پھر قابلیت جتائی: "ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا۔"

جمال نے بہت تشویش سے پوچھا: "گویا ابھی ہم سب کو آپ کی حالت پر اور زیادہ رونا پڑے گا۔"

عرفان نے سنجیدگی سے کہا: "جی ہاں یہ تو سب انقلابات ہیں زمانے کے۔ ایک دن وہ تھا کہ شرف صاحب پیدا ہوئے تھے اور رو رہے تھے مگر اس وقت ان کے رونے پر بھی سب خوش تھے اور ہنس رہے تھے اب دنیا آپ کو روئے گی مگر آپ ہنسیں گے۔"

دنیا آپ کو روئے گی والے جملہ پر باوجود ضبط کے کسی سے ہنسی نہ رک سکی اور جمال نے عرفان کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "خبیث کہیں کا۔" اور ہنسی سے بیتاب ہو گیا۔ مگر اس ہنسی کے طوفان کو نجمہ نے سنبھالا: "شرف صاحب آپ ہنسی پر بالکل دھیان نہ دیں۔ اللہ والوں کی ہنسی دنیا والوں نے ہمیشہ اڑائی ہے۔" ع

خلقے پس دیوانہ و دیوانہ بکارے

شرف صاحب نے مسکرا کر نجمہ کی طرف دیکھا تو عرفان نے کہا: "نجمہ صاحبہ اس شعر کو پورا پڑھ کر سنائیے۔" ؎

ہنستے ہیں تو ہنستے رہیں اللہ کے مارے
خلقے پس دیوانہ و دیوانہ بکارے

اسی طرح دیر تک شرف پر سب اپنی ذہانتیں صرف کرتے رہے آخر شرف نے

اجازت طلب کی کہ مجھے عشا کے بعد ایک وظیفہ خاص پڑھنا ہے۔ لہٰذا عرفان آپ کو لیکر روانہ ہو گئے اور باقی سب اپنی اپنی طرف روانہ ہو گئے۔

(۱۲)

عرفان واقعی عجیب و غریب انسان تھا جس قدر شگفتہ۔ اسی قدر فہیم چہرہ پر ہر وقت مسکراہٹ کھیلا کرتی تھی مگر دل و دماغ میں بہت سے سنجیدہ مسائل بھی ہوتے تھے جن کو وہ حل کیا کرتا تھا باقاعدہ نمازی تو نہ تھا۔ مگر جمال کی طرح مذہب سے بیزار بھی نہیں عید کی نماز پڑھ لیا کرتا تھا اور رمضان میں روزے رکھنے کی اس کو بچپن سے عادت تھی۔ آجکل کے تعلیم یافتہ طبقہ میں مذہب کا اتنا ہی خیال بہت ہے۔ اس کو اتنے دن تک کالج کی زندگی بسر کرنے کے بعد تاش اگے کسی کھیل سے دلچسپی نہ تھی اور نہ وہ مہذب قسم کی قمار بازی کا قائل تھا۔ حالانکہ یہ شوق پورا کرنے کے لیے اگر وہ چاہتا تو اپنی خالہ سے جو کچھ چاہتا۔ اینٹھ لیا کرتا۔ میڈیکل کالج میں بھی باوجود حسین اور تندرست ہونے کے وہ کسی نرس کی معنی خیز نگاہوں کا مفہوم کبھی نہ سمجھا یوں تو وہ بےحد شریر تھا کالج کی تمام شرارتوں میں سب سے پیش پیش ہر ہنگامے کا ہیرو۔ کرکٹ کا کپتان ٹینس کا بہترین کھلاڑی فٹ بال کا جانی دشمن اور ہاکی سے للّٰہی بغض رکھنے والا۔ مگر ان تمام باتوں کے ساتھ نہایت ٹھوس قسم کا آدمی اور ذہین اس بلا کا کہ جو چیز ایک مرتبہ اس کی نگاہوں کے سامنے سے ہو کر گذر جائے پھر کیا مجال کہ اس کے حافظے سے رہائی حاصل کر سکے۔ اس کا پسندیدہ ادائیں شریفانہ شرارتیں اس کی ذہین تیزیاں اور اس کی مہذب شوخیاں اس کو بہت جلد ہر سوسائٹی کا ہیرو بنا دیا کرتی تھیں۔ چنانچہ اس سوسائٹی میں اب اسکی موجودگی کے بغیر کوئی لطف ہی نہ آتا تھا۔ تارا کو تو خیر ایک خاص تخیل کے ماتحت اس سے خاموش دلچسپی یا دلچسپ گرویدگی تھی لیکن تارا کے علاوہ نجمہ نے بھی اس کے متعلق بہت اچھی رائے قائم کی تھی اور نجمہ کی یہ اچھی رائے گویا اس

کے بے سند تھی۔ جمال اس کو بیحد پسند کرتا تھا حد یہ ہے کہ تہیل اور ڈینیل اس کو نہایت پیار سے NAUGHTY BOY کہا کرتی تھیں۔

عرفان کی خطرناک نظروں سے نجمہ اور جمال کی درمیانی خلیج آخر نہ چھپ سکی اور اس کو اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ اس دلچسپ چہل پہل کے پس منظر میں ایک خاموش کشمکش بھی اپنا کام کر رہی ہے چنانچہ اس نے جو کچھ پڑھا تھا اس کی تصدیق تاڑا سے کر لی اور تاڑا ہی سے اس کو بھی معلوم ہو گیا کہ یہ گتھی بجائے سلجھنے کے الجھتی ہی جاتی ہے مگر تاڑا کو خود بھی اس بات کی خبر نہ تھی کہ کس حد تک نجمہ اور جمال کے درمیان فیصلہ کن باتیں ہو چکی ہیں اور ان تمام باتوں کے بعد امید ہے کہیں زیادہ نا امیدی کا امکان پیدا ہو گیا ہے۔ عرفان نے تو صرف نجمہ کی چند نظروں کو دیکھا تھا جو ہر طرف سے بشاش ہو کر جمال کے چہرہ پر پژمردہ سی ہو جایا کرتی تھیں اور کچھ جمال کی شگفتگی کا جائزہ لیا تھا جو نجمہ کے سامنے انتہائی ضبط کے باوجود پژمردہ ہو جایا کرتی تھی مگر عرفان فطرتاً ان رازداریوں کا قائل نہ تھا۔ اس قسم کی صورت حال سے اس کا دم گھٹنا شروع ہو جاتا اس کو کچھ ایسا محسوس ہوتا تھا۔ گویا فضا میں دھواں بھرا ہے آخر ایک دن اس نے بہت ہی الجھ کر پکڑ ہی لیا۔

جمال بھائی! بغیر یہ پوچھے ہوئے کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ آپ میری کار میں چپکے سے بیٹھ جائیے۔"

جمال نے حیرت سے اس کا منھ دیکھا۔ تو اس نے پھر کہا۔" بس بیٹھ جائیے نا تشریف لائیے۔"

جمال نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا خیریت تو ہے۔

عرفان نے موٹر اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔" الحمدللہ یہاں سب خیریت ہے اور آپ کی خیر و عافیت درگاہ خداوند کریم سے نیک مطلوب دیگر احوال یہ ہے کہ

بس چلئے جہاں میں لے چلوں۔"

جمال نے کہا "مگر بھائی مجھے آج ضرور کلب جانا چاہیے انتظامیہ کمیٹی کے انتخاب کا معاملہ ہے۔"

عرفان نے بے پروائی سے کار کو آبادی سے دور لے جانے والی سڑک پر موڑتے ہوئے کہا "میری رائے یہ ہے کہ اس انتخاب سے خالی الذہن ہو کر اطمینان سے میرا ساتھ دیں۔

جمال نے بدستور تعجب سے کہا "آخر قصہ کیا ہے؟ کچھ معلوم تو ہو۔"

عرفان نے اطمینان کے ساتھ کہا "کچھ نہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا آپ کو معلوم ہے کہ جس جگہ ہم اس وقت ہیں وہاں سے آپ کلب جانے کے لیے کوئی سواری مہیا نہیں کر سکتے اور نہ پیدل جا سکتے ہیں رہ گئی میری یہ گاڑی یعنی کار وہ تو خدمت انجام نہیں دے سکتی۔ لہٰذا آپ نہایت اطمینان کے ساتھ اب میرے ساتھ اس سامنے والے باغ میں چلیئے۔"

باغ کے کنارے کار روک کر عرفان اتر پڑا اور جمال نہایت خاموشی کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے باغ میں داخل ہو گیا تو اس نے ایک بنچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جمال سے کہا "تشریف رکھیئے۔"

جمال نے بیٹھتے ہوئے کہا "آخر یہ وحشت کیا ہے۔"

عرفان نے سنجیدگی سے کہا "پہلے آپ یہ بتائیے کہ آپ کو میرے متعلق یہ معلوم ہے کہ میں کس قدر ضدی آدمی ہوں۔"

جمال نے کہا "جی ہاں معلوم ہے۔"

عرفان نے کہا "بس تو میری ضد کو حاضر ناظر جان کر جو کچھ میں آپ سے پوچھوں اس کا صاف صاف اور سچا سچا جواب دیجیے گا۔ واضح رہے کہ میں جھوٹ کا نہایت

خطرناک جوہری کا ہوں۔ اور بہانہ بازی آج تک میرے سامنے کامیاب نہیں ہوئی ہے لہذا ان کوششوں کو کام میں لاکر اپنا اور میرا وقت ضایع نہ کیجیے گا۔ آپ خود سمجھدار ہیں۔"

جمال نے ہنس کر کہا: "مسخرے کچھ کہیے گا یا لاوجہ دھونس دیتا چلا جارہا ہے۔"

عرفان نے کہا: "میں براہ راست سوال کرتا ہوں کہ نجمہ اور آپ کے درمیان وہ خاموش کشمکش کیا ہے جس پر آپ دونوں پردہ ڈالے ہوئے ہیں۔"

جمال نے گویا حیرت سے کہا: "کشمکش؟"

عرفان نے تالی بجاکر کہا: "ونس مور۔ بڑا اچھا ایکٹنگ ہے حیرت کا مگر شاید آپ بھول گئے ہیں کہ میں نے بہانہ بازی سے اجتناب کا دوستانہ مشورہ ابھی دیا تھا اچھا اب سچ بولنے کی کوشش کیجیے۔ شاباش۔"

جمال نے جز بز ہو کر کہا۔ "عجیب چیز ہو۔ بھئی کشمکش وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے ہم دونوں ایک دوسرے کو ذاتی طور پر پسند کرتے ہیں اور صفائی طور پر ناپسند۔"

عرفان نے خوش ہو کر کہا: "شاباش۔ اب آپ سچ بولنے کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ ذاتی طور پر پسندیدگی اور صفائی طور پر ناپسندیدگی ان دونوں کو آپکے نیاز مند کو علم ہے۔ مگر میں تو آپ سے مزید تفصیلات سننا چاہتا ہوں۔ جمال بھائی۔ مذاق چھوڑیے میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ آپ دونوں نے اپنے اپنے دلوں کی الجھنیں چھپانے کی نہایت کامیاب کوشش کی ہے چنانچہ جو کچھ آپ دونوں کے دلوں پر گزر رہی ہے اس کا کسی کو علم نہیں۔ تارا تک کو خبر نہیں۔ مگر آپ یقین مانیے۔ میرا دم گھٹا جاتا ہے اور میں آپ دونوں کی شگفتگی کے لطیف پردے کے اندر اس پژمردگی کو پڑھ رہا ہوں جو رفتہ رفتہ آپ پر طاری ہوتی جارہی ہے۔"

جمال نے محبت سے عرفان کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "عرفان۔ تم خطرناک حد تک ذہین ہو تم

نے یہ ذکر نہ چھیڑا ہوتا تو اچھا تھا۔ تم کو سب کچھ معلوم ہونے کے بعد بھی شاید یہ معلوم ہو گا کہ میں تو اس سلسلہ میں اپنے دل و دماغ کو اس حد تک نازک بنا چکا ہوں کہ اب اس ذکر ہی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

عرفان نے محبت سے کہا "آپ غلط سمجھ رہے ہیں اس ذکر کے آپ اب تک اس لیے متحمل نہ تھے کہ آپ کے درد کا احساس ہی آپ کے سوا کسی اور کو نہ تھا۔ مگر اب تو میں آپ کا یہ بار ہلکا کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تعجب کہ میرے ہی ذہن میں کوئی ترکیب ایسی آ سکے جو اس عقدہ کو حل کر دے۔

جمال نے مایوسی کے ساتھ کہا "نہیں عرفان یہ عقدہ حل ہونے والے عقدوں میں سے نہیں ہے۔ یہ عقدہ کب کا حل ہوتا بشرطیکہ میں نجمہ سے بے ایمانی کرنے پر اپنے کو آمادہ کر سکتا یا نجمہ میرے لیے اپنے آہنی اصولوں میں لچک پیدا کر سکتی مگر مصیبت یہ ہے کہ میں نجمہ کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ اس کا احترام کرتا ہوں اگر میرے دل میں اس کے لیے صرف محبت ہی ہوتی تو محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ والے اصول پر چل کر میں اپنے راستہ کی مشکلات کو ہٹا دیتا۔ مگر اس احترام کا کیا علاج ہے"

عرفان نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا "میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ کو وہ سب کچھ سمجھا دیجیے جو اپنے طور پر سمجھنے کے باوجود میں نہیں سمجھا ہوں اور آپ اس قدر ژولیدہ بیانی سے کام لے رہے ہیں کہ جو کچھ میں سمجھا ہوں وہ بھی دماغ سے نکلا جاتا ہے۔ خدا کے لیے بات صاف کیجیے"

جمال نے عرفان کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر کہا "عزیز من قصہ صرف اس قدر ہے کہ نجمہ ایک ٹھیٹھ مشرقی اور مذہبی لڑکی ہے اور باوجود تعلیمی بیداری اور ذہانت کے وہ اپنی مذہبیت اور مشرقیت پر شدت سے قائم ہے۔ میں فطرتاً مذہبی آدمی نہیں ہوں اور ولایت جا کر میم کورت کے لیے جو کنیل ساتھ لایا ہوں۔ نجمہ اس سے

قطعاً جداگانہ چیز ہے۔ اب اگر میں زبردستی اپنے تخیلات اور اعتقادات کو بدلتا ہوں تو یہ آمد نہیں بلکہ آورد ہوگی یعنی میں خود تبدیل نہ ہوں گا۔ بلکہ نجمہ کے خیال سے ایک بہروپ پیدا کروں گا ایک سوانگ بھروں گا۔ اور یہ بے ایمانی کم سے کم نجمہ کے ساتھ مجھ سے ممکن نہیں۔"

عرفان نے کہا "گویا مطلب آپ کا یہ ہے کہ آپ محبت تو نجمہ سے ضرور کرتے ہیں۔ مگر اس کو مذہب سے بیگانہ اور مغربی آزادی کے رنگ میں رنگی ہوئی لڑکی دیکھنا چاہتے ہیں۔"

جمال نے اسی بات کا دوسرا پہلو پیش کیا۔ "یہ تو خیر ناممکن ہے۔ میں تو اس کوشش میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتا کہ اپنے کو نجمہ کے رنگ میں ایک مذہبی خوش اعتقاد اور مشرقیت کے احترام کرنے والا خالص ہندوستانی بنا سکوں۔"

عرفان نے کہا "آخر کیوں نہیں۔ آپ اپنے کو نجمہ کے لیے مشرقی اور مذہبی کیوں نہیں بنا سکتے۔"

جمال نے زور دیتے ہوئے کہا "اس لیے کہ مذہب کا تعلق نجمہ سے نہیں رہا ہے مشرقیت کی طرف یہی تو ایک نازک سی بات ہے۔ عرفان جو ایک پہاڑ بنکر میرے اور نجمہ کے درمیان حائل ہو گئی ہے۔ میں جھوٹ نہیں کہتا بلکہ واقعی مجھ کو روزے نماز اس پردے اور اس لباس پر قطعاً اعتقاد نہیں ہے۔ میں جب کسی کو نماز پڑھتا دیکھتا ہوں تو مجھے واقعی ہنسی آتی ہے۔ میں صرف اسی مذہب کو نہیں بلکہ دنیا کے تمام مذاہب کو ڈھکوسلا سمجھتا ہوں۔ اور مذاہب کو اس عہد جہالت کی یادگار جانتا ہوں جب انسان میں اپنے ذاتی شعور سے کام لینے کی صلاحیت نہ تھی اور انکو مجبوراً توہمات کا تابع کرنا پڑتا تھا تاکہ وہ اپنے حدود میں رہیں مگر اب ان مذاہب کی کیا ضرورت ہے جب ہم میں برے بھلے کی تمیز پیدا ہو چکی ہے جب ہم اس دنیا میں اپنے لیے

اپنے افعال سے جنت یا دوزخ پیدا کر سکتے ہیں ۔ اب اگر بحث کی وجہ سے میں اس ہنسی کو رد کروں تو یہ بے ایمانی ہوگی ۔"

عرفان نے بات کاٹ کر کہا " بے ایمانی؟ یعنی مذہب سے اس قدر دور رہ کر بھی ایمان اور بے ایمانی کے اعتبارات کے آپ بھی قائل ہیں ۔"

جمال نے سنجیدگی سے کہا " عرفان میں اس وقت ایسے عالم میں نہیں ہوں کہ تمہارے طنز کا مقابلہ کر سکوں ۔"

عرفان نے ہمدردی سے کہا " معاف کیجیے گا میرے بیساختہ لب و لہجہ نے ایک سوال کو طنز بنا دیا ۔ میں تو واقعی یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ آپ مذہب کے نام سے تو اس قدر بیزار ہیں مگر برائیوں سے اس قدر دور ۔ شراب آپ نہیں پیتے ۔ قمار باز آپ نہیں ہیں ۔ دنیا کے اور کسی عیب میں بھی بظاہر نظر نہیں آتے ۔ ایمان دار اس حد تک کہ اس ذرا سی مصلحت کو بھی برداشت نہیں کر سکتے ۔ ایسے آدمی کو تو یقیناً مذہبی آدمی ہونا چاہیے تھا ۔ مذہب بھی تو یہی باتیں سکھاتا ہے پھر آخر مذہب سے دہشت کیوں ہے ۔"

جمال نے گویا بازی جیت کر کہا " یہی میں تم سے کہلوانا چاہتا تھا اور یہی میں تم کو سمجھانا چاہتا تھا کہ جب بغیر مذہب کے انسان راست باز اور سچا بن سکتا ہے تو سوال یہ ہے کہ مذہب کا ڈھونگ کیوں رچایا جائے ۔ میرے نزدیک پاکیزگی اور راست بازی سچائی اور سچ بولنے کی جراءت انسانیت کا عام مطالبہ ہے ۔"

عرفان نے اسی پر اسی کے الفاظ سے حملہ کیا " اسی مطالبے کے احساس کا نام مذہب ہے ۔"

جمال نے کہا " اچھا یونہی سہی مگر یہ تو ذرا سا اختلاف خیال ہوا کہ تم ان خصوصیات کو مذہب کے نام سے پکارتے ہو اور میں انسانیت کے نام سے بہر حال یہ بحث

بہت طویل ہے اور ہم چند ساعتوں میں اس گتھی کو نہ سلجھا سکیں گے جس کو ہمارے بزرگوں کے بزرگ سلجھا سلجھا کر ہمیشہ الجھایا کرتے ہیں اور ہمارے خوردوں کے خورد بھی اسی مسئلے کو ترکہ کے طور پر آیندہ نسلوں کے لیے چھوڑ جائیں گے۔ قصہ کوتاہ اس طرح ہوتا ہے کہ میں نجمہ کو دھوکا نہیں دے سکتا اور نجمہ کو دھوکا دیا جاسکتا ہے۔"

عرفان نے عاجز آکر کہا: "اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اپنی بداعتقادی پر اس قدر اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کو نجمہ کے لیے بھی۔"

جمال نے بات کاٹ کر جوش سے کہا: "پھر وہی نجمہ کے لیے۔ عرفان تم آخر میری بات کیوں نہیں سمجھ رہے ہو۔ میں ہر ایک کیلیے سب کچھ شاید کر سکوں مگر نجمہ مجھے اس قدر عزیز ہے اور میں اس کا اس قدر احترام کرتا ہوں کہ اس سے میں جھوٹ بولنے کا خیال بھی نہیں کر سکتا اور نہ اپنے کو اس قدر گرانے کے بعد نجمہ کے قابل سمجھتا ہوں کہ چونکہ نجمہ سے مجھے محبت ہے میں نجمہ کو حاصل کرنا چاہتا ہوں لہذا میں مذہبیت اور مشرقیت کا ڈھونگ رچاؤں جس کو دراصل میرا دل بکواس سمجھتا ہے۔"

عرفان نے کہا: "بھائی صاحب یہی تو خاکسار بھی عرض کر رہا ہے کہ آپ لامذہبی کے اس شدت سے پیرو ہیں کہ یہی آپ کا مذہب بن گئی ہے۔ پھر مذہب سے بیزاری تو باقی نہیں رہی نا۔ ایک اور مذہب بے دینی کی شکل میں آپ کے سامنے ہے جس کے آپ نہایت پکے پیرو ہیں خیر جو کچھ بھی ہو مگر اب تو سوال یہ ہے کہ یہ سنجوگ بہر صورت ہونا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کیوں؟ اس بات کا یقین ہے کہ یہ تمام درمیانی پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح تتر بتر ہو جائیں گے اور یہ متوازی خطوط مستقیم کسی ایک مرکز پر جا کر ملیں گے آخر وہ مرکز بعد از خرابی بسیار کیوں دریافت ہو۔ ابھی کیوں نہ ہو۔"

جمال نے مسکراتے ہوئے کہا: "اگر آپ دانشمند نہیں محض محقق بننا چاہتے ہیں

تو اس مرکز کے لیے اپنی تحقیقات جاری رکھیئے۔ مگر مجھے تو بظاہر ایسا مرکز نظر نہیں آتا۔"
عرفان نے اُٹھتے ہوئے کہا: "اللہ ایسے کج بحثوں سے بچائے۔ دماغ بچی ہو کر رہ گیا۔ مگر اس کمبخت کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اب میں ذرا فریق ثانی کا جائزہ لوں گا۔ دیکھوں وہاں کیا منطق بگھاری جاتی ہے۔"

جمال نے ہنستے ہوئے کہا: "میرا خیال ہے کہ مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد تم کو میرے پاگل ہونے کا احساس ہوا ہو گا۔ مگر نجمہ سے گفتگو کر کے شاید تم کو خود اپنے پاگل ہونے کا یقین ہو جائے۔ میری گفتگو نے تم کو کم سے کم قطعاً مایوس نہیں کیا ہو گا۔ مگر وہاں ایسا ٹکا سا جواب ملے گا کہ آپ اپنا سا منہ لے کر رہ جائیں گے۔ اول تو مجھ کو یقین ہی نہیں کہ اس باب میں آپ کو لب کشائی کی اجازت دی جائے۔"

عرفان نے چلتے ہوئے کہا: "اچھا تشریف لائیے۔ آپ کے نزدیک میں ایسا ہی گنوار ہوں کہ لب کشائی کی اجازت یا عدم اجازت کا امکان پیدا ہونے دوں میں جنگ کے مختلف نقشے ہر وقت جیب میں رکھتا ہوں۔ نجمہ سے میرا طریقہ یہ نہ ہو گا گفتگو کا۔ آپ مجھے اتنا بیوقوف نہ سمجھیں۔ جتنا میں صورت سے نظر آرہا ہوں بہر حال تشریف لائیے۔"

(۱۳)

نجمہ کے دل پر جو کچھ بھی گزر رہی ہو مگر وہ بشاش بھی تھی اور گویا اس تمام کشمکش سے بے فکر تھی۔ البتہ اب اسکو ایک عجیب فکر یہ تھی کہ جمال کو بھی مایوس اور پژمردہ نہ دیکھے۔ ظاہر ہے کہ اس کی صرف ایک ہی ترکیب تھی کہ وہ جمال کی دہریت اور مغربیت کو اوڑھ کر اس کی ہو جائے لیکن وہ اس کے لیے اپنے کو مجبور پاتی تھی اور خود جمال کو بھی اس قدر گرا ہوا دیکھنا نہیں چاہتی تھی کہ وہ محض اس کو اپنانے کے لیے اپنے کو بدل دے۔ اگر جمال نے یہ کمزوری دکھائی ہوتی تو شاید وہ نجمہ کی

بلند نظروں سے گر چکا ہوتا مگر وہ جمال کے کیریکٹر کی بلندی سے واقف تھی اور اسکی
سچی دہریت کو جھوٹی مذہبیت سے زیادہ پسند کرتی ہے۔ وہ خدا کا منصب لینا نہیں چاہتی
تھی کہ جمال کے مذہبی اعتقادات جو خدا کی وجہ سے نہ بدل سکتے تھے اس کی وجہ سے
بدل جائیں۔ نجمہ کے ذہن میں آجکل جن خیالات کا ہجوم رہتا تھا ان کو سطحی طور پر
قطعاً خلاف فطرت سمجھا جائے گا مگر نجمہ دراصل اپنے کو اس عجیب وغریب
امتحان کے لیے تیار کر رہی تھی کہ جمال کے لیے خود کوئی مناسب لڑکی تجویز کرے۔
جو جمال کے مذاق کے مطابق ہوا اور اس کی زندگی کو تھوڑا بہت خوشگوار بنا سکے
وہ دیکھ رہی تھی کہ اگر جمال کی توجہ کا مرکز وہ خود بنی رہی تو کچھ دنوں میں ہی یہ مایوسیاں
یہ ٹھنڈی آہیں۔ یہ خاموش فریادیں اس کے تمام ولولوں کو سرد کر کے اسے ایک چلتی
پھرتی لاش اور ایک ذی روح مردہ بنا دے گی۔ دراصل نجمہ خود ہر ایک آزمائش
کے لیے تیار تھی۔ مگر جمال کی یہ زندگی اس سے نہ دیکھی جاتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ
لڑکیاں ہزاروں مل سکتی ہیں مگر جمال کے لیے کسی میں کشش پیدا کرنا آسان بات نہیں ہے
اسے اندازہ تھا کہ وہ خود کس حد تک جمال پر طاری رہے اور جمال کے لیے کسی اور طرف
متوجہ ہونا ایک حد تک ناممکن سا ہے مگر اس کے علاوہ اور کوئی صورت بھی نہ تھی
کہ جمال کی یہ تکلیف وہ زندگی اپنا رخ بدل سکے۔ اس کی نظر اس سلسلہ میں
گھوم پھر کر بار بار میبل پر آکر ٹھہرتی تھی وہ میبل کو اپنے نزدیک جمال کے لیے ہر طرح
موزوں اور مناسب سمجھتی تھی حسین تھی۔ ذہین تھی جمال کی ایک خاص وقعت
اس کے دل میں تھی جمال کی ولایت کی زندگی کے گہرے نقوش اس کے دل پر تھے
اور جمال نے اپنے کو جس طرح ولایت میں ہر کشش سے دور رکھا تھا۔ اس وسیدگی
کی وہ دل سے قدر کرتی تھی۔ اور خود نجمہ سے بارہا کہہ چکی تھی کہ تم سے زیادہ
خوش قسمت لڑکی اور کون ہوگی جس کو جمال سا پاکباز شوہر ملنے والا ہے

نجمہ چاہتی تھی کہ اس خوش قسمتی کا سہرا جمیل ہی کے سر باندھ دے۔ اسکو یقین تھا
کہ جمیل کو وہ ضرور اس کے لیے آمادہ کرے گی مگر پھر وہی جمال کی رضامندی کا سوال
آخر اس نے بہت سوچنے کے بعد یہ طے کر لیا کہ اگر میں خود اپنی محبت کے خون بہا کے
طور پر یہ التجا کروں گی تو وہ میرے اشارے پر اپنے کو جمیل کے حوالے ضرور
کر دے گا بہر صورت اس کے لیے پہلی منزل یہ تھی کہ جمیل سے سلسلہ جنبانی کرے
چنانچہ بہت کچھ سوچنے کے بعد آخر ایک دن اس نے اپنی اس مہم کو شروع کر ہی
دیا اور بغیر کسی اطلاع کے جمیل کے یہاں اکیلی جا دھمکی۔ جمیل بھی اتفاق سے اس
وقت بالکل تنہا تھی مگر نجمہ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاید جمیل یا جمیل کی کوئی اور سہیلی آجائے
اس لیے اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ جمیل کو اس کے یہاں سے لے کر یا تو کہیں باہر چلی
جائے گی۔ یا جمیل سے یہ انتظام کرا دے گی کہ اسکی موجودگی کی اطلاع نہ ہو۔ چنانچہ
اس نے پہونچتے ہی جمیل کی تمام حیرت اور گرمجوشی کے جواب میں سب سے پہلے
یہی کہا۔

"خیر میرے اچانک آنے پر تعجب تو بعد میں کرنا سب سے پہلے تو یہ انتظام کر دو
کہ یا تو میرے ساتھ کہیں باہر چلو ورنہ اپنی آپا سے کہہ دو کہ اگر کوئی آئے تو تمھارے
متعلق کہہ دیا جائے کہ موجود نہیں ہیں۔ مجھے تم سے تنہائی میں بہت ضروری باتیں
ہی کرنا ہیں"

جمیل نے کچھ خوفزدہ ہو کر کہا "خیریت تو ہے؟"

نجمہ نے مسکرا کر کہا "خیریت ہے باولی۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ البتہ تنہائی
ہونا ضروری ہے جلدی اٹھو ایسا نہ ہو کہ کوئی آجائے"

جمیل نے بدستور حیرت اور خاموشی کے ساتھ اٹھ کر آپا کو ضروری ہدایات دیں
اور خود نجمہ کو لے کر اپنے بیڈ روم میں چلی آئی تاکہ یہاں کسی کا گذر نہ ہو۔ یہاں

پہونچنے کے بعد اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"کم سے کم یہی بتا دو کہ کس قسم کی بات ہے۔ میں اپنے کو اس بات کے سننے کے لیے تیار تو کروں"

نجمہ نے اطمینان کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہا۔ بات بہت اچھی قسم کی ہے نہایت خوشی کی مگر چونکہ اچانک ہے لہذا تم کو تعجب ضرور ہوگا مطلب یہ ہے کہ آپ کا دم نہ نکلے کوئی ایسی خطرناک یا فکر کی بات نہیں ہے"

میبل نے اطمینان پیدا کرنے کی کوشش کے ساتھ کہا "میں تو سہم گئی تھی کہ نہ جانے کیا ہوا۔ اچھا اب تم جلدی سے بتا دو تاکہ میرا باقی ڈر بھی دور ہو جائے"

نجمہ نے میبل کے قریب اچک کر کہا "ڈارلنگ میں تم کو ایک چیز دینے اور تم سے ایک چیز مانگنے آئی ہوں۔ بولو سودا کرتی ہو"

میبل نے کہا "کیسی باتیں کر رہی ہو نجم تم نے جب کبھی مجھ کو کوئی چیز دی ہے میں نے ہمیشہ اس کو فخر سے قبول کیا ہے اور میرے پاس یا میرے امکان میں جو کچھ ہے وہ تمہارا ہے تم کو مجھ سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں"

نجمہ نے بات پکی کرنے کے لیے کہا "فرض کرو تمہارے امکان میں نہ ہو بلکہ تمھیں جبر کرنا پڑے"

میبل نے گرمجوشی سے کہا "جبر تو امکان سے باہر کی چیز نہیں اگر جبر کر کے امکان پیدا ہو سکتا ہے تو اس کو امکان ہی سمجھو۔ آخر تم یہ پہیلیاں کیوں بجھا رہی ہو۔ صاف بات کیوں نہیں کہتیں"

نجمہ نے میبل کا ہاتھ محبت سے پکڑ کر کہا "ابھی ابھی بات صاف ہوئی جاتی ہے۔ اچھا فرض کرو میں تم ہی کو تم سے مانگوں"

میبل نے ہنس کر کہا "اس سے زیادہ آسان تو شاید اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا

میں یوں بھی تمھاری ہوں۔ تمھاری ہی چیز تم کو دے دینا کونسی مشکل بات ہے
نجمہ نے مبیل کا شانہ جھنجھوڑ کر کہا "بس تو ٹھیک ہے آدھا سودا تو ہو گیا۔
اب یہ تو بتاؤ کہ اگر میں تم کو اپنی کوئی بہت ہی عزیز چیز دوں؟"
مبیل نے کہا "تم جو چیز بھی مجھے دو گی عزیز ہو گی"
نجمہ نے کہا "انکار تو نہ کرو گی"
مبیل نے عاجز آ کر کہا "آج تم کو کیا ہو گیا ہے نجم تمھاری چیز ہے اور میں انکار
کروں گی تمھاری طبیعت تو اچھی ہے ذرا نبض تو دکھاؤ"
نجمہ نے کہا "نبض نہیں پیاری بہن میرا دل دیکھو۔ اچھا تو اب اپنے قول پر قائم
رہنا تو سنو میں آج تم سے تمھاری بھیک مانگنے آئی ہوں اور تمھارے سپرد اپنا
حاصل زندگی کرنا چاہتی ہوں یعنی جمال"
مبیل "جمال ــــ کیا مطلب ہے تمھارا؟"
نجمہ نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا "مبیل تم وعدہ کر چکی ہو۔ میں تم کو جمال
کے اور جمال کو تمھارے ساتھ وابستہ کرنے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔ اب تم انکار نہیں
کر سکتیں"
مبیل نے سکتہ کے عالم میں کہا "نجم"
نجمہ نے بدستور اطمینان کے ساتھ کہا "مجھے معلوم ہے کہ اس وقت تم کو اپنے
عالم خواب میں ہونے۔ میرے دماغ میں خلل ہونے۔ اس بات کے مذاق ہونے وغیرہ
کے خدا جانے کتنے شبہے ہو رہے ہوں گے مگر نہ یہ خواب ہے نہ میرا دماغ خراب
اور نہ میں مذاق کر رہی ہوں۔ بلکہ تم سے التجا کر رہی ہوں کہ تم اس التجا کو قبول
کرو اور جمال کو زندگی کے اس مہیب غار میں گرنے سے بچا لو۔ جس میں وہ گرا ہی
چاہتا ہے وہ نہ صرف میں بلکہ ہم سب جمال ایسے قابل قدر انسان سمجھے

دوست اور عزیز ترین رفیق کو ہاتھ سے کھو دیں گے اور وہ ہمارے ساتھ رہتے ہوئے بھی اپنی انفرادیت اپنی شگفتگی اور اپنی تمام زندہ دلی کو کھو کر خدا جانے کیا سے کیا ہو جائے گا۔

جیل خدا جانے یہ گفتگو سن بھی رہی تھی یا نہیں وہ اس وقت پتھر کی ایک ایسی مورت نظر آ رہی تھی جس میں زندگی اور روح تک منجمد ہوتی ہے۔ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ سانس اوپر کی اوپر اور نیچے تھی۔ نجمہ نے کچھ دیر اس کے جواب کا انتظار کر کے اسے جھنجھوڑ کر کہا: "بولو جیل۔ مجھے کوئی ایسا جواب دے دو کہ میں امید و بیم کی روح فرسا تکلیف سے نجات پاؤں۔ تم مجھ کو صرف اسی طرح خرید سکتی ہو اور زندگی کا سب سے بڑا احسان میرے ساتھ یہی کر سکتی ہو۔ کچھ تو بولو۔"

جیل نے بہت کچھ کہنے کا ارادہ کر کے بمشکل تمام کہا: "مگر"

نجمہ نے پھر تڑپ کر کہا: "خدا کے لیے میرا دل نہ توڑ دینا۔ جیل تم کو نہیں معلوم کہ میں اپنے دل کو کتنا نازک آبگینہ بنا کر تمھارے پاس لائی ہوں۔"

جیل نے بمشکل تمام اپنے کھوئے حواس یکجا کر کے کہا: "تم خود بتاؤ کہ نجم کو اگر اس وقت تم میری جگہ ہوتیں تو کیا کرتیں۔ میں تو جواب دینا کیا معنی ابھی تک تو سوال ہی پر حیران ہوں۔ آخر یہ تم کس دل سے کہہ رہی ہو اور تم نے یہ کیونکر فرض کر لیا ہے کہ یہ بات میرے لیے اتنی ہی آسان ہے جس قدر تم سمجھ رہی ہو۔"

نجمہ نے پورے اعتماد کے ساتھ کہا: "اس لیے کہ مجھے تم پر کچھ حقوق حاصل ہیں اور اس لیے کہ تم خود بھی جمال کو جانتی ہو اور کم سے کم اتنا جانتی ہو کہ وہ تمھاری نظر میں سب سے زیادہ پسندیدہ دوست ہے۔"

جیل نے کہا: "ہاں یہ ٹھیک ہے وہ بیشک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ دوست ہے میں اس کے لیے نہایت ہی بلند رائے رکھتی ہوں میں اس کو ولایت ہی میں عام سطح

سے بہت اونچا مان چکی ہوں مجھ کو سچائی کے ساتھ اس کی دلکشی اور اسکی موہ لینے
والی ایک ایک بات کا اعتراف کر لینا چاہیے مگر پیاری - اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ تم
کہ ـــ یعنی جو کچھ تم کہہ رہی ہو وہ بھی ہو جائے "

نجمہ نے ایک وجد کے ساتھ کہا " ہائے میبل تم میں کتنی مشرقیت ہے مجھے تو
تعجب ہوتا ہے کہ ایک مغربی لڑکی اور شادی کے نام پر اس کی زبان میں ایسی لکنت
پیدا ہو - اچھا اب میں تم سے پوچھتی ہوں کہ باوجود اتنے قریبی مراسم کے کیا تمہارے
دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ کاش جمال تمہارا ہو سکتا - دیکھو میبل میں تم کو
تمہاری سچائی کی وجہ سے پوچھتی ہوں - میں اس وقت تم سے سچ بولنے اور تمہارے
منہ سے نہایت بیباک قسم کے سچ سننے آئی ہوں - اس سے پہلے کہ تم کچھ کہو - میں زندگی
میں پہلی مرتبہ صرف تم سے کہتی ہوں کہ میں نے زندگی کو ابھی تھوڑے دن قبل تک اسی
امید کے سہارے قائم رکھا ہے کہ جمال میرا ہے مگر اب میری زندگی اس سہارے پر
قائم رہ سکتی ہے کہ جمال میرا نہ ہو کر بھی خوش رہے - میرے اس اعتراف کے بعد کم سے
کم یہ سچ تم کو بھی بولنا پڑے گا "

میبل نے شکست کھاتے ہوئے کہا " نجم تم سے جھوٹ بولنے یا سچائی کو چھپانے کی
کوشش کرنے کا ارادہ کم سے کم میں نہیں کر سکتی اس لیے کہ تم نہ صرف سچی ہو بلکہ سچائی
کی جوہری بھی ہو البتہ صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ میرے متعلق یہ خیال ہوا کیسے کہ
میرے دل میں کبھی یہ خواہش پیدا ہوئی ہوگی - اس لیے کہ ہندوستان آنے سے پہلے
ولایت ہی میں جمال نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ تمہارا نام لے کر میری اس خواہش
کو دل ہی میں دفن کر دیا تھا "

نجمہ نے مسکرا کر کہا " بھولی میبل مجھ سے نہ تم نے کچھ کہا - نہ جمال نے مگر میں نے
تمہاری اس مردہ خواہش کے جنازے سے خود تمہاری نگاہوں کو اٹھاتے ہوئے

دیکھے ہیں۔ مجھ کو یقین تھا کہ تم مجھ سے صاف صاف کہہ دو گی۔ لیکن اگر تم نہ بھی کہتیں تو بھی میرے اس یقین کو کوئی بدل نہ سکتا۔ مجھے اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہے کہ خود جمال کے سامنے اگر میں نہ ہوتی تو میرے بعد اس کی نظر صرف تم ہی پر ٹھہر سکتی تھی یہی وجہ ہے کہ میں یہ التجا لے کر کسی اور کے پاس نہیں گئی۔ صرف تمھارے پاس آئی ہوں۔"

میبل نے کچھ شرماتے ہوئے اور کچھ بدستور حیرت کے ساتھ کہا۔ "مگر اب مجھ کو یہ بھی بتا دو کہ آخر تم جمال کی یا جمال تمھارا کیوں نہیں ہو سکتا۔ میں تو یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آخر وہ کون سی قوت ہو سکتی ہے جو تم دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دے۔"

نجمہ نے اپنی آہوں کو زبردستی ہنسا کر کہا۔ "یہ بہت طویل بحث ہے صرف اسی قدر سمجھ لو کہ جمال کی اور میری معاشرت۔ جمال کی اور میری افتاد طبیعت۔ جمال کے میرے نقطہ نظر میں رڈیارڈ کپلنگ کی بدشگونی حائل ہو گئی ہے مشرق مشرق اور مغرب مغرب۔ یہ دونوں کبھی نہیں مل سکتے۔"

میبل نے تیزی سے کہا۔ "یہ بدشگونی تو میرے اور جمال کے درمیان حائل ہو سکتی ہے تم اس سے کیوں فائدہ اٹھا رہی ہو۔"

نجمہ نے اس کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "نہیں میبل تمھارے اور جمال کے درمیان وہ اختلافات رنگ و نسل کے اختلاف کے باوجود نہیں ہیں جو ہم دونوں کے درمیان ہیں تم دراصل میری مشرقیت اور مذہبیت کی شدت پسندی کا صحیح طور پر تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ جمال کی زندگی کو میں محض اپنی مشرقیت اور مذہبیت کی وجہ سے تاریک بنانا نہیں چاہتی۔ میں اس کی رفیقہ حیات کیونکر بن سکتی ہوں جب کہ اسکی حیات گھر کی چار دیواری کے باہر بھی چہل پہل چاہتی ہے۔ وہ کلب کی زندگی سوسائٹی کی زندگی بال روم کی زندگی وغیرہ کا خوگر ہو کر آیا ہے اور میں ان

مناظر پر اس کے ساتھ کسی کو نظر نہیں آسکتی۔ میں یہ نہیں چاہتی کہ وہ محض میرے لیے یا میری محبت کے لیے اپنی ان امنگوں کو جو اس کی زندگی بن چکی ہیں ختم کردے اور اگر وہ اس ایثار کے لیے تیار بھی ہو جائے تو بھی ایک سو ایک اختلافات موجود ہیں۔ میں خالص مذہبی لڑکی ہوں اور اس کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے لیے تو یہ ڈوب مرنے کا مقام ہوگا۔ اگر میں اسکے ساتھ کلب جاکر نماز کے وقت سجدہ ریزیاں شروع کردوں۔ مختصر یہ کہ نہ در اصل میں اس کے قابل رہی ہوں اور نہ وہ میرے قابل پھر بھی اگر ہم دونوں کا دل ایک دوسرے کو مانگتا ہے تو ایسے دل کا علاج صرف یہ ہے کہ اس پر دماغ کی حکومت شروع کردی جائے اور اسی دماغ کی حکومت کا یہ نتیجہ ہے کہ میں جمال کی زندگی اپنے ساتھ تلخ بنانے کے بجائے تمھارے ساتھ خوشگوار بنانا چاہتی ہوں"

مبیل کی سمجھ میں اس وقت کچھ نہ آرہا تھا۔ وہ نجمہ کی طرف سے اس حملہ کے لیے تیار تھی نہ کسی جوابی حملے یا مدافعت کی کوئی صورت اس کے ذہن میں تھی۔ وہ تو اس وقت کچھ سٹپٹا کر رہ گئی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح اس وقت یہ بات ٹل جائے تاکہ سکون سے اس بات پر غور کرکے کوئی صورت پیدا کرسکے۔ آخر اس نے اس بحث سے ہٹ کر جان بچانے کے لیے کہا "نجم سچ پوچھتی ہو تو اس وقت نہ تمھاری کوئی بات میری سمجھ میں آرہی ہے نہ میں جانتی ہوں کہ مجھے کس بات کا کیا جواب دینا چاہیے میں یہ چاہتی ہوں کہ تم مجھے تھوڑا سا وقت تو غور کرنے کو دو تاکہ میں بھی کسی نتیجہ پر پہونچ سکوں"

نجمہ نے محبت سے مبیل کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا "تم کو غور ہی کیا کرنا ہے تمھارے دل میں آج نہ سہی لیکن پہلے جمال کی تمنا رہ چکی ہے۔ تمھاری نگاہیں اسکو قبول کرچکی ہیں اور خود جمال ہی کے کہنے سے تم نے اس خیال کو ہمیشہ

خاموشی کے ساتھ یاد رکھنے کے لیے بھلا یا تھا لہٰذا جہاں تک غور کا تعلق ہے وہ تو ہو ہی چکا ہے۔ اب تو میں صرف تم سے یہ چاہتی ہوں کہ اپنے دل کو اس بات کا یقین دلا دو کہ تم دونوں کے درمیان نجمہ حائل نہیں ہے تم نے جمال کو اپنا نہ سمجھنے میں اگر ایثار سے کام نہ لیا تھا تو اب اس کو اپنا سمجھنے میں ایثار سے کام لو۔ تم بیشک غور کرنے کا حق رکھتی ہو مگر غور کرنے کے بعد بھی اس پیش کش کو ٹھکرانے کا حق نہیں رکھتیں یہ سمجھ کر غور کرنا۔"

نبیل نے سچائی کے ساتھ کہا۔ "نجم تم کو نہیں معلوم کہ اس وقت میرے دل و دماغ کی کیا کیفیت ہے۔ مجھے کم سے کم اس وقت کوئی فیصلہ کن بات کہنے پر مجبور نہ کرو۔ مجھے سوچنے سمجھنے یا غور کرنے کا نہ سہی مگر سنبھلنے کا وقت تو دو۔"

نجمہ نے نبیل کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "ہاں ہاں تم ضرور سنبھلو مگر تمھارا کچھ یہ حال ہے جیسے کسی پر کوئی پہاڑ پھٹ پڑا ہو۔ میری بہن تم کو وہ چیز وہ گرانقدر چیز پیش کر رہی ہوں جس سے زیادہ قیمتی چیز میرے نزدیک اور کوئی نہیں ہوسکتی اچھا اب مجھے چائے نہیں پلاؤ گی اور ہاں ذرا مزیدار ناشتہ بھی۔"

نبیل نے بے پروائی سے کہا۔ "تم خود خانساماں سے کہہ دو۔" اس کے بعد نجمہ نے اس کیف یا بے کیفی کو چائے اور ناشتہ کے بھلاوے میں ڈال دیا۔

(۱۴)

حضرت مولانا شرف اور بقول جمال کے نور اللہ مرقدہ کو بھلا کیا معلوم کہ یہاں حالات کس حد تک پیچیدہ و سنجیدہ ہو چکے ہیں۔ وہ اپنی چلہ کشی میں ہمہ تن مصروف تھے داڑھی بڑھ رہی تھی اور عقل گھٹ رہی تھی۔ ایک طرف تو وہ اپنے اس سوانگ سے نجمہ کو دھوکا دینا چاہتے تھے۔ دوسری طرف ان کو یہ بھی خیال آیا کہ اس بہروپ سے کچھ اور کام کیوں نہ لیں لہٰذا آپ نے واقعی دعائیں بھی

شروع کر دی تھیں کہ نجمہ کا دل جمال کی طرف سے پھر جائے۔ بہت سے تسخیر کے عمل بھی آپ نے ادھر ادھر سے پوچھ رکھے تھے کہ اگر ان دواؤں سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو یہ عمل شروع کر دیئے جائیں گے۔ مگر ایک مصیبت یہ بھی کہ اس وضع قطع اور اس شان بزرگی کے ساتھ ہر روز ان لڑکیوں کی محفل میں آپ کا باریاب ہونا بھی قرین مصلحت نہ تھا گویا شرع کے خلاف تھا۔ مگر حجرہ اعتکاف میں دل بھی نہ لگتا تھا تاوقتیکہ وہ صنم بھی سامنے نہ ہو جس کے لیے آپ اللہ والے بنے تھے عرفان کے سوا آپ کے پاس بہت ہی کم کوئی آتا اور صرف عرفان سے آپ کو یہ معلوم ہوتا رہتا تھا کہ چلو کس حد تک کامیاب ہو رہا ہے اور اس شرعی صورت کا کس حد تک نجمہ پر اثر پڑ رہا ہے۔ مگر صرف اتنا ہی تو کافی نہ تھا۔ آخر سوچتے سوچتے آپ نے ایک صورت نکالی اور قوالی کا ایک بہانہ تجویز فرما کر سب کو دعوتی رقعے روانہ کر دیئے جس وقت یہ رقعہ جمال کے پاس پہونچا تو وہ انتہائی پژمردہ ہو رہا تھا۔ مگر اس نوید نے اس کی حالت ہی بدل دی۔ ایک عجیب تازگی اور شگفتگی سی لے کر سب سے پہلے عرفان کے پاس پہونچا اسے ساتھ لے کر نجمہ اور تارا کے لئے دوسری گاڑی کا انتظام کر دیا کہ فوراً جمیل کے یہاں پہونچیں اور آخر یہ پوری جماعت جمیل کے یہاں سے تھوڑی ہی دیر میں شرف صاحب کے یہاں جا پہونچی جہاں اس زندہ پیر کا عرس ہونے والا تھا۔

شرف صاحب کی سج دھج۔ اے سبحان اللہ۔ منڈے ہوئے شفاف سر پر نہایت چمکدار قسم کی پالش ہی نظر آ رہی تھی کیا تعجب کہ جمیل اور ڈینیل کا دل اسکیٹنگ کو چاہنے لگا ہو۔ آنکھوں میں نور اور نور بھی سرمے کا۔ لہرائی ہوئی داڑھی پر مہکتا ہوا عطر۔ جوگیا رنگ کا لمبا سا ریشمی کرتا۔ چارخانے کا ریشمی تہ بند۔ فرش پر ہر طرف قالین اور گاؤ تکیے لگے ہوئے اور صدر میں خود حضرت شاہ شرف میاں صاحب

گویا خود اپنے ہی سجادہ نشین بنے ہوئے ایک لمبی سی تسبیح لیے بیٹھے تھے۔ ان لوگوں کے پہونچتے ہی آنکھیں بند کرکے گویا اور بھی واصل بحق ہو گئے اور تسبیح زیادہ تیزی کے ساتھ چلنے لگی۔ تارا تو خیر پہلے ہی سے منہ میں رومال ٹھونس چکی تھی۔ اس لیے اُسے اپنی ہنسی کا خود اعتبار نہ تھا۔ نجمہ بیساختہ ہنسی کی حالت میں بھی قہقہہ تک نہیں پہونچ سکتی تھی۔ البتہ بیل اور ڈینیل سے اندیشہ تھا کہ کہیں اس دربار میں زور سے نہ ہنس دیں لہذا عرفان نے ان دونوں کو پہلے ہی سے منع کر دیا تھا حالانکہ یہ منظر دیکھ دیکھ کر دونوں کا ہنسی کے مارے دم نکلا جا رہا تھا عرفان انتہائی عقیدت کیش بنا کھڑا تھا اور جمال کو یہ فکر تھی کہ حضرت شاہ صاحب قبلہ کو عالم مجاز میں کیونکر لایا جائے۔ اللہ ری محویت کہ یہ لوگ سب آچکے تھے۔ موٹر کا ہارن بج چکا تھا۔ اب بھی کوئی کھنکھار رہا تھا کسی کے قدموں کی چاپ آرہی تھی۔ مگر حضور کو بھلا ان دنیا کی باتوں سے کیا مطلب؟ آپ یہاں تھے ہی کب۔ آخر جمال نے نہایت نزاکت کے ساتھ کہا۔

"السلام علیکم"

شرف صاحب نے ایک دم سے گویا چونک کر آنکھیں کھول دیں اور "وعلیکم السلام" کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے تو سب سے پہلے عرفان نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے معانقہ کیا۔ شرف نے کہا۔ "آپ اس عاصی کو اور بھی پر معاصی بناتے ہیں تشریف رکھیے۔"

سب ایک قرینہ سے بیٹھ گئے تو جمال نے کہا۔ "مولانا آپ تو ایسے واصل بحق ہو گئے کہ خاک نشینوں کو بالکل بھلا ہی دیا۔"

عرفان نے جلدی سے کہا تاکہ واصل بحق والی ترکیب کو شرف سمجھنے نہ پائے۔ "آپ نے تو دراصل خود اپنے کو بھی بھلا دیا ہے اور خود کو کھو کر آپ کسی کو ڈھونڈھا

چاہتے ہیں "

شرف نے آنکھیں بند کر کے داڑھی پر ہاتھ پھیر کر زیر لب کہا "تو ہی تو" اور پھر ایک گہری سانس لے کر رہ گئے۔

تارا نے اپنا منہ گاؤ تکیہ کے پیچھے چھپا لیا اور نجمہ کو بیل کی صورت دیکھ ہنسی آ گئی۔ جو نہایت غور سے ایک سکتہ کے عالم میں شرف صاحب کو گھور رہی تھیں جمال نے بدستور سنجیدگی کے ساتھ کہا "عرفان صاحب یہ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ محفل کیف جو اس درگاہ میں آج منعقد ہو رہی ہے خود شرف صاحب ہی کے عرس کی تقریب میں ہے یا کسی اور وجہ سے "

شرف نے عرفان کے بجائے جواب دینے کیلئے گلا صاف ہی کیا تھا کہ ایک عورت اپنے بچے کو کندھے سے لگائے ہوئے دروازے میں آ کر کھڑی ہو گئی اور شرف صاحب کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا۔ "آؤ آؤ لے آؤ اسے" وہ عورت نہایت عقیدت کے ساتھ آگے بڑھی اور شرف صاحب کی مسند کے قریب بچے کو لے کر بیٹھ گئی آپ پہلے تو کچھ بڑبڑائے اس کے بعد نہایت بزرگی سے جھک کر بچے پر تین مرتبہ پھونک ماری اور ارشاد فرمایا۔ انشاء اللہ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔ بس تیل، مرچ، گوشت، انڈا، مچھلی وغیرہ کی خوشبو اس کے قریب نہ آئے۔ لے جاؤ " وہ عورت آپ کی طرف رخ کیے ہوئے الٹے پیروں واپس ہو گئی پہلے تو سب خاموش رہے مگر اس عورت کے جاتے ہی تارا کا تو ہنسی کے مارے برا حال ہو گیا۔ نجمہ نے دوپٹہ سے اپنا منہ چھپا لیا اور جمال نے ہنستے ہوئے کہا "گڈ لارڈ۔ میرے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ نوبت یہاں تک پہونچ چکی ہے"

عرفان نے بمشکل ہنسی ضبط کر کے کہا "آخر کیا کیا جائے۔ اہل غرض سے بچارے اپنے کو کس طرح بچا سکتے ہیں۔ ابھی پرسوں ہی عید یا کبڑن کی لڑکی ایکدم بیہوش ہو گئی

اور اس کو اس وقت ہوش آیا جب شرف صاحب نے پڑھ کر پانی بھیجا اور وہ اس کے منھ پر چھڑکا گیا۔" شرف نے کہا "یہ سب اس کی دین ہے کہ اس نے اس عاصی کی دعا میں کچھ اثر دے رکھا ہے۔ اگر میری ذات خلق اللہ کو فائدہ پہونچا سکتی ہے تو مجھ پر فرض ہے کہ میں فائدہ پہونچانے میں بخل سے کام نہ لوں۔"

جمال نے کہا "بجا ارشاد ہوا۔ مگر کیا سیدی و مولائی نے پیری مریدی ابھی شروع نہیں فرمائی؟"

عرفان نے کہا "کوئی بات ارادہ کے ماتحت شروع نہیں ہوتی خود بخود ہو جایا کرتی ہے۔ مرید بھی آپ نے تو کسی کو اب تک نہیں بنایا ہے۔ مگر لوگ خود بخود بن رہے ہیں۔ مثلاً مجھے اس بات کا اقرار ہے کہ میں سچے دل سے آپ کو مرشد مان چکا ہوں۔"

جمال نے شرارت سے کہا "آپ اگر خدانخواستہ مرید ہو گئے پھر تو آپ کے مرشد کی بخشش بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

عرفان نے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ خود شرف نے جل کر کہا "جی نہیں بخشش تو صرف آپ کی ہو گی۔"

عرفان نے جملہ پورا کیا "بشرطیکہ قیامت کے دن سرکاری زبان انگریزی ہوئی۔" شرف نے لطف لیتے ہوئے کہا "جی ہاں۔ جی ہاں۔ مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور دخل دے رہے ہیں آپ بخشش کے معاملات میں۔ آپ کو ان جھگڑوں سے کیا واسطہ یہ بخشش وہ نہیں جو خانساموں کو دی جاتی ہے۔ آپ اپنے کلب کے معاملات، کچہری کے مقدمات اور ناچ رنگ وغیرہ کی فکر رکھئے۔"

جمال نے کہا "گویا ناچ رنگ میرے سپرد ہے اور گانا آپ کے سپرد۔ وہ قوالی آخر کب شروع ہو گی؟"

عرفان نے کہا "ملاحظہ فرمایا آپ نے شرف صاحب گویا نعوذ باللہ قوالی بھی گانا ہے توبہ۔ توبہ۔

شرف نے ایک جھرجھری لے کر کہا "قوال اور گانے میں وہی فرق ہے جمال صاحب جو آپ میں اور مجھ میں ہے"

جمال نے کہا "شکر ہے کہ مجھ میں اور آپ میں فرق تو ہے"

اب نجمہ نے اس ذکر کو ختم کرنے کے لیے کہا "مگر واقعی قوالی کب شروع ہوگی"

شرف نے ہمہ تن متوجہ ہوتے ہوئے کہا "ابھی بس۔ گویا ابھی شروع ہوتی ہے قوال سب آچکے ہیں۔ آپ ہی سب کا انتظار تھا۔ میں ابھی انتظام کرتا ہوں"

یہ کہہ کر شرف صاحب تو ادھر انتظام کرنے گئے اور ادھر ان سب کو کھل کر ہنسی کا موقع مل گیا۔ تارا سب سے زیادہ بیقرار تھی۔ نجمہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "رضیہ اور ناہید افسوس ہے اس تماشہ میں نہیں ہیں"

عرفان نے کہا "آپ کا مداری سلامت رہے ایسے ایسے تماشے ہمیشہ ہوسکتے ہیں مگر ذرا دیکھیے مجھے کہ کیسا لاجواب پیر بنایا ہے میں نے۔ کہیں سے بھی نظر نہیں آتا"

جمال نے کہا "تو اس کو مار ڈالے گا۔ پاگل تو خیر بیچارہ ہے ہی مگر آپ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ سچ مچ کپڑے پھاڑ کر بھاگ نکلے"

عرفان نے کہا "میرا ارادہ ہے کہ ہماری محترمہ جنابہ نجمہ کا جنگلا کھلایا ہوا یہ گل ہے اور آپ تو اب ذرا ہشیار رہیے۔ وہ جلال عمل ہمارے پیر نے شروع کیا ہے کرتے چلے گا۔ آپ کو بھی کہ پہونچے ہوئے لوگوں سے ٹکرانے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے آپ ان کو پاگل کہہ رہے ہیں اور وہ آپ کے شکست کھانے کا انتظار کررہے ہیں"

جمیل نے جواب تک حیران بیٹھی ہوئی تھی کہا "ان کے والدین ان کا علاج نہیں کرتے"

یہ بات اس سادگی سے جمیل نے کہی کہ سب کو بیاختہ ہنسی آگئی۔ آخر بمشکل تمام عرفان نے کہا "والدین علاج کیا کریں گے وہ تو خود صاحبزادے کے مرید ہوتے چلے جاتے ہیں۔ شرف صاحب کی والدہ کو ناز ہے کہ ان کے پیٹ سے ایسا برگزیدہ بزرگ پیدا ہوا۔

ڈینیل نے کہا "مگر میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ اس مذاق میں ایک نوجوان کی زندگی خراب ہو رہی ہے"

جمال نے کہا "خیر اس طرف سے آپ مطمئن رہیں۔ شرف صاحب کی زندگی اب کم سے کم ایک کام کی تو ہوئی کہ لوگ اس سے لطف اٹھا سکیں ورنہ وہ تو اب تک کسی کام کے بھی نہ تھے"

میں نے شرارت سے کہا "خیر آپ تو ایسا کہنے پر قدرتی طور پر مجبور ہیں آپ ہی کی وجہ سے اس بیچارے کی یہ حالت ہوئی ہے۔ آپ سے مقابلہ نہ آپڑتا تو وہ کیوں ایسا خوفناک بہروپیہ بنتا"

اتنے میں شرف صاحب نے تشریف لا کر ایک کرسی اس طرح رکھ دیا کہ جمیلہ اور تارا کا سامنا قوالوں کا نہ ہو سکے اور پھر قوالوں کو آنے کا اشارہ فرمایا۔ یہ قوال بھی شرف صاحب سے کم درجہ کے بزرگ معلوم نہ ہوتے تھے تقریباً سب کی وضع قطع سوائے ڈھولکی والے کے شرف صاحب سے ملتی جلتی تھی۔ نہ ہی آنکھوں میں سرمہ۔ زلفوں میں تیل۔ داڑھی میں عطر کلوں میں ٹھنسی ہوئی گلوریاں اور چہروں پر بحیثیت مجموعی وہ ظلمات جو دیکھتے ہی دیکھتے نور بن جایا کرتی ہے آخر قوالی شروع ہوگئی اور شرف صاحب ہاتھ میں تسبیح لے کر آنکھیں بند کر کے

بیٹھ گئے۔ قوالوں نے پہلے تو ایک فارسی قطعہ سنایا۔ اسکے بعد شرف صاحب کی غزل شروع کی عرفان نے پہلا مصرعہ سنتے ہی کہا۔

"یہ خود سرکار ہی کا تبرک ہے۔ جمال صاحب اس غزل کے ہر مصرعہ میں آپ کو ایک الہامی کیفیت ملے گی۔ وجدان اور ہذیان کو اس طرح سمویا ہے کہ صرف سمجھنے والے کچھ نہ سمجھیں۔ البتہ آپ تو خیر سمجھ ہی لیں گے کہ یہ ہے کیا قیامت"

جمال نے بمشکل تمام اپنی سنجیدگی کو قائم رکھا۔ تارا تو خیر مری ہی جارہی تھی مگر نجمہ کا بھی ہنسی کے برا حال تھا۔ ایک تو کلام کے الفاظ دوسرے عرفان کا تبصرہ پھر سب پر طرہ شرف کی مقدس سنجیدگی، واقعی ہنسی کو روکنا دشوار ہو گیا تھا اور قوال تھے کہ مصرعے کی تکرار کیے جارہے تھے ؎

اہے۔ تونے اپنے شرف کو یہ کیا کردیا

شرف تو پہلے جھومتے رہے پھر "کیا کردیا" کی تکرار پر خود اپنی طرف اشارے کرنے لگے۔ یہ منظر ہنسنے والوں کے لیے جیسا کچھ بھی صبر آزما تھا۔ اس کو تارا اور نجمہ کا دل ہی جانتا ہوگا یہاں تک کہ قوالوں نے پورا شعر کردیا۔

ہے تونے اپنے شرف کو یہ کیا کردیا اور ایک عاصی کو مرد خدا کردیا

جمال کا چہرہ ہنسی کو ضبط کرنے کی وجہ سے سرخ ہو گیا مگر عرفان برابر دو زانو بیٹھے ہوئے جھوم رہے تھے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا دیتے تھے۔ خود شرف پر ایک حماقت آمیز وجدان طاری تھا۔ سب کا ہنسی کے مارے برا حال تھا اور تارا تو مری ہی جاتی تھی البتہ میبل اور ڈینیل آنکھیں پھاڑے ہوئے اس منظر کو دیکھ رہی تھیں۔ ان کو نہ ہنسی آرہی تھی نہ غصہ۔ بلکہ عجیب تماشہ بن کر رہ گئی تھیں

آخرکار قوالوں نے بڑی دیر کے بعد اس مطلع کو ختم کرکے دوسرا شعر پڑھا ؎

بحر میں مل کے قطرہ سمندر بنا

عرفان ایک دم جھوم کر اور "حق ہے" کا نعرہ بلند کر کے رہ گئے اور شرف نے بہت زور زور سے جھومنا شروع کیا۔ ڈھولکی والے نے زبردست ہاتھ مارنا شروع کیے قوالوں کے چہرے سرخ ہو گئے اور گلے کی رگیں پھول گئیں۔ آخر ان میں سے ایک قوال کی آواز ایک تان کے ساتھ سب پر غالب آ گئی تو اس نے مصرعے لگانا شروع کر دیئے۔

ایک دن قیس کو صحرا میں جو جا کر دیکھا — سوکھ کر عشق میں لیلیٰ کے ہوا تھا کانٹا
دشت غربت میں عجب حال بنا رکھا تھا — لب جو ہلتے تھے تو آتی تھی یہی منھ سے صدا
اور۔ بحر میں مل کے قطرہ سمندر بنا

ایک دوسرے قوال نے سوچا کہ میں کیوں رہ جاؤں۔۔ لہٰذا وہ ایک گٹکری لے کر سب پر چھا گیا اور اس نے مصرعے لگانا شروع کر دیئے۔

آمادہ بہ قتل من آں شوخ ستمگارے — ایں طرفہ تماشہ بیں ناکردہ گنہگارے
گر نام و نشان من پرسند بگو قاصد
گیا؟ کرع۔ بحر میں مل کے قطرہ سمندر بنا — ارے خود سے واصل تو سب سے جدا کر دیا

شرف صاحب جھوم جھوم کر اٹھنے لگے۔ عرفان بھی کم نہیں تھے۔ ان پر بھی کیفیت کا وجد طاری تھا۔ آخر شرف صاحب نے خود ہی نعرہ بلند کیا "سب سے جدا کر دیا۔ جدا کر دیا" اور قوالوں نے جان دینے کے انداز سے اسی شعر کو رٹنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ عرفان نے نعرہ بلند کیا "الا اللہ" اور شرف صاحب ایک "نعرہ حق" ہے۔ کہہ کر جھومتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ ان کے کھڑے ہوتے ہی قوال بھی کھڑے ہو گئے اور عرفان بھی۔ عرفان نے جمال کو چپکے سے کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔ وہ اس وقت اپنی ہنسی بھول کر کچھ سہما ہوا سا بیٹھا تھا اور ادھر

جبل اور ڈینیل کا بھی رنگ اڑا ہوا سا تھا۔ حد یہ ہے کہ اس وقت تارا مبجود تھی اور بجھ حیرت میں تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے آخر جب شرف نے خود مصرعہ دہرایا۔ کہا کہ۔ ع

خود سے واصل تو سب سے جدا کر دیا

اور اس پر ایک رقص کی کیفیت طاری ہونے لگی۔ تو عرفان نے اس کو سنبھالا اور بمشکل تمام یہ عالم جذب ختم ہو سکا۔ اس غزل کے آخر تک کئی مرتبہ یہی کیفیت طاری ہوئی اور آخر خدا خدا کر کے غزل ختم ہوئی اور قوالوں نے شرف صاحب ہی کی ایک دوسری چیز شروع کر دی ع

اپنے شرف کو سہاگن بنا دو پیا

یہ ذرا چلتی ہوئی چیز تھی اور تارا سے اب ضبط نہ ہو رہا تھا۔ وہ چپکے سے اٹھ کر باہر چلی گئی اور ہنسی سے بیتاب ہو کر ایک کرسی پر گر پڑی۔ جبل کا دم الجھ رہا تھا اور وہ چاہتی تھی کہ اس ہنگامے کو کسی طرح ختم کیا جائے لہٰذا اس نے اسی گانے کے وقت ذرا بلند آواز سے کہا۔ "ذرا ٹھہریئے دیکھئے تو تارا کو کیا ہو گیا ہے"

عرفان نے کہا "کیفیت ہو گی۔ رہنے دیجئے اسی طرح۔ مگر خود شرف صاحب نے قوالوں کو ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور سب جا کر تارا کے گرد جمع ہو گئے جس کا ہنسی کی وجہ سے یہ حال تھا کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور چہرہ تمتما اٹھا تھا۔

عرفان نے دیکھتے ہی کہا "میں تو جانتا تھا کہ کیفیت ہے۔ یہ تو سحر ہوتا ہے سحر لوگ مذاق سمجھتے ہیں قوالی سننا۔ دل سے سنی جائے تو پتہ چلے"

عرفان کے اس سنجیدہ تبصرہ پر تارا کا اور بھی برا حال ہو گیا۔ وہ اب تو ہنس سکتی ہی نہ تھی صرف دل کو تھامے ہائے ہائے کر رہی تھی اور بجھ ہنسی کے مارے دہری ہوئی جا رہی تھی۔ آخر شرف نے بہت ہی خوش ہو کر کہا "مجھے نہیں معلوم تھا کہ تارا کے سینے میں بھی ایسا دل ہے ماشاء اللہ۔"

عرفان نے کہا "ایسے ویسے کا کوئی سوال نہیں۔ یہ تو وہ جادو ہے کہ پتھر بھی پانی بنکر بہہ جائے۔ ذرا غور تو کیجیے کہ "اپنے شرف کو سہاگن بنا دو پیا" کوئی معمولی بات ہے۔"

جمال نے ایک گھونسہ عرفان کی پیٹھ پر مارا اور تارا بیچاری ہنسی کی تکلیف سے پریشان ہو کر رہ گئی۔ نجمہ کو چاہیے تھا کہ وہ اس کو سنبھالے مگر وہ خود سنبھلنے کی کوشش کر رہی تھی آخر بمشکل تمام تارا کے حواس بجا ہوئے اور طے یہ پایا کہ اب قوالی کا سلسلہ ختم کر دیا جائے۔ ورنہ ایک آدھ کا دم نکل جائے گا۔ آخر شرفا نے نہایت پر تکلف چائے سے سب کی تواضع کی ریکل اور ڈبنیل پر تو گویا سکتہ کا عالم طاری تھا اور تارا اس قدر تھک چکی تھی کہ اب اس میں کسی بات سے لطف لینے کی تاب ہی نہ تھی۔ آخر عرفان نے شرف کی دست بوسی کے بعد اجازت چاہی اور شرفا نے سب کو لب فرش تک آکر رخصت کیا۔

(۱۵)

یہ نوجوان پارٹی اپنے مشاغل میں مصروف تھی اور بزرگ اپنی دھن میں مصروف تھے یعنی عبدالصمد صاحب نے عرفان کے متعلق نہ معلوم کن کن ذرائع سے عجیب عجیب تحقیقاتیں کرنے کے بعد گویا یہ طے کر لیا تھا کہ یہ لڑکا ہر اعتبار سے تارا کے لیے موزوں اور مناسب ہے اور چونکہ انکا خیال یہ تھا کہ جوانی ہر اعتبار سے ناقابل اعتبار ہوتی ہے لہٰذا اسکو جہاں تک ہو سکے جلد سے جلد کم سے کم ایسے شکنجوں میں کس دینا چاہیے کہ بزرگوں کے سر سے ذمہ داری اتر جائے یعنی جب تک شادی نہ ہو اس وقت تک گویا بزرگ اس بات کے ذمہ دار ہوتے ہیں کہ جوان لڑکیاں اپنے کو جوان نہ سمجھیں اور اس سے قبل کہ ان میں شعور پیدا ہو بزرگوں کا فرض ہے کہ وہ ان کی جوانی کا کوئی محافظ مہیا کر دیں نجمہ کی طرف سے وہ مطمئن تھے ہی کہ لڑکا موجود ہے صرف تارا کی فکر تھی۔ لہٰذا عرفان کے ملنے کے بعد اب کوئی وجہ نہ تھی کہ دیر کی جاتی۔

چنانچہ وہ ان ہی خیالات میں الجھے ہوئے جس وقت مولوی عبدالاحد صاحب کے یہاں
پہونچے ہیں۔ یہاں بھی اتفاق سے جمال۔ نجمہ۔ تارا۔ عرفان ان ہی سب کا ذکر تھا۔
بات یہ ہے کہ جب یہ بزرگ اپنی اولادوں کو جوان کر کے اپنی شادیاں بھول چکتے ہیں
تو ان کو اولادوں کی جوانی بھی کھٹکنے لگتی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کے بزرگوں
نے شادی کی صورت میں جو سلوک خود ان کے ساتھ کیا تھا وہی سلوک اپنی اولادوں
کے ساتھ کر کے کچھ تو اپنا دل ہلکا کریں اولاد نے جوانی کی حدود میں قدم رکھا نہیں کہ
ان والدین قسم کے بزرگوں کو ان کی قسمتیں لڑانے کا شوق پیدا ہوا۔ یہ بھی دراصل
ایک شوق ہے۔ جیسے بٹیر میں لڑانا یا مرغ لڑانا وغیرہ۔ یہ لوگ بھی اسی شوق کے
ساتھ اولادوں کی قسمت لڑاتے ہیں۔ کہیں کوئی پھڑکتی ہوئی جوڑ نظر آئی مقابلہ طے کر لیا
پالی کی تاریخ بھی مقرر ہو گئی اور شادی کی صورت میں اولاد کی قسمت بازی کا تماشہ
ہو گیا ان کو دن رات یہی فکر رہتی ہے۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اولاد کی جوڑ تلاش
کی جاتی ہے اور جب تک یہ تماشہ نہ ہو جائے اس وقت تک دن رات یہی چرچے رہتے
ہیں۔ مولوی عبدالصمد صاحب کے پہونچنے کے بعد عبدالاحد صاحب۔ اور ان کی بیوی نے
نہایت تعظیم سے خیر مقدم کیا اور خود ادب سے بیٹھ گئے۔ عبدالصمد صاحب نے
پہونچتے ہی پھر اس ذکر کو تازہ کر دیا۔

میاں آحد سے تو یہ استفسار یعنی مدعا یہ کہ یہ سوال ہی فضول ہے کہ بھائی جہان
مرحوم کے فرزند میاں عرفان کے سلسلہ میں کیا تحقیقات کی۔ اس لیے کہ مجھے معلوم ہے کہ
انھوں نے کچھ بھی یعنی قطعاً میری مراد یہ ہے کہ بالکل کچھ بھی پوچھ گچھ نہ کی ہوگی۔ یہ
امور ان کے بس کے نہیں ہیں بچپن سے اس قسم کے تمام معاملات سے یہ گریزاں اور
دامن کشاں یعنی الگ تھلگ رہے ہیں۔ مگر دلھن نے شاید کچھ معلوم کیا ہو یا خود بخود
انکی معلومات میں کچھ آیا ہو تو میں چاہتا ہوں کہ مجھے معلوم ہو جائے۔"

بیگم عبدالاحد نے سر جھکا کر کہا: "مجھے تو بس یہی معلوم ہوا ہے کہ لڑکا اچھا خاصہ ہے۔" عبدالصمد صاحب نے الفاظ پر زور دے کر کہا: "اچھا خاصہ میں ایک دبی ہوئی مجبوری پائی جاتی ہے اور اس لفظ کا لغوی ترجمہ غنیمت ہو سکتا ہے۔ گویا اس طرح مفہوم یہ ہوا کہ جس کو اچھا خاصا کہا جا رہا ہے وہ بدرجہ مجبوری قابل قبول ہے۔ یعنی وہ اچھا ہے مگر چند برائیوں کے ساتھ یا وہ بہتر ہے چند مقابلہ کر کے بدتروں میں۔"

عبدالاحد صاحب کو ہنسی آ گئی اور وہ منھ پھیر کر بیٹھ گئے۔ بیگم احد کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ وہ اب کیا کہیں۔ یہ آخر بمشکل تمام اپنے الفاظ کو ناپ تول کر کہا "وہ میرا مطلب یہ ہے کہ لڑکا اچھا معلوم ہوتا ہے۔"

عبدالصمد صاحب نے کہا: "معلوم نہیں ہوتا بلکہ واقعی اچھا ہے۔ اچھا معلوم ہونے اور اچھا ہونے میں بڑا فرق ہے۔ اچھا تو شادی کا ہر امیدوار معلوم ہوتا ہے جو کوئی شادی کا پیغام دیتا ہے۔ وہ اچھائیوں کا غازہ چہرے پر مل لیتا ہے۔ مگر ہم کو چاہیے کہ ان ہی اچھائیوں کے پردے میں برائیاں نکال کر دیکھیں چنانچہ میں نے یہی کیا۔ اپنے خاص جاسوس مقرر کیے۔ خود لڑکے سے ملا۔ اس کو اپنے ہر تنقیدی زاویہ سے دیکھا اور اب میں اطمینان کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس میں تارا سے منسوب ہونے کی ہر صلاحیت نہ صرف موجود ہے بلکہ بدرجہ اتم موجود ہے اب میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ دونوں کو کوئی اختلاف تو نہیں؟"

مولوی عبدالاحد صاحب نے کہا: "آپ کے اتفاق کے بعد اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

عبدالصمد صاحب نے خوش ہو کر کہا۔ مگر از راہ کسر نفسی کہا "تمہاری سعادتمندی میں تو کوئی شک نہیں مگر میری دانشمندی یقیناً مشکوک ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ میرا فیصلہ غلط ہو۔ اگر ایسا ہے تو مجھ کو بتا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔"

بیگم احمد نے کہا "ہم لوگ تو خود آپ ہی کے فیصلہ کے منتظر تھے"

عبدالصمد صاحب نے کہا "تو میرا فیصلہ یہ ہے کہ اس مبارک کام میں اب دیر نہ کرنا چاہیئے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں نے اپنے کو موجودہ زمانے سے پیچھے ہٹا ہوا سمجھ کر اور وقت کے مطالبہ کا خیال کر کے، وقت کا مطالبہ سمجھے؟ یعنی موجودہ نسل کے حقوق۔ مگر یہ بھی تم نہ سمجھو گے۔ مختصر یہ کہ زمانہ کے رنگ کو دیکھتے ہوئے خود تارا سے بھی رائے لی ہے اور اس کو اس نسبت سے اختلاف نہیں ہے"

عبدالاحد صاحب نے ایکدم چونک کر کہا "تارا سے رائے؟"

عبدالصمد صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا "گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ بجائے اسکے کہ ہمارے بچے منہ در منہ اپنی زندگی کے اس سودے پر ہم سے اختلاف کرنے کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ دانشمندانہ فعل یہ ہے کہ ہم خود خوبصورتی کے ساتھ لفظ خوبصورتی کو نہ بھولنا۔ ان کا عندیہ معلوم کر لیں۔ چنانچہ میں نے نجمہ کو اس خدمت پر مامور کیا تھا اور آخر مجھ کو نہ صرف یہ معلوم ہو گیا کہ تارا کو اس نسبت سے کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خود عرفان تارا کی بیحد عزت کرتا ہے"

بیگم احمد نے کہا "بس تو پھر آپ کی جو رائے ہو"

عبدالصمد صاحب نے حیران ہو کر کہا "میری رائے۔ یعنی میں اتنی دیر سے اور کس کی رائے ظاہر کر رہا ہوں بھئی۔ تم لوگ میری بات سمجھنے کی کوشش قطعاً نہیں کرتے حالانکہ میں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر آسان الفاظ میں گفتگو کرتا ہوں۔ اب تو سوال صرف یہ ہے کہ انتظار اور مزید تاخیر کی کیا ضرورت ہے۔ میرے خیال میں اس مرتبہ رجب المرجب کی کوئی تاریخ عقد نکاح کے لیے مقرر کر دی جائے میں فضولیات یعنی دھوم دھڑکے کا قائل نہیں ہوں اور نہ دراصل یہ باتیں ہونا چاہئیں"

عبدالاحد صاحب نے کہا "یہ تو درست ہے مگر میں چاہتا تھا کہ دو علیحدہ علیحدہ تقریبیں کرنے کے بجائے ایک ہی موقع پر نجمہ اور تارا دونوں کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں"

عبدالصمد نے کہا "ہاں۔ ہاں تو اس میں کیا امر مانع ہے ضرور ایسا ہی کرو"

عبدالاحد صاحب نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ نجمہ سے بھی اسی طرح دریافت کر لیا جائے جس طرح تارا سے دریافت کیا گیا ہے"

عبدالصمد صاحب نے بے پروائی سے کہا "میرے خیال میں اسکی چنداں ضرورت تو نہیں اس لیے کہ عرفان کی طرح جمال ایسا لڑکا نہیں ہے جس کے متعلق نجمہ کو کوئی رائے قائم کرنا ہو گی۔ عرفان پھر بھی گھر سے باہر کا لڑکا ہے۔ اس لیے میں نے تارا کی رائے طلب کرلی تھی لیکن اگر تم نجمہ کے سلسلہ میں بھی یہ ضروری سمجھتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بہر صورت میں انتظام شروع کرتا ہوں۔ میری رائے میں تمھاری بھاوج اور دلھن کو اب ایک ساتھ رہنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ انتظامات میں سہولت ہو"

بیگم احد نے کہا "جی ہاں۔ اب یا تو میں بھائی جان کو یہاں بلا لوں گی۔ یا خود وہاں چلی جاؤں گی"

عبدالصمد صاحب نے ادھر اُدھر دیکھ کر کہا "یہ آج تارا کدھر غائب ہے"

عبدالصمد صاحب نے کہا "نجمہ اور وہ دونوں اپنی سہیلی رضیہ کے یہاں گئی ہوئی ہیں"

عبدالصمد صاحب نے کچھ یاد کرتے ہوئے کہا "ارے میاں خوب یاد آیا۔ وہ لڑکا شرف سنا ہے کہ وہ مجذوب ہو گیا ہے۔ داڑھی وغیرہ بڑھالی ہے۔ کچھ گنڈے تعویذ بھی کرنے لگا ہے اور قوالیاں ہوا کرتی ہیں اس کے یہاں"

عبدالاحد صاحب نے مسکرا کر کہا "کچھ خبطی تو پہلے سے تھا۔ بچپن ہی سے بیوقوف سا ہے ممکن ہے کہ اب دماغ پر زیادہ اثر ہو گیا ہے"

عبدالصمد صاحب نے کہا: "جی نہیں ان کی والدہ محترمہ کو اس بات پر بڑا ناز ہے کہ
ان کے صاحبزادے درویش ہو گئے ہیں۔ چنانچہ کل وہ میری بیوی سے یعنی تمھاری بھاوج
سے فرما رہی تھیں لوگو شرفت پر دیکھو خدا کی رحمت نازل ہوئی ہے اب ہر وقت وہ
ہے اور اللہ"

بیگم احمد نے کہا: "وہ تو نجمہ کے لیے اس کی نسبت بھی بہت زور سے لائی تھیں"

عبدالصمد صاحب نے کہا اور اب تک مصر ہیں میری تو سمجھ میں یہی بات نہیں آتی
کہ ماں کے دماغ پر زیادہ اثر ہے یا بیٹے کے دماغ پر۔ کبھی اس لونڈے کی زیارت بھی
کرنا چاہیے سنا ہے کہ اس نے ایسی وضع اختیار کی ہے کہ ہر اعتبار سے مداری معلوم
ہوتا ہے اور یہ میاں جمال اور عرفان وغیرہ ٹھہرے ایک ہی حضرت یہ سب اس کا
تماشہ بنائے ہوئے ہیں"

بیگم احمد نے کہا: "ابھی تین چار دن ہوئے ہیں اس نے قوالی کا جلسہ کیا تھا اس
میں یہ سب گئے تھے۔ تارا تو وہاں سے ہنسی کے مارے بدحواس آئی تھی۔

عبدالصمد صاحب نے کہا: "یہ سب مل کر اس کو کہیں کا نہ رکھیں گے یہ جمال اسکی
نہ جانے کیا گت بنا ڈالے گا۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ عرفان بھی بہت شریک ہے وہ
ان حضرت کو ہرگز نہ چھوڑے گا۔ وہ صاحبزادے تو اس قدر بیوقوف ہیں کہ ایک
مرتبہ آشوب چشم کی وجہ سے میں خود خط نہ لکھ سکتا تھا۔ ان سے ایک خط لکھوا دیا۔
اس اللہ کے بندے نے اجمیری دروازہ عین سے عجمیری دروازہ لکھ کے رکھ دیا۔
اتفاقاً سے نجمہ کی نظر پڑ گئی۔ اب بتائیے کہ جو شخص عین سے اجمیری دروازہ لکھے
اس کی ماں نجمہ کے ساتھ اس کی نسبت لائے اور اس کی خالہ اس نسبت کی بات پر
ذرا بھی برا نہ مانے۔

عبدالاحد صاحب نے کہا: "میں نے زندگی بھر میں اگر کوئی بات کبھی برداشت

کی ہے تو وہ یہ تھی۔ بھاوج کی وجہ سے چپ ہو رہا۔ ورنہ اس نسبت کا تو وہ بھی جواب دیتا کہ وہ بھی یاد کرتیں گے۔"

عبدالصمد صاحب نے کہا۔ "ہماری بڑی بوڑھیاں عجیب عجیب حکیمانہ یعنی دانشمندی باتیں کہا کرتی تھیں ان ہی کی ایک ضرب المثل ہے کہ جس گھر میں بیری ہوتی ہے ڈھیلے آتے ہی ہیں۔"

عبدالاحد صاحب نے کہا "جی ہاں مگر یہ ڈھیلا میرے دل پر لگا تھا بھاوج کی وجہ سے سہ گیا۔ ورنہ جی تو چاہتا تھا کہ مزاج درست کر دوں۔"

اس سلسلہ کو یکایک جمال اور تارا کی آمد نے ختم کر دیا۔ یہ دونوں عبدالصمد صاحب کو ادب سے سلام کرتے ہوئے قریب آئے تو مولوی عبدالصمد صاحب نے تارا کو قریب بلا کر پھر وہی چھوٹی بڑی آنکھ والا مذاق کیا۔ اس کے بعد جمال اور تارا سے کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد جمال سے کہا "آپ ذرا باہر تشریف لے جائیں مجھے اپنی بٹیا سے کچھ باتیں کرنا ہیں۔ جمال خدا جانے باہر گیا یا گھوم کر یہ راز کی بات سننے کے لیے پھر کمرہ کے اندر چلا گیا۔ بہرصورت اس کے جانے کے بعد تارا کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ نجمہ سے جمال کے متعلق دریافت کر کے جلد سے جلد اطلاع دے کہ اس کو اس نسبت سے اختلاف تو نہیں ہے۔ نماز کا وقت قریب ہونے کی وجہ سے مولوی عبدالصمد صاحب زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے۔

(۱۶)

تارا جس وقت نجمہ کے یہاں پہونچی ہے۔ وہ اپنے زنانہ چمن میں باغبانی کر رہی تھی کچھ ترکاریاں اس نے خود بوئی تھیں اور ان کی دیکھ بھال بھی خود ہی کرتی تھی۔ تارا کو دیکھ کر اس نے بچوں کی طرح اترا کر کہا۔ "دیکھئے جناب میرے ٹماٹر کیسے لاجواب ہو گئے ہیں اور مرچیں بھی دیکھیے۔"

تارا نے اس کھیتی باڑی سے نجمہ کو خوش کرنے کے لیے کافی دلچسپی کا اظہار کیا مگر اس کے دل میں تو اور ہی کھچڑی پک رہی تھی اس لیے وہ نجمہ کو وہاں سے ٹال کر چمن کے ایک دوسرے حصے میں لے گئی اور اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں آج اپنے بزرگوں کی بھیجی ہوئی تمھارے پاس آئی ہوں۔ تاکہ جمال صاحب سے نسبت کے سلسلہ میں تم سے بالکل کھلوا کر ان لوگوں کو اطلاع دے دوں۔"

نجمہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا ہمارے بزرگوں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ضرور ہاں ہی کھلوانا۔ نہیں کی کوئی گنجائش نہیں۔"

تارا نے جز بز ہو کر کہا۔ "نہیں بھئی میرا مطلب یہ ہے کہ تمھاری رائے سے ان کو مطلع کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ رائے صرف ہاں ہو سکتی ہے۔"

تارا جانتی تھی کہ جو کچھ وہ کہہ رہی ہے غلط ہے اور نجمہ اس آسانی سے ہاں کہنے والی نہیں ہے بلکہ اس کو ہاں سے زیادہ نہیں کا امکان نظر آرہا تھا۔ مگر وہ آج صرف رائے معلوم کرتے ہی نہیں بلکہ لاڈلی بہن کے سامنے ہاں کھلوانے کے لیے چلنے بھی آئی تھی۔ اس کو معلوم تھا کہ نجمہ اس کو کس قدر عزیز رکھتی ہے اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اگر ایسا ہی شدید اختلاف نہ ہوا تو وہ ضرور اپنی ضد میں کامیاب ہو جائے گی اس نے دانستہ طور پر ہاں والا لفظ استعمال کیا تھا تاکہ براہ راست گفتگو وہیں سے شروع ہو سکے جہاں سے شروع ہونا چاہیئے۔ نجمہ پہلے تو ایک دم سے سنجیدہ ہو کر بیٹھ گئی۔ اس کے بعد اس نے تارا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہایت دلآویز انداز میں کہنا شروع کیا۔ "بھی بہن تم نے میرے پاس آنے کے بجائے خود ہی جواب کیوں نہ دے دیا کہ بچپن سے پرورش پانے والا یہ خیال پروان نہیں چڑھ سکتا۔"

تارا نے اس کے منھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "بھئی خدا کے لیے ایسی باتیں سن سن کر اور محسوس کر کر کے نہ جانے میں اپنے دل کو کس قدر کڑھا چکی ہوں۔ کیا تم یہی چاہتی ہو کہ

یہ ادن تجھ کو تم ٹھیس بھی لگی۔ انھیں چاہتیں بیچ میں ٹوٹ کر رہ جائے میری بہن اب مجھ میں اتنی تاب نہیں ہے کہ تم سے اس قسم کی باتیں سنوں۔"

نجمہ کا دل خود بھی بھر آیا تھا۔ مگر وہ ناز کے دل کی کمزوری سے واقف تھی اس لیے اس نے آنسو پی کر نہ جانے کس طرح مسکرانے میں کامیابی حاصل کرلی اور بڑے پیار سے کہا "میری دلاری۔ کیا تجھے یہ بتانے کی اب بھی ضرورت ہے کہ مجھے جمال کے بعد تجھ سے زیادہ عزیز اور کوئی نہیں۔"

ناز نے اچھل کر کہا "بس بس میری اچھی نجمہ میں یہی تو کہلوانے آئی تھی۔ جمال گویا تم کو سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ پھر تو کوئی بات ہی نہ رہی۔"

نجمہ نے ناز کے رخسار پہ ایک ہلکی سی چٹکی لے کر کہا "بھولی لڑکی میرے اور جمال کے درمیان یہی تو ایک خلیج ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو اس قدر عزیز رکھتے ہیں کہ محبت خود درمیان میں حائل ہو گئی ہے۔ میں اگر جمال کو عزیز نہ رکھتی تو اس سے ضرور شادی پر تیار ہو جاتی اور ان کی زندگی کو ضرور بے کیف بنا دیتی مگر میں اتنی خود غرض نہیں ہوں کہ اپنے لیے جمال کو تباہ کر دوں ان کی بیساختہ زندگی کی تمام بیساختگی لوٹ کر خود مالا مال ہو جاؤں۔ میں جانتی ہوں کہ وہ میرے لیے بڑی سے بڑی قربانی کر سکتے ہیں وہ کلب کی دلچسپیاں تج دیں گے وہ میری نازوں کو بکواس کہنا چھوڑ دیں گے..

ناز نے بات کاٹ کر کہا "تو پھر۔"

نجمہ نے روانی کے ساتھ کہا "بات سنو میری۔ مجھے معلوم ہے کہ جمال میرے ساتھ سب کچھ چھوڑ کر بھی خوش رہنے کی کوشش کر سکتے ہیں اور اس کوشش میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ مگر میں یہ سب کچھ نہیں چاہتی۔ میں جمال کو منافق نہیں دیکھ سکتی۔ میں ان کی زندگی کو ہر تصنع سے پاک دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں کئی بار کہہ چکی ہوں اور آج

پھر کہتی ہوں کہ میں ان کی کچی دہریت کو جھوٹی مذہبیت سے بہت زیادہ اچھا سمجھتی ہوں اگر میں ان سے شادی نہ کروں تو وہ صرف مجھ کو چھوڑ دیں گے لیکن اگر میں ان سے شادی کر لوں تو ان کو مجبوراً نہ جانے کیا کیا چھوڑنا پڑے گا۔ میں ہی ایسی مجبوری کی قائل نہیں اور نہ میں جمال کو کبھی مجبور دیکھنا چاہتی ہوں۔ اس سلسلہ میں اب تمکو سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے تم میری طرف سے میرے بزرگوں کو سمجھانے میں میری وکالت کرنا اور ان کو بتا دو کہ نجمہ اپنے ساتھ جمال کو بے کھ دینا نہیں چاہتی بلکہ جمال کو ابھارتے کے لیے اس نے اپنا نعم البدل بھی تجویز کر دیا ہے۔ جمال کی شادی ہوگی اور بہت جلد ہوگی مگر نجمہ کے ساتھ نہیں۔

تارا نے تیوری بدل کر کہا "پھر کس کے ساتھ۔

نجمہ نے بدستور سنجیدگی کے ساتھ کہا "میرے انتخاب پر تم کو چاہیے کہ تم پھڑک اٹھو"

تارا نے منہ بنا کر کہا "خاک تھوڑی سی۔ تمہارے بعد مجھے جمال بھائی کے سلسلہ میں کسی انتخاب پر پھڑکنے کی کوئی ضرورت نہیں، ہوگی کوئی بلا میری جوتی سے"

نجمہ نے تارا کو چپ کراتے ہوئے کہا "ارے۔ ارے۔ اپنی بہت ہی عزیز سہیلی کے متعلق تم یہ باتیں کہہ رہی ہو۔ تارا تمہاری بھائی اور میری پیاری بھابی سیل بنائی جائے گی"

تارا نے حیرت سے کہا "سے۔ بل"

نجمہ نے داد طلب انداز سے تارا کی طرف دیکھ کر کہا "ہاں سیل، داد دو میرے انتخاب کی۔ اور تم کو معلوم ہو کر اور بھی خوشی ہوگی کہ جمال بھائی کے لیے سیل کے دل میں بھی ایک مردہ تمنا تھی جس کو ولایت ہی میں جمال بھائی نے میری وجہ سے بے موت مارا تھا اور اس دن سے اس شریف لڑکی نے پھر کبھی جمال کے لیے دست طلب نہیں بڑھایا۔ تم کو معلوم ہے کہ خود جمال سیل کے لیے کتنی بلند رائے رکھتے ہیں"

تارا نے بدستور حیرت کے ساتھ کہا "یہ تو ٹھیک ہے مگر میبل اور جمال بھائی یہ دونوں کیسے راضی ہو گئے؟"

نجمہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا "میبل کے فرشتوں کو بھی یہ خبر نہ تھی کہ یہ ہونے والا ہے۔ مگر میں نے اس کو نہ جانے کس طرح بجلی گرانے کے انداز سے یہ بات سنائی اور اسی سے اس کو اس طرح مانگا کہ وہ کم سے کم انکار نہ کر سکی۔ تارا تم تصور نہیں کر سکتیں کہ وہ بیچاری کس قدر حیران اور پریشان ہوئی ہو گی مگر اس کے سامنے صرف دو صورتیں تھیں کہ یا تو وہ میرا دل توڑ دے یا اپنے کو میرے سپرد کر دے۔"

تارا کا استعجاب اب تک قائم تھا۔ اس نے آسمان کی طرف نظریں اٹھائے اٹھائے کہا "اور جمال بھائی؟"

نجمہ نے کہا "ان سے اب تک گفتگو کا موقع نہیں ملا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ ان کو رام کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے مگر تم یہ بھی جانتی ہو میرا کوئی ارادہ ناکام ہونے کے لیے نہیں بنا ہے۔"

تارا نے دانت پیس کر کہا "بڑی نپولین کی خالہ بنی ہیں۔ میں اپنی اور تمھاری جان ایک کر دوں گی۔ مگر یہ ہرگز نہ ہونے دوں گی۔ کبھی نہیں۔ قیامت تک نہیں۔" اور لگی پھوٹ پھوٹ کر رونے۔ اس کے اس طرح ایک دم رو پڑنے پر نجمہ سٹپٹا کر رہ گئی۔ طرح طرح سے اس کو چپ کرانے اور منانے کی کوشش کرتی رہی آخر جب وہ بمشکل تمام چپ ہو گئی تو اس کو بڑی دیر تک نہایت محبت سے سمجھاتی رہی کہ خود میرے لیے یہ کس قدر سخت امتحان ہے مگر میں نے اپنے کو اس کے لیے تیار کر رکھا ہے اور اسی لیے تیار کیا ہے کہ میرے اور جمال کے درمیان جو محبت ہے وہ بیگانگی کی صورت اختیار نہ کرے اور بھلائی اسی میں ہے کہ ہم دونوں آپس

میں صرف بہن بھائی بن کر رہیں۔ جہاں تک محبت کے ایک معصوم جذبہ کا تعلق ہے وہ تو بہر حال قائم رہتا ہے۔ نجمہ اس کو برابر سمجھا رہی تھی۔ مگر وہ اسوقت شاید کچھ بھی سمجھنے کو تیار نہ تھی۔ آخر اس نے ایک سوال براہ راست کر ہی دیا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ پھر تمھارا کیا ہوگا؟

نجمہ سے اب ضبط نہ ہو سکا۔ اور اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ میں میل اور جمال کو خوش دیکھ کر زندہ رہوں گی۔ یہ کہہ کر وہ خود اپنے کو قابو میں نہ رکھ سکی اور تارا نے جس وقت اس کے گلے سے لگ کر سسکیاں لینا شروع کی ہیں۔ وہ بھی بلک بلک کر رو رہی تھی۔ مگر اس رونے کے باوجود اس نے آخری جواب تارا کو یہی دیا کہ میری اور جمال کی شادی تو ناممکن ہے۔ اس طرف سے میرا قطعی جواب پتھر کی لکیر سمجھ کر کوئی اور بات کرو۔ آخر دونوں ایک دوسرے کو سمجھانے میں ناکام رہیں اور نجمہ کی طرف سے نہیں میں جواب لے کر تارا کچھ رکھی ہوئی سی مگر صحیح معنوں میں دل شکستہ نجمہ کے یہاں سے روانہ ہوئی۔

(۱۷)

نجمہ کے یہاں سے رخصت ہو کر تارا ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح اپنے گھر جانے کے لیے موٹر پر سوار ہی ہوئی تھی کہ عرفان اپنی موٹر سائیکل پر نجمہ کے مکان کی طرف آتا دکھائی دیا۔ لہذا تارا نے واپسی کا ارادہ ملتوی کر دیا اور عرفان کے قریب آتے ہی اس کے قریب جا کر کہا۔

"آپ اپنی موٹر سائیکل یہیں چھوڑ دیجئے اور ذرا میرے ساتھ چلیے۔"

عرفان نے پریشانی کے ساتھ کہا۔ "خیریت تو ہے؟"

تارا نے اطمینان کے ساتھ کہا۔ "خیریت تو ہے؟" مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنا ہیں۔"

عرفان کے لیے یہ پہلا موقع تھا کہ تارا نے خود اس سے بات کرنے کو کہا ورنہ اب تک خود عرفان چھیڑ چھیڑ کر اور ٹوک ٹوک کر اس سے باتیں کیا کرتا تھا لہٰذا وہ قدرتی طور پر یہ تو سمجھ گیا تھا کہ یہ بات کچھ نہایت ہی اہم ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے ہاتھ پیر پھول رہے تھے کئی مرتبہ موٹر سائیکل کو گراتے گراتے بچایا اور آخر جوں توں نجمہ کے مکان کی ڈیوڑھی میں موٹر سائیکل چھوڑ کر خود تمارا کی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ تارا نے ڈرائیور سے کہا "دلکشا گارڈن"۔

موٹر روانہ ہونے کے بعد عرفان نے پوچھا "آخر بات کیا ہے"۔

تارا نے کہا "میں نجمہ آپا کے پاس گئی تھی"۔

عرفان نے کہا "وہ تو مجھے معلوم ہے۔ اس لیے کہ آپ وہیں سے واپس ہو رہی تھیں آخر وہاں ہوا کیا؟"

تارا نے مضمحل انداز سے کہا "نجمہ آپا کے پاس مجھ کو بھیجا گیا تھا کہ جمال بھائی سے شادی کے سلسلہ میں ان کی رائے معلوم کروں۔ انھوں نے قطعی انکار کر دیا ہے"۔

عرفان نے کہا "مجھے معلوم تھا کہ وہ انکار کریں گی۔ اور اس وقت دراصل میں بھی اسی معاملہ میں ان سے گفتگو کرنے جا رہا تھا"۔

تارا نے کہا "صرف یہی نہیں بلکہ آپ کو یہ معلوم ہو کر حیرت ہوگی کہ وہ جمیل سے جمال بھائی کی نسبت پختہ کر رہی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ جمیل کو ہموار کر چکی ہیں"۔

عرفان نے ایک دم چونک کر کہا "جمیل سے؟"

تارا نے کہا "جی ہاں جمیل سے۔ اور دیکھ لیجیے گا کہ وہ جس طرح جمیل کو آمادہ کر چکی ہیں اسی طرح جمال بھائی کو بھی ایسے شکنجے میں کس کر یہ بات پیش کریں گی کہ وہ بھی انکار نہ کر سکیں گے"۔

عرفان نے کہا "یہ ناممکن ہے۔ جمال کو تھوڑا بہت میں نے بھی پڑھا ہے۔ وہ جمال

کو اس کے لیے ہرگز تیار نہیں کر سکتیں۔ البتہ مجھے اس سے بھی زیادہ خطرناک نتائج کا اندیشہ ہے۔ اگر نجمہ اپنی ضد پر اڑی رہیں تو خدانخواستہ کوئی نہایت سنگین قسم کی ٹریجڈی نہ ہو جائے۔"

تارا نے کہا۔" اس سے بڑھ کر اور ٹریجڈی کیا ہوگی کہ دو زندگیاں تباہ ہو رہی ہیں۔"

عرفان نے کہا۔" اور بلاوجہ محض ذرا سے اصول پر۔ میں تو اس معاملہ میں نجمہ کے دماغ کا فتور سمجھ رہا ہوں۔ یہ نہ مذہبیت ہے نہ اصول بلکہ سچ پوچھیے تو سنک ہے۔"

تارا نے کہا۔" جو کچھ بھی ہو مگر نجمہ آپا کو سمجھانا ممکن نہیں ہے اور جمال بھائی سب کچھ گوارا کر سکتے ہیں مگر اس سلسلہ میں ذرا سا جھوٹ بھی بولنے کو تیار نہیں ہیں۔"

عرفان نے کہا۔" اگر آپ مشورہ دیں تو میں بھی نجمہ سے بات کر لوں۔"

تارا نے ناامیدی کے ساتھ کہا۔" آپ کو اختیار ہے مگر مجھے کسی اچھے نتیجہ کی امید نہیں۔"

عرفان نے ڈرائیور سے کہا۔" واپس چلو بڑے مولوی صاحب کے یہاں۔"

تارا نے کہا۔" میرے آنسوؤں سے جو کام نہ نکلا۔ وہ اگر آپ کے الفاظ سے نکل آیا تو میں آپ کو جادوگر سمجھوں گی۔"

عرفان نے کہا۔" بہرحال کوشش تو کروں گا حالانکہ مجھے خود بہت زیادہ امید نہیں ہے۔"

تارا نے عرفان کو نجمہ کے مکان پر یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ جو کچھ آپ کو معلوم ہو اس کی اطلاع مجھکو واپسی میں کرتے جائیے گا۔ میں گھر ہی جا رہی ہوں۔"

عرفان اپنے دماغ میں ان الفاظ کو ترتیب دے رہا تھا جو اس کو نجمہ کے سامنے دہرانے تھے۔ حالانکہ خود اس کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا کہ کیا صورت اختیار کی جائے بہرصورت وہ اسی ادھیڑ بن میں مبتلا نجمہ کے پاس پہونچ گیا۔ جو ابھی اس سیلاب میں اپنے کو بہا کر کنارے لگی ہی تھی جو تارا کے جانے کے بعد اس کی آنکھوں نے

بہایا تھا۔ اس نے عرفان کو دیکھ کر سنبھلنے اور بشاش ہونے کی نہایت کامیاب کوشش کی۔ مگر عرفان نے اس کی سرخ آنکھوں سے تمام کیفیت پڑھ لی اور بجائے اس کے براہ راست گفتگو شروع کرتا جاتے ہی کہا۔ سنئے جناب تکلف برطرف۔ میں آیا ہوں آپ کے یہاں مہمان چاہیئے تو یہ کہ آپ ڈولی کے کرایہ کے طور پر پٹرول بھی مجھ کو دیں مگر میں پٹرول معاف کرکے صرف نہایت پرتکلف چائے اس شرط پر مانگتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ رہیں اور چائے خود بخود آجائے"۔

نجمہ نے کہا "الہ دین کا چراغ آپ لائے ہیں"

عرفان نے کہا "کیا مطلب؟"

نجمہ نے کہا "اس کو گھس کر موکل سے کہہ دیتی کہ میں یہاں سے نہ ہونگی تم خود آ گئے چاؤ"

عرفان نے ایک کرسی پر اپنے کو گراتے ہوئے کہا۔ اللہ رکھے آپ کے یہاں نوکر ہیں کسی کو آواز دے دیجیے سب تابعدار ہیں چائے آجائے گی۔ آپ کے حلق میں الہ دین کا چراغ ہے"

نجمہ نے مسکراتے ہوئے کہا "میں حلق پھاڑ کر چیخنے سے تو رہی البتہ اتنی اجازت چاہتی ہوں کہ صرف چار قدم بڑھ کر کسی کو بلالوں۔ اور چائے کے لیے کہہ دوں"

عرفان نے حکمانہ انداز سے کہا "منظور"

نجمہ نے ملازمہ کو چائے کے متعلق ضروری ہدایات دے کر عرفان کے پاس آکر کہا۔ "بیٹھیے بس اتنی سی بات تھی جسے آپ افسانہ بنائے ہوئے تھے"

عرفان نے کہا "نجمہ بہن میرا ارادہ ہے کہ نماز شروع کردوں"

نجمہ نے شرارت سے کہا "کیوں کیا قصور ہوا نماز سے"

عرفان نے کہا "بیجئے آپ تو گئیں LEG PULLING کرنے اور میں سنجیدگی سے نماز پڑھنے کے متعلق غور کررہا ہوں"

نجمہ نے کہا "کیوں تنہا تیس آتی ہیں۔ نماز پڑھنے کے بعد کہا تم کو یہ بھی امید ہے
کہ جمال بھائی تم کو اپنا بہنوئی بنا لیں گے۔"

جمال ہی کا ذکر تو وہ چھیڑنا چاہتا تھا لہذا فوراً اس نے کہا جمال کو آپ میری
رائے میں کچھ واقعہ سے زیادہ لامذہب سمجھتی ہیں۔ حالانکہ میرے خیال میں انکا مرض
قابل علاج ہے۔ کیوں نہ ہم سب مل کر اس بات کی کوشش کریں کہ ان میں مذہبی
روح پھونکی جائے۔"

نجمہ نے تمسخر کے ساتھ کہا "آپ ہوں گے مسیحی نفس مجھ کو تو اس کا دعویٰ ہے نہیں
یہ بھی کوئی فٹبال ہوا کہ اس میں ہوا پھونکی جائے اور وہ لگے اچھلنے۔ یہ تو وہی بات
ہوئی کہ طفل بہ مکتب نمی رود ولے برانند ش۔"

عرفان نے کہا "جیسے آپ لگیں نثار ہی بولنے میرا مطلب تو یہ تھا کہ جمال پر تبلیغی
جدوجہد کی جائے۔

نجمہ نے کہا "معاف کیجیے گا میرے خیال میں تبلیغ ان لوگوں پر کامیاب ہو سکتی
ہے جو دل سے حق کی تلاش میں ہوں مگر اتفاق سے راستہ غلط اختیار کر لیا ہو اور جن کو
دنیا کے کسی مذہب سے کوئی واسطہ ہی نہ ہو بلکہ جو مذہب کے تخیل ہی کو کواس سمجھتے ہوں
اور جن کے ذہن میں مذاہب عالم کے خلاف مستحکم دلائل موجود ہوں ان پر تبلیغ
نہیں ہو سکتی۔"

عرفان نے کہا "میں یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں تبلیغ نے بڑے بڑے منہ زور
دہریوں کو منہ کے بل گرایا ہے۔ آپ کا خیال درست ہوتا تو آج کوئی مذہب
اتنا کامیاب ہی نہ ہوتا۔"

نجمہ نے کہا "آپ مانیں یا نہ مانیں لیکن جب لامذہبی مذہب کا درجہ حاصل
کر لیتی ہے اور مذہب کے تخیل کے لیے ذہن میں ایک تسخر پیدا ہو جاتا ہے تو تبلیغ

کا جواب منکر کی طرف سے سوائے قہقہے کے اور کچھ نہیں ہو سکتا میں آپ کو منع نہیں کرتی لیکن جمال بھائی اگر آپ کی تبلیغ سے مذہبی آدمی بن گئے تو میں ان کی مذہبیت کو بھی اسی قدر ناقابل اعتبار سمجھوں گی جس قدر اس دہریت کو جسے چھوڑ کر وہ محض کھانے کھانے سے مذہب اختیار کر لیں۔"

عرفان نے کہا "اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ پھر تبلیغ کے اصول ہی سے آپ کو ایک سرے سے اختلاف ہے۔"

نجمہ نے کہا "آپ پھر غلط سمجھے۔ میں ابھی کہہ چکی ہوں کہ تبلیغ مذہبی دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ہے خواہ وہ کوئی بھی مذہب ہو۔ مذہبی دلچسپی رکھنے والے اگر ایمانداری کے ساتھ حق کی تلاش میں ہیں اور صرف باپ دادا کے مذہب کو میراث نہیں سمجھتے بلکہ اپنے اعتقادات پر تنقیدی نظر ڈالنے کے لیے بھی تیار ہیں تو ان کے لیے تبلیغ یقیناً ضروری ہوتی ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو مذہبی تو ہے مگر اس لیے مذہب پر قائم ہے کہ باپ مسلمان تھے لہٰذا وہ بھی محمد ایوب کے بیٹے محمد یعقوب بن کر مسلمان بنے ہوئے ہیں لیکن مذہب سے اصولاً کوئی سروکار نہیں ان لوگوں پر تبلیغ کا اثر مشکل سے ہوتا ہے لیکن تیسری قسم جو آجکل پیدا ہوئی ہے اس نے مذہب پر تنقیدی نظر ڈالی ہے اور دلائل کے ساتھ مذہب کو ڈھکوسلا اور عبادت کو بکواس سمجھا ہے اور لامذہبیت کو مذہب کا درجہ دے کر وہ اس تخیل کے اصولاً مخالف ہیں ایسے لوگوں پر تبلیغ کا اثر ناممکن ہے اور ان ہی لوگوں میں جمال بھائی بھی ہیں۔"

عرفان نے کہا "اچھا چائے بنائیے میں جب تک گاجر کا حلوہ کھاتا ہوں جو اصولاً مجھے کھا لینا چاہیئے تاکہ میں دماغ کو تر و تازہ کر کے آپ سے وہ بحث شروع کروں جس میں فی الحال کچھ ہارا سا گیا ہوں۔"

نجمہ نے ہنس کر چائے بناتے ہوئے کہا "اس میں ہارنے جیتنے کی بات نہیں

عرفان صاحب اگر میں جمال بھائی کی مذہب سے بیگانگی کو صرف ایک بھول سمجھتی تو اب تک کبھی کا ان کو راہ راست پر لا چکی ہوتی۔ مگر وہ تو پڑھے لکھے سمجھے بوجھے منکر ہیں مذہب کو سمجھ بوجھ کر نا سمجھ بنے ہیں اور خدا جانے کتنے مطالعہ کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ یہ سب واہمہ ہے گویا بے اعتقادی ہی ان کا اعتقاد ہے۔ وہ تو میرا بہت خیال کرتے ہیں کہ میرے سامنے کچھ نہیں کہتے ورنہ وہ خدا اور رسول کی شان میں انتہائی گستاخی تک کو جائز سمجھتے ہیں۔ آپ نے ان کا وہ مضمون نہیں پڑھا جو رسالہ "ترقی" میں شایع ہوا ہے اور جس میں انھوں نے اپنے نزدیک نہایت مستحکم دلائل کے ساتھ مذہب کے تخیل کو انسان کا ذہنی غلام قرار دیا ہے۔ حالانکہ جس سوشلزم کو وہ لا مذہبی قرار دیتے ہیں اس کو سامنے لائے ہیں۔ وہ ذہنی غلام کی بدترین مثال ہے یعنی لا مذہب بنتے جاتے ہیں اور لا مذہبی کو مذہب بناتے جاتے ہیں۔ خیر کچھ بھی ہو وہ اپنے اس مضمون میں مجھے اس جگہ نظر آئے ہیں جہاں سے واپسی کی کم سے کم مجھے امید نہیں ہے۔"

عرفان نے کہا "اچھا اس ذکر کو چھوڑیے آپ یہ بتایئے کہ آپ کے دل میں جمال کے لیے کتنی جگہ ہے۔"

نجمہ نے ڈھیٹ بن کر کہا "جتنی ایک محدود دل میں ممکن ہے۔"

عرفان نے کہا "یعنی اگر جمال خدانخواستہ یک چشم ہو جائیں۔"

نجمہ نے کہا "تو چشم ما روشن دل ما شاد میرے نزدیک ان میں کوئی فرق نہ ہوگا۔"

عرفان نے کہا "اگر وہ بنصیب دشمناں کوڑھی ہوتے تو۔"

نجمہ نے کہا "آپ کیوں بحث طویل کر رہے ہیں آخر میں آپ کو یہی کہنا ہے تاکہ میں ان کی لا مذہبی کو بھی ایسا ہی مرض سمجھ کر ان کو قبول کر لوں۔ عرفان صاحب یہ بات نہیں ہے بلکہ صورت قطعاً دوسری ہے کہ میں مذہب کا کوڑھ لگا کر اپنے

کہ ان کے لیے نا قابل سمجھتی ہوں اور میں ہرگز گوارا نہیں کر سکتی کہ وہ میرے لیے اپنی زندگی ہی تباہ کر لیں۔"

عرفان نے کہا: "اس میں زندگی کی تباہی کی کیا بات ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ سول میرج کا طریقہ بھی موجود ہے۔ دو مختلف مذاہب کے زن و شوہر آپس میں شادی کرتے ہیں اور اپنے اپنے مذہب پر قائم رہ کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔"

نجمہ نے کہا: "کرتے ہوں گے۔ مگر یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ میاں بیوی کا رشتہ کوئی معمولی بھی نہیں جب اتنا بڑا یعنی مذہب کا اختلاف موجود ہو تو دو دل کیونکر ایک ہو سکتے ہیں۔"

عرفان نے کہا: "اب تو آپ واقعات سے انکار کرنے لگیں ہزاروں مثالیں آپ کے سامنے ایسی پیش کی جا سکتی ہیں کہ میاں کا مذہب کچھ اور بیوی کا مذہب کچھ اور زندگی مزے سے بسر ہو رہی ہے۔"

نجمہ نے کہا: "معاف کیجیے گا وہ میاں بیوی دونوں اپنے اپنے مذہب سے بیزار ہوتے ہیں یا ان کے دماغ میں مذہب کا کوئی تخیل نہیں ہوتا بلکہ سوسائٹی کے دباؤ سے وہ برائے نام اپنے بزرگوں کے مذہب میں مبتلا رہتے ہیں لہٰذا ان دونوں میں کبھی تصادم نہیں ہوتا لیکن دونوں میں سے ایک بھی اگر کسی مذہب کی طرف رجوع ہو گیا تو طلاق کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں نمائشی نسلی یا رسمی طور پر مسلمان نہیں ہوں بلکہ ذاتی طور پر سچے دل سے مسلمان ہوں اور رجال کے متعلق بھی سن لیجیے کہ وہ مذہب کی طرف سے تغافل برت کر بے دین نہیں ہوئے ہیں بلکہ بے دینی کو ایک اصول ایک مذہب بنا چکے ہیں۔"

عرفان نے کہا: "اچھا اب آپ ہی بتائیے کہ سمجھوتہ کی کوئی صورت بھی ممکن ہے؟"

نجمہ نے کہا: "جی ہاں صرف ایک۔"

عرفان اچھل کر بیٹھ گیا۔ "خدا کے لیے بتائیے نا۔ میں اس اکلوتی صورت کے سہارے اس بیل کو منڈھے چڑھانا چاہتا ہوں۔"

نجمہ نے ہنس کر کہا۔ "وہ صورت صرف یہ ہے اور سمجھوتہ صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ میں جمال بھائی کی چہیتی بہن اور وہ میرے عزیز ترین بھائی بنے رہیں۔"

عرفان پھر ہاتھ پیر ڈھیلے کر کے کرسی پر گر پڑا۔ "سبحان اللہ جہاں سے چلے تھے وہیں پھر لوٹ آئے۔ گویا آپ یہ طے کر چکی ہیں کہ اپنے ساتھ جمال بھائی کی زندگی بھی تباہ کر دیں گی۔"

نجمہ نے کہا۔ "جی نہیں جمال کی زندگی کو تباہی سے بچانے کی پوری ذمہ داری مجھ پر چھوڑیئے میں ان کی زندگی کو خوشگوار بنانے کی ترکیبیں سوچ چکی ہوں اور اب ان پر عمل کا وقت بہت جلد آ رہا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے نبیلہ اور جمال کے رشتہ کے متعلق بہت کچھ سمجھا بجھا کر عرفان کو تمام تفصیلات بتائیں اور اس کو ہر طرح یقین دلانے کی کوشش کی کہ ان دونوں کی زندگی ہر اعتبار سے نہایت کامیاب رہے گی۔ نبیلہ نہایت شریف لڑکی اور جمال کے لیے اپنے دل میں کچھ مردہ تمنائیں بھی رکھتی ہے اور خود جمال کی نظر انتخاب بھی اگر کسی پر پڑ سکتی ہے تو وہ نبیلہ ہے۔ عرفان کو اس بات کا خدا جانے یقین بھی آیا یا نہیں اور وہ نجمہ کی باتوں سے مطمئن ہوا یا نہیں لیکن اتنا تو نجمہ کو بھی محسوس ہوا کہ وہ نہایت شکستہ دل وہاں سے لوٹ رہا ہے اور اس کو نجمہ سے شکایت ہو یا نہ ہو مگر اپنی ناکامی میں پسپائی تو اس کے چہرے سے صاف پڑھی جا سکتی تھی۔ نجمہ نے بظاہر اس کو ہر طرح خوش و خرم واپس کرنے کی کوشش کی مگر اسے خود معلوم تھا کہ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوئی ہے۔

...... ٭ ......

(۱۸)

تارا اور عرفان میں پہلے تو دو ایک دن کھچڑی پکتی رہی کہ یہ افسوسناک خبر بزرگوں تک پہونچائی جائے یا نہیں لیکن بعد میں یہی طے ہوا کہ سوائے اس کے آخر چارہ ہی کیا ہے کہ بجمہ کی رائے من وعن پیش کردی جائے۔ چنانچہ جس وقت مولوی عبدالصمد صاحب اور مولوی عبدالاحد صاحب پر یہ بجلی گرائی گئی ہے۔ اس وقت کا تصور وہ حضرات بخوبی کر سکتے ہیں جن کے اللہ رکھے چند ایسے بزرگ موجود ہوں جو اپنے کو خوردوں کا مختار کل سمجھنے کی رو میں یہ بات کبھی نہیں سوچتے کہ ہمارے خورد بھی دل و دماغ رکھتے ہیں اور جو زندگی وہ بسر کر رہے ہیں۔ وہ انکی تھوڑی بہت ذاتی زندگی بھی ہے جس کے نشیب فراز کو وہ ان بزرگوں سے کچھ زیادہ ہی سمجھتے ہیں جن کو زندگی بھر ساتھ دینا نہیں ہے بلکہ ان سے اور ان کی دنیا سے منھ موڑ کر چلا جانا ہے۔ بہرصورت جو کچھ بھی ہو تارا نے جس وقت یہ خبر پہونچائی ہے۔ کسی کے تو پیروں کے نیچے کی زمین نکل گئی۔ کسی کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ کوئی منھ کھول کر رہ گیا اور کسی کے منھ سے وہ تعجب خیز چیخ سی نکل گئی جو عام طور پر مضحکہ خیز ہوا کرتی ہے مولوی عبدالصمد صاحب کے فرشتوں کو بھی یہ وہم نہ تھا کہ بجمہ اس دلیری کے ساتھ ٹکا سا جواب دیگی وہ بیچارے حسب معمول وظیفہ پڑھ رہے تھے۔ یہ سنتے ہی تسبیح کی گردش ایک دم رک گئی۔ لبوں کو چند مرتبہ بے معنی جنبش ہوئی کچھ کھنکھارے۔ کچھ اپنے کو سنبھالا مگر اس کوشش ہی سے بہکنے کا اندازہ ہوگیا آخر بڑی دیر کی حیرت آمیز خاموشی کے بعد مولوی عبدالاحد صاحب سے جو زمین پر اس وقت لطخ کی تصویر بنا رہے تھے کہا۔ سن لیا آپ نے میاں احد؟۔

عبدالاحد صاحب بھی اپنے تصور سے چونکے "جی ——— کیا فرمایا؟"۔

عبدالصمد صاحب نے کہا "اپنا سر جی چاہتا ہے کہ اس وقت اپنی اور ان صاحبزادی کی جان ایک کردوں۔ کاش یہ ناشدنی پیدا ہی نہ ہوتی سوال یہ ہے

یعنی میں پوچھتا یہ ہوں کہ ۔ کہ ۔ کہ ۔ ذرا پانی منگاؤ کسی سے :

تارا ایک کر پانی لینے کے لیے چلی گئی تو عبدالاحد صاحب نے کہا بھائی جان آپ آخر اس قدر ناراض کیوں ہیں یہ تو "

مولوی عبدالصمد صاحب نے چیخ کر کہا" یعنی گویا مطلب یہ کہ یہ ناراضگی کی کوئی بات ہی نہیں ہے ۔ اتنی بڑی بات ۔ اس قدر سخت بات اور تم ۔ تم ۔ لاؤ بیٹی پانی اور تم جاکر اپنا اپنا کام کرو "

تارا پانی دے کر چلی گئی تو مولوی عبدالاحد صاحب نے سنبھل سنبھل کر کہا ۔

" میرے نزدیک تو نجمہ نے سچائی اور صداقت آمیز جرأت سے کام لیا ہے "

عبدالصمد صاحب سے پانی بھی نہ پیا گیا کچھ حلق میں گیا ہوگا ۔ مگر زیادہ تر گرتے پر آرہا تھا اور گرد بڑا کر بولے بھئی میں اپنا سر پیٹ لوں گا ۔ یعنی ناکتخدا لڑکی اور شادی کے لیے کہے کہ مجھے پسند نہیں ہے "

عبدالاحد صاحب کو ہنسی آگئی ۔ بھائی جان ناکتخدا لڑکی ہی تو کہہ سکتی ہے ۔ شادی شدہ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ ہو چکنے کے بعد شادی کے متعلق رائے دے ۔ دوسرے نجمہ سے جب پوچھا گیا تو اس نے اپنی سچی رائے دے دی ۔ رائے کا مطلب یہی تو نہیں ہے کہ صرف اقرار کیا جائے انکار کیا ہی نہ جائے "

عبدالصمد صاحب نے جھلا کر کہا ۔ تم ہی نے اس کا ستیاناس مارا ہے ۔ یہ جرأت اس میں پیدا ہی نہ ہوتی اگر تمھاری شہ اس کو حاصل نہ ہوتی ۔ اس میں بغاوت کی روح پھونکنے والے تم ہی ہو میں اس بدبخت کو ایسا نہ سمجھتا تھا ۔

عبدالاحد صاحب نے کہا" کہ وہ ایسی سچی اور ایماندار ہوگی "

عبدالصمد صاحب نے کہا" میاں احمد تم اپنے حدود سے بڑھ رہے ہو آج سے پہلے میں نے تم کو کبھی اس طرح کی گفتگو کرتے نہیں سنا اور نہ میں اب روادار ہوں

عبدالاحد صاحب نے گردن جھکا کر کہا "میں خادم ہوں آپ کا اگر کوئی گستاخی ہوئی ہے تو معافی چاہتا ہوں مگر میں یہ عرض ضرور کروں گا کہ نجمہ کے متعلق اپنی رائے خراب کرنے سے پہلے آپ تصویر کے دونوں رخوں کو دیکھ لیں۔ جمال کے متعلق میں آپ سے کئی بار کہہ چکا ہوں کہ اس نے اپنے کو نجمہ کے قابل ہرگز نہیں رکھا ہے دونوں میں زمین آسمان کا فرق پیدا ہو چکا ہے وہ خالص ہندوستانی اور یہ اپنا ہندوستانی ہونا بھولے ہوئے وہ صوم وصلوٰۃ کی پابند اور یہ نماز روزے کے اسی شدت سے مخالف"

عبدالصمد صاحب نے بات کاٹ کر کہا "کیوں نماز روزے کو بدنام کر رہے ہو نماز روزے کی پابندی کے کیا معنی یہی ہیں کہ بزرگوں سے بغاوت کی جائے۔ بے شرمی اور بے حیائی لادی جائے"

عبدالاحد صاحب نے اب ذرا دبنگ بنکر کہا "بھائی جان اس نے کوئی بغاوت نہیں کی اور جہاں تک شرم وحیا کا تعلق ہے میں نے اس سے زیادہ شرمیلی اور باحیا لڑکی اپنی عمر میں نہیں دیکھی۔ اس سے رائے مانگی گئی تھی۔ وہ سچی ہے لہذا سچ بول دی اس کا قصور صرف اس کا سچ اور اس کی ایمانداری ہے"

عبدالصمد صاحب نے پہلو بدل کر اور منھ سے جھاگ اڑاتے ہوئے کہا۔ مگر یہ بھی۔ کچھ بھی نہیں اگر اس نے جمال کے ساتھ شادی سے انکار کیا ہے تو مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں میں اس کی کہیں اور نسبت نہیں ٹھہرا سکتا اور نہ ان کی وجہ سے تارا کے عقد کی تاریخ فوراً مقرر ہو گی۔ آج ہی۔ اسی وقت اور میرے سامنے اب نجمہ کا ذکر نہ کیا جائے۔ کیا مجھے میں پوچھ رہا ہوں کیا سمجھے"

عبدالاحد صاحب نے کہا "بجا ارشاد"

عبدالصمد صاحب اس وقت غصہ سے بدحواس ہو رہے تھے۔ رنج

عبدالاحد صاحب کو بھی تھا۔ مگر نجمہ کی بات پر نہیں بلکہ جمال کی باتوں پر۔ بیگم عبدالاحد کو گویا سانپ سونگھ گیا تھا دم بخود بیٹھی ہوئی تھیں آخر عبدالصمد صاحب نے ان ہی کو مخاطب کیا۔ "دلھن تم جلد سے جلد کب تارا کی شادی کے لیے تیار ہو سکتی ہو۔ میں چاہتا ہوں فوراً تیاری کی جائے اور بہت جلد کوئی تاریخ مقرر ہو۔"

بیگم عبدالاحد نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "میں تو ہر طرح تیار ہوں جب آپ بہتر سمجھیں۔"

عبدالصمد صاحب نے کہا۔ "بس تو بس۔ یعنی بس میرا مطلب یہ ہے کہ نہایت سادگی اور شرعی احترام کے ساتھ اب کی جمعہ کو عقد کر دیا جائے۔ میں بغاوت کی اس ہوا سے ڈرتا ہوں جو اس نالائق لڑکی نے چلائی ہے۔ اب کی جمعہ کو آج سے گویا۔ گویا کل تھی جمعرات۔ یعنی آج بھی جمعہ ہوا تو بس اب کی جمعہ ٹھیک رہے گا کیا کہتے ہو احد۔"

عبدالاحد صاحب نے کہا۔ "مناسب ہے۔"

عبدالصمد صاحب نے کہا۔ "بڑی بنی ہے پرہیزگار کی بچی۔ بس اب کی جمعہ میں عرفان کی خالہ کو آج ہی مطلع کرتا ہوں نہایت سادگی سے عقد اس کے بعد بس کھانا جمال میں تو سو عیب ہیں۔ اب دیکھنا ہے اس سے بہتر لڑکا ان صاحبزادی کو کہاں سے ملا جاتا ہے۔ یہ سب ناس مارا ہوا ہے تمھارا۔ اب سر پر ہاتھ رکھ کر یعنی ہاتھ پر سر رکھ کر روؤ۔ گستاخ ۔ بدبخت ۔ کاش اس دن کے لیے میں زندہ ہی نہ رہتا یا یہ پیدا نہ ہوتی۔ تو بس اب کی جمعہ۔"

عبدالصمد صاحب اسی طرح بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے روانہ ہو گئے ان کے باہر نکلنے کے بعد ہی بیگم عبدالاحد نے کہا۔ "میں نے کہا۔ سنتے ہیں آپ اس وقت آپ بھی بھائی صاحب کے ساتھ ہی چلے آئیے اور نجمہ کو ساتھ تو لیتے آئیے نہ جانے

غصہ میں بھائی صاحب اس کے ساتھ کیا سلوک کریں"

عبدالاحد صاحب نے کہا "نہ سمجھیں نہ بوجھیں خواہ مخواہ کا غصہ کرتے ہیں۔

میں ابھی جاکر نجمہ کو لیے آتا ہوں"

بیگم صاحبہ نے کہا "اور کیا واقعی اب کی جمعہ کو"

عبدالاحد صاحب نے کہا "واقعی اب کی جمعہ کو جانتی ہو کہ انکی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ پتھر کی لکیر ہوتا ہے اگر کوئی اختلاف تھا تو انکے سامنے ہی کہا ہوتا"

بیگم صاحبہ نے کہا "اختلاف کی بات نہیں ہے۔ میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ جمعہ کو ٹھیک ہے تو دن ہی کا کون سے رہ گئے ہیں نجمہ کے علاوہ بھابی کو لیتے آیئے تو اچھا ہے"

عبدالاحد صاحب نے جانے کی تیاری کرتے ہوئے کہا "نجمہ کو تو میں ساتھ ہی لیتا آؤں گا بھابی کا انتظار کرنے بیٹھا تو شاید خود بھی نہ آسکوں۔ ان کا پاندان ٹھیک ہوگا گھر بھر میں قفل ڈالنے کے لیے کھوئی کنجیاں ڈھونڈی جائیں گی نوکروں سے حساب فہمی ہوگی دھوبی کو دینے کے لیے کپڑے بٹورے جائیں گے۔ چھ سات روز کے لیے گھی تولا جائے گا۔ آٹا نکالا جائے گا۔ مرغیوں کا دانہ نکلے گا۔ گھوڑی کی مرمت کے متعلق نوکر کو بلا کر لکچر شروع ہوگا۔ اور جب وہ ان تمام مرحلوں سے گزر چکیں گی تو پتہ چلے گا کہ کنجیاں کسی کمرے میں رکھ کر خود بخود بند ہونے والا تالا بند کر دیا گیا ہے۔ لہذا پھر مستری ڈھونڈھے جائیں گے اور آخری معرکہ یہ ہوگا کہ بھائی صاحب سے مڈبھیڑ ہو جائے گی اور نجمہ کا ذکر اس طرح چھڑ جائے گا کہ نجمہ کو اپنی اور نجمہ کی جان بچانا مشکل ہو جائے گی لہذا میں ان کو تو اس وقت لانے سے رہا مگر نجمہ کو ضرور لیتا آؤں گا"

بیگم نے ہنستے ہوئے کہا "توبہ ہے آپ تو ایسا نقشہ کھینچتے ہیں کہ جیسے سب کچھ آپ کے سامنے ہی ہو رہا ہے اچھا تو آپ اس سے کہہ دیجئے گا صبح وہ ضرور آجائیں۔

سب کچھ ٹھیک ہے مگر پھر بھی وقت پر بہت سی چیزیں یاد آتی ہیں۔ عرفان کے کپڑے کے لیے میں جمال سے کہے دیتی ہوں۔ وہ انتظام خود کر دے گا۔"

عبدالاحد صاحب نے جاتے ہوئے کہا۔ "جمال صاحب کو اپنے مشاغل بلکہ تو یہ پروگرام سے اگر مہلت ہو گی تو وہ شاید وہ کچھ ہاتھ بٹا دیں ورنہ کپڑوں کے سلسلہ میں تو یہ کرو کہ میں کل ہی عرفان کو چک بھیج دوں گا کہ میاں تم اپنی مرضی کے کپڑے بنوا لو۔ اس سے زیادہ اچھی صورت اور کیا ہو سکتی ہے۔ وہ جیسے چاہے گا بنوائے گا۔" یہ کہتے ہوئے مولوی عبدالاحد صاحب باہر نکل آئے۔

(۱۹)

شرف صاحب کو جس وقت یہ اطلاع ہوئی کہ جمعہ کے دن مولوی عبدالاحد صاحب کے یہاں تقریب ہے تو ان کا وصال ہوتے ہوتے رہا۔ اپنی تمام قطبیت اور یہ سب چلہ کشی وغیرہ ان کو مہمل نظر آنے لگی اور اس وقت وہ عارف نہ سہی مگر تھوڑی دیر کے لیے تارک الدنیا ضرور بن گئے۔ وہ تو کہیے خیریت گذری کہ عین اسی وقت عرفان آپہونچا اور اس نے آتے ہی بتا دیا کہ نجمہ اور جمال کی نسبت گڑبڑ ہو چکی ہے اور یہ تقریب صرف اس کی اور تارا کی شادی کی ہے تو مرشد نے اطمینان کی سانس لی اور اپنی ولایت پر دل ہی دل میں جھوم کر رہ گیا۔

"وہ تو ہونا ہی تھی گڑبڑ۔ جمال صاحب کو تو بڑا دھچکہ ہوا ہو گا۔"

عرفان نے کہا۔ "کچھ پوچھیے نہیں مگر ایک بات ہے کہ اب تو میں بھی دل سے آپ کا قائل ہو گیا۔ نہ جانے کون سا عمل پڑھا ہے کہ خود نجمہ نے انکار کر دیا۔"

شرف نے عرفان کی سنجیدہ شرارت کے جواب میں حماقت آمیز سنجیدگی سے کہا۔ "ابھی کیا ہوا ہے عرفان میاں ابھی صرف میں نے یہ کرشمہ دکھایا ہے کہ۔ ع

جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

والی مثل صادق آئی ہے۔ ابھی تو آپ یہ کرشمہ بھی دیکھیں گے کہ ؎

جذبۂ دل جو سلامت ہے تو انشاء اللہ
کچے دھاگے میں چلے آئیں گے سرکار بندھے

عرفان نے سوکھا منہ بنا کر کہا "وہ تو ہے ہی۔ اور صاحب میرا قصہ بھی ایسا چٹ پٹ طے ہوا کہ کیا عرض کروں"

شرف نے کہا "تم نے میری دعائیں کیا کم حاصل کی ہیں۔ تمھاری ہی قسم اپنے خاص تجلیوں میں نہ جانے کتنی مرتبہ تم کو توجہ کا مرکز بنا چکا ہوں۔ اگر مولوی عبدالاحد یا مولوی عبدالصمد صاحب چاہتے بھی کہ تارا کی شادی تم سے نہ کریں تو بھی کامیاب نہ ہوتے"

عرفان نے کہا "بیشک بیشک۔ بلکہ مجھ کو تو یہاں تک معلوم ہوا ہے کہ تارا کے والد اور ان کے چچا دونوں شروع شروع میں راضی نہ تھے آخری دن جب یہ تاریخ طے ہو رہی تھی اس وقت بھی بڑا سخت معرکہ رہا ہے"

شرف نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا "یہ کس دن کا ذکر ہے"

عرفان نے کہا "پچھلے جمعہ کا ذکر ہے"

شرف نے کہا "پچھلے جمعہ کا نا۔ ٹھیک ہے عرفان میاں اس دن مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا میں اس پہلوان کی طرح پسینہ میں شرابور ہوں جو کشتی لڑنے کے بعد چور چور ہو جاتا ہے۔ مجھ پر زندگی میں ایسا سخت وقت اور کبھی نہیں آیا"

عرفان نے ہنسی کو بمشکل ضبط کرتے ہوئے کہا "چنانچہ واقعی آپ نے اپنی بدقسمتی سے کشتی لڑ کر اس کو چت کر دیا اور آپ ہی کامیاب رہے"

شرف نے آنکھیں بند کر کے کہا "یہ سب اس کی دین ہے ۔۔۔ الا اللہ"

عرفان نے بھی انتہائی عقیدت کے ساتھ جھومنا شروع کیا اور واقعی اس انتہا کو پہونچا کر حماقت سے عقیدت ہونا بھی چاہیے یعنی یہاں تو وہ قصہ تھا کہ ہماری بلی اور ہم ہی سے میاؤں عرفان ہی کی بتائی ہوئی ترکیب یعنی یہ سب ڈھونگ اس کی تجویز پر رچا گیا تھا اور اب اسی پر تقدس اور ولایت کا سکہ جمایا جا رہا تھا مگر عرفان کی سنجیدگی کی اداکاری بھی کمال تھی کہ کیا مجال ہے جو چہرے پر ذرا بھی ہنسی پیدا ہو۔ اس نے اسی سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

مگر ایک بات ہے اور میں آپ کو ابھی سے آگاہ کئے دیتا ہوں کہ آپ خود عنقریب بہت سخت جھمیلے میں پھنسنے والے ہیں "

شرافت نے چونک کر کہا "یعنی وہ کیا ؟"

عرفان نے کہا "قصہ دراصل یہ ہے کہ نجمہ تو خیر آپ کی ہے اور رہ کر رہیگی مگر رضیہ غریب کا خون مفت میں ہو رہا ہے۔

شرافت نے حیرت سے کہا "رضیہ کا خون؟ یعنی وہی رضیہ نا جو نجمہ اور نارا کی سہیلی نا ہیںکے علاوہ ایک دوسری لڑکی ہے۔ بڑی بڑی آنکھوں والی اور لمبے بالوں والی۔

عرفان نے کہا "جی ہاں وہی۔ اس غریب کا اب خدا ہی حافظ ہے"

شرافت نے عرفان کے قریب کھسکتے ہوئے کہا "کیا آخر بات کیا ہے ذرا مجھے بھی بتا تو سہی۔

عرفان نے شرارت سے کہا "بس اب رہنے بھی دیجئے کم سے کم مجھ سے تو آپ کو اس طرح چھپانا چاہیئے تھا اور حد یہ ہے کہ اس وقت بھی کیسے انجان بن رہے ہیں "

شرافت نے عرفان کا ہاتھ پکڑ کر کہا "بھئی تمھاری ہی قسم جو مجھ کو کچھ بھی معلوم ہو

بات آخر کیا ہے؟"

عرفان نے کہا "تعجب ہے کہ اتنی بڑی بات اور آپ کو اطلاع تک نہیں ہے۔ ہم سب تو یہی سمجھ رہے تھے کہ آپ کو نہ صرف سب کچھ معلوم ہے۔ بلکہ ایک حد تک آپ سے سب کو یہ شکایت بھی کہ آپ اس غریب سے آخر اس قدر سرد مہری کیوں برت رہے ہیں۔ وہ تو آپ کے لیے دنیا کے ہر تعلق کو چھوڑنے پر نہ صرف تیار ہے بلکہ یہ کہیے کہ چھوڑ چکی ہے۔ اس کی شادی ایک بہت اچھی جگہ ٹھہر رہی تھی مگر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ میرے نہیں ہوتے تو نہ سہی۔ مگر میں ان کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی۔"

شرف نے آنکھیں پھاڑ کر کہا "بھئی کمال ہے یعنی میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں۔ ہاں تو میں نے بھی اندازہ کیا تھا کہ وہ میری طرف دیکھتی بہت تھی مگر میں نے اس بات کو کبھی اہمیت نہیں دی۔"

عرفان نے کہا۔ "کل جب میں اس کے یہاں گیا تو عجیب منظر تھا۔ اپنے چمن کے ایک گوشہ میں اپنا وائلن لیے بیٹھی تھی۔ بال کھلے ہوئے تھے۔ آنکھیں کچھ بھیگی ہوئی تھیں اور بالکل ایک جوگن کے انداز سے کوئی غزل گا رہی تھی جس کا صرف یہ شعر سن سکا۔

جسے درد دل کی خبر بھی نہیں ہے
وہی درد دل کی دوا جانتا ہے

شرف نے غور سے سنتے ہوئے کہا "کیا۔ کیا۔ کیا۔ ذرا پھر پڑھنا۔"

عرفان نے پھر درد بھرے انداز سے پڑھا ؎

جسے درد دل کی خبر بھی نہیں ہے
وہی درد دل کی دوا جانتا ہے

شرف نے جھوم کر کہا۔ "بھئی شعر ہے اچھا مگر بخدا مجھے اس کے متعلق یہ وہم بھی نہ تھا اچھا تو پھر کیا ہوا؟"

عرفان نے کہا۔ ہوا کیا بس اب وہ ہے اور آپ کا تصور۔ اس روز اس نے سنا کہ آپ کے یہاں قوالی کی محفل ہے سب نے چاہا کہ وہ بھی آئے مگر اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ جب مجھ سے چھپا کر آپ سب کو بلایا گیا ہے تو میں کیوں جاؤں اور ایسی جگہ میں جا بھی کیسے سکتی ہوں جہاں میرا تصور تک ہو جگر آنسو کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔"

شرف نے چوندھیا کر کہا "ارے بھائی۔ یہ تم نے کیا قصہ سنا دیا۔ مجھے تو ایسا معلوم ہو رہا ہے گویا میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ اور یہ سب کچھ تم خواب ہی میں کہہ رہے ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ آخر میں کیا کروں ایک طرف نجمہ کا خیال ہے اور دوسری طرف اب تم نے یہ نیا گل کھلا دیا۔"

عرفان نے کہا "میں نے گل کھلایا ہے یا خود آپ کا کھلایا ہوا گل رضیہ غریب کے حق میں کانٹے بو رہا ہے۔"

شرف نے کہا۔ تو پھر اب مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ میں تمہاری ہی بنائی ہوئی ترکیبوں پر ہمیشہ چلتا ہوں۔"

عرفان نے کہا "میری ایک رائے ہے اور وہ یہ کہ آپ اپنا موجودہ رنگ ہرگز نہ بدلیں بالکل اسی وضع کو قائم رکھیں۔ اس لیے کہ رضیہ کو اگر آپ کی طرف سے کوئی بات بد دل کر سکتی ہے تو وہ موجودہ وضع ہے۔ آپ کی اس داڑھی۔ اس لباس اس منڈے ہوئے سر اور ان سرمہ آلود آنکھوں سے وہ خوش نہیں ہے اگر آپ کی کہیں وہ وضع ہوتی جو کچھ دن پہلے تھی تو وہ اب تک آپ کے قدموں پر گر کر محبت کی بھیک مانگ چکی ہوتی۔"

شرف نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "یہ تو ٹھیک ہے مگر محبت وضع قطع کو کب دیکھتا ہے۔"

عرفان نے کہا۔ اب جمعہ کے دن آپ کا اور اس کا شاید سامنا ہو جائے

ورنہ ہفتہ کے دن میں سب دوستوں کو پنچ پر اور اس کے بعد سہ پہر کو صرف اپنی اس جماعت کو چائے پر مدعو کر رہا ہوں اس وقت ضرور سامنا ہوگا۔ آپ خود اندازہ کر لیجیے گا۔ کہ رضیہ کی خاموش نگاہیں آپ سے کیا کہتی ہیں۔ آپ خود کچھ کہیئے گا صرف اندازہ کرتے رہیئے گا۔"

شرف نے کہا۔" عجیب بات یہ بھی سنائی میری تو عقل حیران ہے کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے۔"

عرفان نے کہا۔" اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں بات یہ ہے کہ ایک کشش تو آپ میں یقیناً ہے۔ آپ نے اندازہ کیا ہوگا کہ بیبل بھی لوٹ پوٹ ہو گئی تھی۔ وہ تو کہیے خیریت یہ ہوئی کہ آپ نے فوراً ہی یہ وضع اختیار کرلی۔ ورنہ اب تک حالات نہ جانے کیا سے کیا ہو چکے ہوتے۔"

شرف اس وقت سنجیدگی کی انتہا کو پہونچا ہوا تھا اور نہ جانے کس خیال میں گم تھا عرفان کو معلوم تھا کہ وہ کس خیال میں گم ہے، اس لیے اس نے بھی مناسب سمجھا کہ ان حضرت کو اسی ادھیڑ بن میں مبتلا چھوڑ کر چلا جائے تاکہ یہ خود آسانی سے خود اسی نتیجہ پر پہونچ جائیں جس پر وہ پہونچانا چاہتا تھا چنانچہ اس نے حضرت اقدس سے اجازت طلب کرتے ہوئے شادی۔ پنچ اور ٹی پارٹی کے مستحکم وعدے لیے اور روانہ ہوگیا۔

(۲۰)

تارا اور عرفان کی شادی واقعی ایک فریضہ کی طرح ادا نہ ہوئی، نہ باجہ نہ گاجہ نہ اندر ڈومنیاں نہ باہر بھانڈ۔ سادگی کے ساتھ نکاح ہوا اور چھوارے اچھل گئے اس شادی سے زیادہ قابل توجہ بات تو یہ تھی کہ شرف صاحب کی داڑھی غائب تھی۔ تہبند کی بجائے چوڑی دار پاجامہ تھا۔ لمبے کرتے کی جگہ شیروانی تھی۔ البتہ منڈے ہوئے سر سے مجبور تھے۔ لہذا سر پر ایک شالی رومال لپٹا ہوا اور سگرٹ پی رہے تھے

اس یکایک تبدیلی ہو جانے پر سوائے عرفان کے سب ہی کو تعجب تھا۔ مگر عرفان نے جمال کو چپکے سے سارا حال سنا دیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ ان کا دل رفیعہ کی طرف اچھلا جا چکا ہے جمال کے ذریعہ یہ اطلاع جلد سے جلد جبل اور نجمہ سے گزر کر تارا کو پہونچ گئی اور آخر میں طے یہی ہوا کہ عرفان نے جو خطرناک کھیل کھیلا ہے اس کے لیے رفیعہ کو پہلے سے ہموار کر لیا جائے ورنہ ممکن ہے کہ وہ برا مان جائے۔ چنانچہ باہر تو غصہ کے بعد لوگ کھانے میں مصروف تھے۔ اندر بھی کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی مگر دلھن کے کمرے میں کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی۔ تاکہ وہ آزادی کے ساتھ اٹھ بیٹھ سکے۔ اس کمرے میں جبل۔ ڈینیل۔ رفیعہ ناہید اور نجمہ کے علاوہ کوئی اور دلھن کو دلھناپے میں مبتلا کرنے والا نہ تھا۔

جبل نے ہنسی کے مارے لوٹتے ہوئے کہا "تارا یہ تمھارا صاحب بڑا ہی نٹ کھٹ ہے میں جو اس کو ہمیشہ سے ناٹی بوائے کہا کرتی ہوں تو کچھ غلط تھوڑی کہتی ہوں۔"

نجمہ نے ہنس کر کہا۔ "سچ مچ یہ تو حد ہی کر دی شرارت کی۔ لیکن کہیں نہ ہو کہ ہماری رضو برا مان جائیں۔"

رفیعہ نے جو دلھن کے ہاروں سے کھیل رہی تھی چونک کر کہا "کیا میرا تخلص ہے رضو یعنے یہ میرا ذکر تھا۔"

نجمہ نے کہا "جی ہاں گستاخی تو ہوئی کہ بغیر لائسنس لیے آپ کا اسم گرامی ہماری زبان سے نکل گیا۔"

جبل نے کہا "ارے چھوڑ دو اس شرارت کو اس بیچاری کو بتا دو کہ عرفان نے کیا حرکت کی ہے۔"

رفیعہ نے بھونچکا بن کر کہا "کیا بھئی۔ بتاؤ نا۔"

نجمہ نے اس کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "شرف کو جانتی ہو نا۔ وہی ہمارا بیوقوف رشتہ دار۔"

رضیہ نے کہا۔ "وہی تمھارا عقلمند امیدوار۔"

نجمہ نے کہا۔ "ہاں ہاں وہی گدھا۔ اس کو پہلے تو عرفان نے یہ بتایا کہ نجمہ کو جمال سے اس لیئے نفرت ہے کہ وہ انگریزی وضع قطع میں رہتا ہے۔ وہ ٹھہری ایک مذہبی قسم کی لڑکی وہ کسی مذہبی قسم کے آدمی کی طرف متوجہ ہو سکتی ہے چنانچہ اس غریب کا سر تک منڈوا دیا۔ داڑھی بڑھوا دی یہاں تک کہ وہ جھاڑ پھونک تک کرنے لگا۔ اب آپ نے اپنے عقد کے سلسلہ میں یہ حرکت کی ہے کہ اس کو جا کر سمجھا دیا کہ رضیہ آپ کے لیے مری جا رہی تھی۔"

رضیہ نے گڑبڑا کر کہا۔ "کون میں۔ اللہ نہ کرے کہ میرا گھوڑے پر دم نکلے۔"

جمیل نے کہا۔ "سنو تو سہی بڑے مزے کی بات ہے۔"

رضیہ کچھ کہنے والی تھی کہ نجمہ نے اس کو چپ کر کے کہنا شروع کیا۔ "تو آپ نے شرف کو خوب اچھی طرح یقین دلایا کہ نجمہ تو خیریت آپ کی ہے ہی مگر رضیہ غریب کا خون مفت میں ہوا۔ وہ خود حیران تھا کہ یہ کیا قصہ ہے۔ مگر عرفان کو تو جانتی ہو کس بلا کا ذہین آدمی ہے۔ اس نے ان کو ہر طرح یقین دلایا کہ رضیہ واقعی مری جا رہی ہے غنیمت یہ ہے کہ آپ نے یہ مرشدانہ وضع اختیار کر رکھی ہے جس سے رضیہ کی طبیعت میل نہیں کھاتی آپ اس وضع کو ہرگز نہ چھوڑیئے گا۔ ورنہ وہ غریب تو کہیں کی بھی نہ رہے گی۔"

رضیہ نے گھبرا کر کہا۔ "ہائے اللہ۔ بڑے شریر ہیں عرفان بھائی مجھے تو مل جائیں۔"

جمیل نے کہا۔ "اری سن تو سہی۔"

رضیہ نے کہا۔ "تو بھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس بیوقوف نے داڑھی منڈوا دی۔"

تارا سے اب بھی نہ رہا گیا: "منڈوا دی داڑھی؟"

رضیہ نے کہا: "تہبند کی جگہ چوڑی دار پاجامہ ہے لمبے کرتے کی جگہ شیروانی۔ البتہ سر منڈا ہوا ہے اس سے بیچارہ مجبور تھا۔ لہٰذا شالی رومال سر پر لپیٹ لیا ہے اور سگریٹ پی رہا ہے۔"

تارا نے سکتہ کے عالم میں آ کر کہا: "توبہ ہے۔"

رضیہ نے منہ چڑھا کر کہا۔ "بڑی آئیں توبہ والی۔ یہ تمھارے میاں شریف نے مجھے بیکار کیوں نشانہ بنایا ہے۔"

نجمہ نے کہا۔ "مگر کمال یہ ہے کہ یہ شرف عرفان کے اشاروں پر چلتا خوب ہے۔"

رضیہ نے کہا: "مجھے تو بتاؤ کہ اب ہوگا کیا۔"

تارا نے کہا: "آپ تو ہیں باؤلی۔"

نجمہ نے پیار سے کہا: "ہوگا یہ کہ اب اس کو اور بھی بیوقوف بنایا جائے گا۔ تم بس چپ رہنا اور چپکے چپکے سب تماشا دیکھنا۔ مزا تو کل آئے گا ٹی پارٹی میں جب ہم سب ساتھ ہوں گے۔"

رضیہ نے کہا: "نا بہن اب میں ٹی پارٹی میں نہیں جا سکتی۔"

ناہید نے کہا: "چل ہٹ۔ ہائے افسوس عرفان بھائی نے بھی کس گدھی کا نام لیا ہے نہ ہوئی میں شرف کو ایسا بیوقوف بناتی کہ وہ بھی کیا یاد کرتا۔"

رضیہ نے ہاتھ جوڑ کر کہا: "تو میری اس بیماری کو بہن تم لے لو۔ میں گدھی ہونا منظور کرتی ہوں مگر شرف کے ساتھ اس مذاق سے بھی منسوب ہونا گوارا نہیں کرتی۔"

نجمہ نے کہا "تم کیسی بچوں کی سی باتیں کر رہی ہو۔ تم کو اس شرارت میں کوئی عملی حصہ تھوڑی لینا ہے۔ بس۔ تم خاموشی سے تماشا دیکھتی رہو۔"

تارا نے کہا: "بھئی میرا دل تو چاہتا ہے کہ کسی طرح میں بھی شرف کی وضع قطع دیکھ لیتی۔"

نبیل نے کہا "یہ کونسی مشکل بات ہے اس کھڑکی سے سب دیکھ سکتے ہیں سامنے ہی تو سب بیٹھے ہیں۔"

تارا نے کہا "پہلے یہ دروازہ بند کردو تاکہ اس طرف سے کوئی نہ آجائے۔"

ناہید نے دوڑ کر دروازہ بند کردیا اور یہ سب لڑکیاں بھرّا مار کر کھڑکی کے چاروں طرف جمع ہو گئیں۔ کھڑکی کے سامنے ہی مردانہ محفل تھی لوگ کھانے پینے پر بیٹھ چکے تھے۔ دولھا کے ایک طرف جمال بیٹھا تھا اور دوسری طرف وہ صاحب بیٹھے ہوئے تھے جن سے ناہید کی نسبت طے ہو چکی تھی۔ جمال کی بغل میں شرف صاحب براجمان تھے اور چھری اور کانٹے کو ہاتھ میں لیے ہوئے ان کی ترکیب استعمال پر غور کر رہے تھے۔ یہ لڑکیاں ایک ایک کر کے اس منظر کو دیکھتی تھیں اور ہنسی کے مارے لوٹی جاتی تھیں آج تو نجمہ کی سنجیدگی بھی ختم ہو چکی تھی اور وہ بے تحاشہ ہنس رہی تھی۔ آخر ناہید نے تارا سے کہا۔

"یہ تم کدھر دیکھ رہی ہو آئی تو نہیں شرف صاحب کو دیکھنے اور گھور رہی ہو غریب ان بھائی کو۔"

تارا نے کہا "جی نہیں بلکہ میں آپ کے مستقبل صاحب کو دیکھ رہی ہوں اور غور کر رہی ہوں کہ کیسی جلدی کا پیسا کھاتے ہیں۔"

ناہید نے کہا۔ بہن مجھے تم لوگوں کی طرح سوکھے سہمے مردوے پسند نہیں۔ دیکھو کیسا پہاڑ کا پہاڑ بیٹھا ہوا ہے۔ نیرا ہونے والا شیر معلوم ہوتا ہے کہ ابوالہول کے ولیعہد بہادر تشریف فرما ہیں۔"

نجمہ نے ہنستے ہوئے ناہید کی پیٹھ پر ایک گھونسہ مار کر کہا "سچ مچ تو بڑی بے شرم ہے۔ یہ اپنے منگیتر کے متعلق گل افشانی ہو رہی ہے۔"

نبیل نے کہا "میرا تو دم نکلا جا رہا ہے شرف کو دیکھ دیکھ کر۔ ہے صورت کا ایک

آدمی ایک مرتبہ میرے پاس آیا تھا کہ قنوج کا عطر خرید لو۔"
تارا نے کہا "نا بہن ایسا نہ کہو رفیعہ برا مان جائے گی۔"
رفیعہ نے کہا "خاک تھوڑی سی۔ مردے پر پھٹکار تو دیکھو کیسی برس رہی ہے جھما جھم"
ناہید نے کہا "کچھ بھی ہو مگر عاشق تو صورت سے معلوم ہو رہا ہے۔"
نجمہ نے کہا "یہ غریب بھو کا ضرور رہ جائے گا کبھی اس ہاتھ میں چھری پکڑتا ہے کبھی اس میں۔"
جمیل نے کہا۔ دیکھو دیکھو عرفان نے اس کے ہاتھ سے چھری کانٹا چھین لیا۔"
رفیعہ نے کہا "بیکار چھینا۔ مرنے دیتے بھوکا۔"
تارا نے کہا "نہیں ہمارے یہاں کھلا پلا کر قربانی ہوتی ہے۔"
یہ لڑکیاں یہ باتیں کر رہی تھیں کہ دروازہ باہر سے بھڑ بھڑایا گیا اور سب سے پہلے تارا لپک کر دلھن بن کر اور اپنے پھول سمیٹ کر بیٹھ رہی اس کے بعد ناہید نے دروازہ کھولا۔ تو عرفان کی خالہ یعنی تارا کی ساس نے کہا "بھئی اگر اجازت دو تو ہم بھلا اپنی بہو کو دیکھ لیں۔"
جمیل نے کہا "ٹھہر جایئے پہلے ہم آپ کی بہو کی ساس کو دیکھ لیں۔"
خالہ نے کہا "چلو ہٹو اب یہ لڑکیاں مجھ سے بھی ہنسی کرنے لگیں۔ بٹیا اب مجھے کیا دیکھنا۔ میں تو بس اسی دن کے سہارے جا رہی تھی کہ عرفان کی چاند سی دلھن گھر میں لاؤں اور اس کے سوا مجھے زندگی کی کوئی تمنا نہ تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری سن لی۔"
نجمہ نے کہا "خالہ آپ تو اس طرح کہہ رہی ہیں جیسے تارا کو کبھی آپ نے دیکھا ہی نہیں۔"
خالہ نے آگے بڑھ کر کہا "بٹیا میں نے تارا کو دیکھا تو ہمیشہ ہے مگر آج اپنے

عرفان کی دلھن بنا ہوا دیکھنے آئی ہوں۔"

یہ کہہ کر تارا کا گھونگھٹ الٹ کر انھوں نے بلائیں لے لیں۔ نجمہ اور عقیل نے دیکھا کہ اس وقت بڑی بی کی آنکھوں میں آنسو تھے اور نہ معلوم کن خیالات نے ان میں ایسی رقت پیدا کر دی تھی کہ وہ وہاں زیادہ ٹھہر بھی نہ سکیں۔ تارا اور عرفان کو دعائیں دیتی ہوئی روانہ ہو گئیں لیکن اب اس انجمن میں بے تکلفی پیدا ہوتا اس لیے ممکن نہ تھا کہ کھانے کا انتظام شروع ہو چکا تھا۔ دوسرے مہمان برابر دلھن کے پاس آ رہے تھے اور اس گوشۂ عافیت میں بھی وہی چیخ پکار پیدا ہو گئی تھی جو اب تک باقی گھر میں منتشر تھی۔ آخر کھانے کے لیے تھوڑا سا تخلیہ ہوا مگر کھانے کے بعد رخصتی کے انتظامات شروع ہو گئے۔ بہت سی عورتوں کا تقاضا تھا کہ رسموں کے لیے دولھا کو اندر بلایا جائے مگر دولھا کو صرف سلام کرائی کے لیے بھیجا گیا۔ چنانچہ وہ ہزاروں روپیہ تھوڑی ہی دیر میں بٹور کر چلے گئے اور ان کے جانے کے بعد ہی تارا کو بھی رخصت کر کے پالکی میں بٹھا دیا گیا مگر اس رخصت کے وقت رونا دھونا قطعاً نہ ہوا جو لڑکی کی شادی میں ضرور ہونا چاہیے۔

(۲۱)

شادی کے دوسرے روز عرفان کی طرف سے جو لنچ تھا۔ اسکو اردو میں دعوت ولیمہ کہتے ہیں۔ اس موقع پر بھی مردانہ اور زنانہ محفلیں الگ الگ تھیں اس لیے کہ صرف عزیز ہی نہیں بلکہ احباب بھی مدعو تھے۔ باہر تقریباً سب وہی لوگ تھے جو شادی کے موقع پر نظر آ رہے تھے۔ خیر اور سب سے تو کیا مطلب شرف صاحب بھی موجود تھے اور آج بھرے بنے سنوارے ہوئے داڑھی کی ایک ایک کھونٹی نکالی گئی تھی۔ چہرہ آئینہ کی طرح چمک رہا تھا البتہ ذرا گھٹے ہوئے سر کی وجہ سے کچھ بے لطفی سی تھی آج معلوم نہیں آپ کو کس خوش مذاق نے مشورہ دیا تھا کہ شالی رومال باندھنے کی جگہ سے پوری

پگڑی باندھ کر تشریف لائے تھے۔ چنانچہ ان کے دیکھتے ہی جمال نے عرفان سے پوچھا

"کیا گانے کا انتظام بھی ہے؟"

عرفان سمجھ تو گیا۔ مگر اس نے شرف کو سمجھانے کے لیے پوچھا "نہیں تو۔ کیوں تم کو یہ شبہہ کیسے ہوا؟"

جمال نے بے پروائی سے کہا "کچھ نہیں مجھے سازندے کا شبہہ ہوا تھا۔"

شرف نے عرفان کو ہنستا ہوا دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ مجھ پر چھینٹا اڑا گیا ہے جل کر کہا "جی ہاں سازندے تو اب آپ کو نظر ہی آئیں گے جو دنیا کی آنکھوں میں بسی ہوتی ہے۔ بلکہ ۔۔۔ یہ کہنا چاہیئے مجھ کو کہ بلی کو خواب میں چھیچھڑے ہی نظر آتے ہیں۔"

جمال نے ذرا سا جھک کر کہا "مجھے بلی بننا منظور ہے جناب چھیچھڑے صاحب۔"

عرفان نے کہا "گویا آپ سچ مچ اس وقت اس غریب کو کھانا چاہتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ شرف بھائی تم ادھر میرے پاس بیٹھو۔ وہاں جمال کے قریب خطرے میں ہو۔"

شرف نے غصہ میں کہا "آپ اپنے گھر بلا کر ذلیل کراتے ہیں۔ گویا آپ کے نزدیک یہ کوئی بات ہی نہیں ہوئی کہ مجھے سازندہ تک کہہ دیا گیا۔"

جمال نے قریب آتے ہوئے کہا "یعنی آپ برا مان گئے۔ لاحول ولاقوۃ کیوں ٹوٹے ہوئے دل کو توڑتے ہو شرف بھائی۔ اگر یہ بات بری لگی ہے تو تم ہم کو بھی پچاس مرتبہ سازندہ کہہ لو مگر خدا کے لئے خفا نہ ہو۔"

شرف نے بدستور خفگی کے ساتھ کہا "جی ہاں میں یہ برابر اندازہ کر رہا ہوں کہ آپ مجھے بے حد ذلیل سمجھتے ہیں۔" "ارے بھائی جب ہم تمہارے کوٹ پتلون کو انگریزوں کی خیرات نہیں کہتے تو تم ۔"

عرفان نے ایک قہقہہ بلند کر کے کہا "بہت خوب بہت ہی خوب بھئی آج شرف

بھی کہہ گئے انگریزوں کی خیرات ایسی بھی ہے کہ دھوئے دھوئے نہ چھوٹے۔"

جمال نے بھی کہا: "شرفت بھائی خدا نظرِ بد سے بچائے بہت اچھی کہی اب آپ ضرور خفا ہولیا کیجیے۔ کبھی کبھی مگر راضی بھی ہو جایا کیجیے۔"

شرفت نے بدمذاقی کا ثبوت دیتے ہوئے کہا۔ "انگریزوں کی خیرات تو ہے ہی اور یہ جو پگڑی ہے جناب اس کو ہمارے بزرگ خاص خاص موقعوں پر باندھا کرتے تھے۔"

جمال نے کہا: "یہی شادی بیاہ کے موقعوں پر نا۔"

شرفت نے کہا: "جی ہاں ہر خاص موقع پر۔"

جمال نے کہا: "جب کبھی کبھی مجرے کی ضرورت پیش آجائے۔"

شرفت نے کہا: "پھر وہی۔ بھئی سخت بے غیرت ہو۔" یہ کہہ کر آپ خود ہنس دیئے اور عرفان نے بھی اس ہنسی کی داد دیتے ہوئے شرفت کو گلے سے لگا لیا ہے۔ "کیا کہنا شرفت بھائی بڑا معصوم دل ہے تمہارا۔ میں تو ہرگز اتنی جلدی معاف نہ کرتا۔" مگر ایسا شرفت ہنسے ہی جا رہے تھے۔ اس طرف تو یہ جادو تھا اور ادھر گھر کے اندر عورتوں کی کھچ پچ سے گزر کر اس کمرے میں جہاں دلھن تھی ایک دوسری کانفرنس بند کمرے میں اس طرح ہو رہی تھی گویا کانفرنس کی سبجکٹ کمیٹی کا خفیہ اجلاس ہو رہا ہے تاکہ پریس والے کوئی سنی ان سنی نہ اڑا لیں۔ تارا اس وقت دلھناپے کے اس سرخ مخمل لباس میں نہ تھی جس میں اچھی خاصی عورت بھی نظر آتی ہے یا انسانی قد کی بیر بہوٹی بلکہ وہ فالسی رنگ کی نہایت قیمتی ساڑھی پہنے سر کے بالوں میں اسی رنگ کا فیتہ باندھے ہلکے ہلکے زیور پہنے اور کلائی پر وہ گھڑی باندھے بیٹھی تھی جو اس کو عرفان نے پہلی نذر کے طور پر دی تھی۔ میبل۔ ڈینیل۔ نجمہ۔ رضیہ اور ناہید سب اس کو گھیرے ہوئے تھیں۔ میبل نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھا اس NAUCHTY BOY کو اس نے یہ گھڑی اس لیے دی ہے کہ

میری جدائی کی گھڑیاں گنا کرو۔

نجمہ نے حیرت سے کہا "اب تو بیبل تم بامحاورہ مذاق کرنے لگی ہو"

ناہید نے بیبل سے کہا "سلام کرو جلدی سے استاد تشریف لا رہے ہیں"

نجمہ نے کہا "نہیں واقعی غور تو کرو یہ کمبخت کیسی اچھی اردو بولنے لگی ہے اور رفتہ رفتہ زبان پر کیسی قدرت حاصل کرتی جاتی ہے"

ناہید نے پھر بیبل سے کہا "ہاتھ جوڑ کر کہو کہ سب آپ کا فیض صحبت ہے ورنہ میں کس قابل ہوں"

نجمہ نے ناہید کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا "اچھا تو آپ گویا مجھ کو بنانے کی کوشش فرما رہی ہیں"

ناہید نے کہا "جی ہاں۔ اور آپ کے ان الفاظ نے مجھے اپنی کوشش میں کامیاب بھی کر دیا مگر ایک بات ہے کہ شادی کے بعد سے تارا بہت سنجیدہ ہو گئی ہیں"

رضیہ نے سنجیدگی سے کہا "بات یہ ہے کہ اب ہم لوگ ان کے سامنے کی لڑکیاں ہیں ہمارے سامنے یہ کیوں بولیں"

بیبل نے کہا دوسرے یہ کہ جس سے پالا پڑا ہے اس سے تیزی اور شرارت میں تو بازی لیجا نہیں سکتیں البتہ اپنی سنجیدگی ہی سے رعب جمانے کی کوشش کریں گی"

نجمہ نے کہا "مگر ہم لوگوں کا کیا قصور ہے جو ہم غریبوں پر رعب جمایا جا رہا ہے"

تارا نے کہا "یعنی آپ بھی کہہ رہی ہیں جن پر سنجیدگی اور بڑھاپا گویا ختم ہے"

رضیہ نے کہا "تب تو اور بھی تمھاری سنجیدگی مستند ہو گئی"

تارا نے رضیہ سے کہا "تو ذرا ٹھہر جا سہیر کو پتہ چلے گا۔ جب وہ تیرا جان لیوا عاشق ناشاد بھی سامنے ہوگا اس وقت پوچھوں گی مزاج شریف"

ڈیبل اس طرح خاموش بیٹھی تھی۔ گویا اونگھ رہی ہے۔ ناہید نے اس پر حملہ کیا۔

ذرا آپ کو دیکھیے جاگی ہیں رات بھر تارا اونگھ رہی ہیں آپ۔"

ڈینیل نے کہا "تارے کا کام ہی ہے جاگنا اور جب تارا نکل آئے تو ہم کو اونگھنا ہی چاہیئے۔

نجمہ نے کہا "سن لیا شعر کہہ گئیں یہ شعر۔"

رضیہ نے کہا "اے سبحان اللہ مکرر ارشاد۔"

ناہید نے کہا "نہیں واقعی بہت اچھی بات کہی۔ بات کبھی کبھی کرتی ہیں مگر جب کرتی ہیں تو ایسی ہی وزنی۔"

تارا نے کہا "اس کو تو جب سے اپنا وزنی منگیتر نظر آیا ہے ہر بات میں ترازو باٹ لے کر دوڑتی ہے۔"

جمیل نے کہا "اور ہاں اس کی شرارت دیکھی تم نے نجمہ۔ اس ڈینیل کی بچی نے کل تارا کو پریزنٹ کیا دیا تھا۔"

نجمہ نے کہا "نہیں میں تو ایسی گڑبڑ میں پھنسی کہ کس کا پریزنٹ نہ دیکھ سکی۔ کیا دیا ہے اس نے۔"

جمیل نے ہنستے ہوئے کہا "پرمبلیٹر۔"

رضیہ نے قہقہہ لگا کر کہا بہت خوب۔ بہت ہی اچھی چیز۔ سر منڈاتے ہی اولے پڑنے کا سامان۔"

ڈینیل نے کہا "کچھ دنوں کے بعد بچہ گاڑی آخر خریدنی پڑتی ہے۔ میں نے کہا لاؤ۔ ابھی سے اس کو دے دوں۔"

ناہید نے کہا "اور جمیل تم نے کیا دیا ہے۔"

ڈینیل نے کہا "بجلی کی استری۔"

رضیہ نے کہا "تاکہ میاں کے چہرے کی شکنیں درست کرتی رہیں۔"

بیل نے کہا۔ اس کے چہرے پر شکنیں پڑتی ہی نہیں وہ تو چکتا کھڑا ہے۔
رضیہ تم نے کیا چیز دی تھی دوپٹہ میں بند کر کے؟

ناہید نے کہا۔ ایر رنگ تھے۔ میں نے ایک سندر انگوٹھی دی ہے جس پر ایک تارا بنا ہے اور اندر لکھا ہے عرفان۔

ڈینیل نے کہا۔ نجمہ کا پریزنٹ سب سے انوکھا ہوگا۔ کیا دیا تھا تم نے نجمہ؟
نجمہ نے کہا۔ میرے پاس اس کی ایک تصویر تھی جب یہ تین سال کی بچی تھی ہوئی دودھ پی رہی تھی کہ بلی نے پیالی میں منہ ڈال کر جو نوں تو سارا دودھ اڑ کر اسکے منہ پر گرا۔ جمال بھائی نے اسی وقت تصویر لے لی تھی میں نے اسی تصویر کا انلارجمنٹ ایک گولڈن فریم میں دیا ہے۔

بیل نے کہا اور پھر کہتی ہے کہ میں انگریز نہیں ہوں خالص انگریزوں کی قسم کا تحفہ ہے۔

رضیہ نے کہا۔ معلوم نہیں جمال بھائی نے اپنی چہیتی بہن کو کیا تحفہ دیا۔
نجمہ نے کہا۔ انکا تحفہ سب سے زیادہ پیارا اور نہایت جذباتی ہے۔ اپنے پہلے مقدمہ کے محنتانہ کا چک اس کے نام انڈورس کر دیا ہے اور شوہر نے جو کچھ دیا ہے اس کا تو جواب ہی نہیں۔

سب کے سب مشتاق نظروں سے نجمہ کو دیکھنے لگے۔ آخر خود آرا نے پوچھا۔ اب بتا بھی چکو کسی طرح۔
نجمہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ طلسم ہوشربا کا مکمل دفتر۔

ناہید نے کہا۔ اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے۔ عارف بھائی سمجھدار اس نے سوچا ہوگا جب شوہر باہر سیر سپاٹے میں مصروف رہے تو نئی نویلی دلہن صرف اسی طرح وقت کاٹ سکتی ہے کہ طلسم ہوشربا پڑھا کرے۔

یہ لوگ انہی باتوں میں مصروف تھے کہ بند کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ آخر سب سنبھل کر اور سب سے زیادہ تارا سنبھل کر بیٹھ گئی تو ناہید نے دروازہ کھول دیا۔ عرفان کی خالہ نے کمرے میں آتے ہوئے کہا "بھئی تم لوگ اجازت دو تو ایک رسم ہوتی ہے منھ دکھائی وہ شروع کر دی جائے۔"

جمیل نے کہا: "خالہ یہ تو فائدے کی بات ہے ضرور شروع کیجیے۔"

عرفان کی خالہ نے مہمانوں کو اس طرف بلا لیا اور خود دلھن کے پاس بیٹھ گئیں۔ ایک ایک بی بی آتی منھ اٹھا کر دلھن کو دیکھتی اور حسب حیثیت کوئی زیور یا نقد دے کر اٹھ جاتی۔ تھوڑی ہی دیر میں تارا کے سامنے روپیوں اور زیوروں کے ڈھیر لگ گئے اور آخر ایک گھنٹہ کے بعد جب یہ رسم ختم ہوئی تو عرفان کی خالہ نے ایک ایک زیور اٹھا کر نجمہ کے حوالے کیا اور روپیہ بٹور کر اس کو دیتے ہوئے کہا "لو بیٹی یہ تجوری کی کنجی۔ فی الحال سب یونہی رکھ دو۔ پھر دیکھا جائے گا اب کھانے میں آخر کہاں تک دیر کی جائے ایک بجنے کو ہے۔"

نجمہ نے اٹھ کر سب چیزیں تجوری میں بند کر دیں اور اس کے بعد کھانے کا انتظام شروع ہو گیا۔ عرفان کی خالہ نے ان سب لڑکیوں کے لیے اسی کمرے میں کھانے کا انتظام کر دیا تاکہ دلھن بھی آزادی سے کھا پی سکے۔

(۲۲)

سہ پہر تک عرفان کے یہاں سے تمام غیر ضروری مہمان رخصت ہو گئے۔ البتہ ان لڑکیوں کو روک لیا گیا تھا تاکہ دوسری مرتبہ پانچ بجے پھر جائے پر آنے کی زحمت سے بچ جائیں اب تکلفات تو گویا ختم ہو چکے تھے اور عرفان کا ٹی پارٹی سے مطلب بھی یہی تھا کہ بے تکلفی پیدا ہو سکے۔ مگر تارا قدرتی طور پر دلھن بنی ہوئی تھی۔ عرفان کی خالہ بڑی سمجھدار اور بزرگ ہیں ان کو معلوم تھا کہ یہ ٹی پارٹی بے تکلف دوستوں کی ہے جو عزیز بھی ہیں لہٰذا

بچوں کو بے تکلفی کا پورا موقع دینا چاہیے چنانچہ خود انھوں نے چائے کا انتظام اپنی کوٹھی سے متصل ہی ایک دوسری خالی کوٹھی کے چمن میں کرا دیا۔ تاکہ ان کے باقی مہمان اس بے تکلف صحبت میں مخل نہ ہوں۔ جمال کچھ تھکا ہوا سا تھا لہٰذا وہ عرفان کے کمرے ہی میں ذرا دیر کے لیے لیٹ گیا اور شیریں عرفان سے ایک گھنٹہ کی اجازت لے کر چلے گئے تو عرفان نے اندر سے جمیل کو بلا کر کہا۔

"حضور سرکار معلوم ہے کہ آپ کی سہیلی کی شادی ہے مگر میں بھی تو آخر سہیلا ہوں ہم غریبوں سے اتنی بے اعتنائی کہ تین دن سے زیارت ہی نہیں ہوئی۔"

جمیل نے کہا "تمھاری آنکھوں میں کسی اور کی زیارت کی گنجائش کیا ابھی تک باقی ہے۔"

عرفان نے کہا "اچھا باتیں نہ بنائیے ادھر آئیے میرے ساتھ ذرا میرا ہاتھ بٹائیے۔" یہ کہہ کر وہ جمیل کو ساتھ لیے اسی کوٹھی میں چلا گیا جس میں چائے کا انتظام تھا اور ملازم سے کہہ دیا کہ جمال میاں اٹھ بیٹھیں تو ان کو بھی اسی کوٹھی میں بھیج دینا اب تین بج رہے ہیں تھوڑی دیر میں اندر بھی نجمہ بی بی سے کہہ دینا کہ سب کو لے کر آئیں۔"

عرفان کو اس کوٹھی میں نہ کسی انتظام کی ضرورت تھی نہ کچھ وہاں انتظام کرنے والے پہلے ہی سے موجود تھے جو ہر چیز سلیقہ سے لگا رہے تھے۔ عرفان نے جاتے ہی ایک نوکر سے کہا کہ دو کرسیاں اس طرف حوض کے پاس ڈال دو۔ اور خود وہیں جا کر سارے انتظام سے الگ تھلگ بیٹھ کر نہ جانے جمیل سے کن سرگوشیوں میں مصروف ہو گیا۔ یہاں تک اس کو نہ وقت کا اندازہ ہو سکا نہ کسی کے آنے کا آخر اس پوری پارٹی نے یکایک آکر ان دونوں کو چونکا دیا۔ ڈیزی نے آتے ہی کہا "ہم لوگ حاضر ہو سکتے ہیں۔"

عرفان نے ایک دم اٹھ کر مصنوعی طریقہ پر اپنے جسم میں خم پیدا کرتے ہوئے کہا "تشریف لائیے اور ہماری خاص مہمان صاحبہ کہاں ہیں۔"

ڈینیل نے کہا: "کون نجمہ؟"

عرفان نے کہا: "نہیں صاحب تارا، تارا۔"

تارا غریب کچھ جھینپ سی گئی تو نجمہ نے کہا: "عرفان تم بڑے بے شرم ہو کم سے کم یہ تو سوچا ہوتا کہ تمہاری نہ سہی لیکن تارا کی ایک بزرگ میں یہاں موجود ہوں۔"

جمال نے کہا: "اور دوسرا بزرگ ہیں۔"

عرفان نے کہا: "اور ہم سب کے بزرگ شرف صاحب۔"

شرف نے گویا سنجیدگی سے کہا: "نہیں کوئی مضائقہ نہیں۔"

عرفان نے کہا: "دیکھ لیا آپ نے اجازت مل گئی۔ اچھا جناب شرف صاحب یہ آپ اس لیے تشریف لے گئے تھے کہ لباس تقدیر آزما کے آئیں۔ ذرا دیکھیے گا جمال بھائی یہ لال شیروانی نہ عقد کے دن پہنی۔ نہ آج پنج والی شیروانی ایسی بھی آخر اس پرائیویٹ پارٹی میں یہ سب سے زیادہ قیمتی لباس کیوں ہے؟"

شرف نے انکسار کے ساتھ کہا: "کیا قیمتی لباس ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ سامنے ہی پڑ گئی۔ میں نے کہا لاؤ یہی سہی۔"

جمال نے کہا: "یہ اصول تو آپ کا ہر معاملہ میں ہے۔ کہ لاؤ یہی سہی۔"

شرف بیچارے تو خیر اس کو کیا سمجھتے مگر عرفان اور تارا نے بہت لطف لیا۔ اسوقت شرف صاحب عینک بھی لگائے ہوئے تھے حالانکہ عینک آپ کبھی نہیں لگاتے مگر شاید آپ کو یہ خیال ہوا ہوگا کہ عینک بھی افزائش حسن کے لیے کوئی ضروری چیز ہے سنہری کمانی کی عینک کے اندر سے آپ کی نگاہیں رفیعہ کو پچام کر بنائے تھیں اور کمبخت مری جا رہی تھی مگر دوسری لڑکیوں کی طرح اسے بھی بیساختہ ہنسی چلی آ رہی تھی۔ آخر عرفان نے براہ راست یہ سوال کر ہی دیا۔

"شرف بھائی یہ آپ کے یکا یک بول جانے کا راز سمجھ میں نہ آیا۔ میں آپ کو جس

رات اچھا خاصا چھوڑ آیا تھا۔ اسی کے دوسرے دن یہ رنگ دیکھا۔"

جمالی نے کہا۔ "دنیا رنگ رنگیلی بابا۔ دنیا رنگ رنگیلی۔"

شرف نے کہا۔ "جی نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ مجھ کو پہلے وہی حکم تھا اب یہ ہدایت ہوئی ہے۔"

عرفان نے کہا۔ "حالانکہ میں نے آپ سے اسی سلسلہ میں کچھ اور بات بھی عرض کی تھی"

شرف نے کہا۔ "مگر میں ہدایات سے مجبور تھا اور اب تو مجھ کو اپنے اصلی رنگ میں واپس آنا ہے جس میں ہمیشہ رہتا تھا۔"

جمالی نے کہا۔ "یہ بھی ایک درجہ ہوتا ہے عرفان صاحب۔ پہلے فقیر دنیا کو چھوڑتا ہے پھر دنیا اس کو چھوڑتی ہے اور آخر میں فقیری بھی اسے چھوڑ دیتی ہے یہ ترک ترک قسم کی ایک چیز ہے۔"

شرف نے کہا۔ "خیر یہ بہت گہری باتیں ہیں ان کو آپ نہیں سمجھ سکتے۔ بہرحال میں اب اپنے اصلی رنگ میں آنے پر مجبور ہوں۔"

جمیل نے کہا۔ "مگر ہم کو تو آج تک یہی معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کا اصلی رنگ کونسا ہے"

اس پر ایک فلک شگاف قہقہہ پڑا۔ اور عرفان نے چاء کی پیالی ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "جمیل کا جام صحت" سب نے کھڑے ہو کر ایک گھونٹ پیا۔"

جمالی نے کہا۔ "جمیل کاش تم کو معلوم ہوتا کہ تم نے کتنی بڑی بات کہہ دی ہے۔"

عرفان نے رضیہ کی طرف خشک میوے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ بھی تو کچھ کھائیے۔"

رضیہ نے جھینپ کر پستہ کا لے لی اور عرفان نے شرف کی طرف دیکھا تو وہ حضرت خود شرف کو دیکھ کر مسکرانے لگے رضیہ کا اس منظر پر دم نکلنے لگا اور تارا اگر دلہن نہ ہوتی تو یقیناً ہنسی کے مارے قلابازی کھا جاتی۔ مگر عرفان نے ان میں سے کسی کو نہ دیکھا وہ صرف رضیہ کی خاموش معنی خیز شرم اور صرف اسی کے ساتھ جناب دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔

آخر آپ سے نہ رہا گیا اور عرفان کو متوجہ کر کے آپ نے کہا "عرفان صاحب اس وقت خدا جانے کیوں ایک شعر کسی کا یاد آگیا ہے"

جمال نے کہا "اس شعر کو آپ پولیس کے حوالے کر سکتے ہیں جو اس موقع پر آپ کے ذہن میں پیدا ہو گیا"

عرفان نے کہا "خیر۔ خیر سنیئے تو سہی وہ شعر۔ جی ارشاد"

شرف نے کہا کہتا ہے ظالم ؎

نظر جو بظاہر چرائی گئی ہے

بظاہر پر غور کیجیے گا۔"

جمال نے کہا "اچھا کیا آپ نے کہہ دیا ورنہ ہم لوگ شاید گئی ہے پر غور کرنے لگتے"

عرفان نے کہا "ارے بھئی سنو تو سہی۔ جی نظر جو بظاہر چرائی گئی ہے"

شرف نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

نظر جو بظاہر چرائی گئی ہے اسی میں لگاوٹ بھی پائی گئی ہے

رضیہ کے منہ میں تھی چاء اس کو جو اچھو ہوا تو پیالی ہاتھ سے چھوٹ پڑی اور باوجود دلہناپے کے تارا کو جو ہنسی آئی ہے تو داد نادھی پڑی ہے۔ نجمہ کے اوپر۔ باقی سب کا بھی ہنسی کے مارے برا حال تھا۔ صرف عرفان نہایت سنجیدگی کے ساتھ جھوم جھوم کر شعر پڑھ رہا تھا ؎

نظر جو بظاہر چرائی گئی ہے اسی میں لگاوٹ بھی پائی گئی ہے

آخر شرف نے خود ہی کہا "دیکھیے اس میں بظاہر کا لفظ کتنا بڑا نگینہ ہے"

عرفان نے کہا "بیشک۔ بیشک۔ مگر یہ شعر آپ کو اس وقت یاد بھی خوب آیا اس کو کہتے ہیں ذہن کی رسائی اور موقع کی سوجھ بوجھ"

جمال نے کہا "اس لال شیروانی کی مناسبت سے اگر آپ لال بجھکڑ بھی کہہ دیں

تو کوئی برج نہیں ہے۔"

عرفان نے کہا "ابی آپ نہیں سمجھ سکتے ہم ہیں اور شرف بھائی ہیں کتنی گہری باتیں ہو گئیں"

شرف نے اپنی کرسی سے اٹھ کر عرفان سے ہاتھ ملایا۔ اور پھر اپنی کرسی پر آ گئے۔

سب ان کی ان حرکتوں پر ہنس رہے تھے مگر رضیہ کا جو حال تھا۔ وہ بیان ہی نہیں ہو سکتا بیچاری ہنس بھی رہی تھی اور شرما بھی رہی تھی۔ آخر شرف نے اس کی خالی پیالی اپنی طرف کھینچ کر چائے بناتے ہوئے کہا "آپ کی چائے تو گر گئی تھی لائیے میں اور بنا دوں"

رضیہ نے کہا "جی نہیں۔ مجھے یوں ہی نیند نہیں آتی ہے۔"

عرفان زور سے کھنکھارے شرف نے ہنس کر اس کا مفہوم سمجھا باقی سب مسکرائے مگر شرف نے اس سادہ سی بات کو ایسی سمجھ کر کہا "نیند آپ بلاوجہ اڑائے ہوئے ہیں اور یہ کہہ کر دوسروں کے ہوش اڑائے دیتی ہیں۔"

جمال نے کہا "کیا کہنا ہے شرف بھائی شاعرانہ باتیں کر رہے ہیں آپ۔"

عرفان نے کہا "تو آپ سن ہی کیوں رہے ہیں ان کی باتیں۔ ان کو باتیں کرنے دیجیے"

رضیہ نے اٹھتے ہوئے کہا "اب میں اجازت چاہتی ہوں۔"

سب کے سب ہنس پڑے نجمہ نے کہا "بیٹھی کیوں نہیں ہو۔ یوں تو مری جاتی تھیں اب بیچاری بن رہی ہیں۔"

رضیہ نے نجمہ کو گھور کر کہا "واہ۔"

دراصل نجمہ سے کسی کو بھی امید نہ تھی کہ اس مذاق میں وہ اسقدر بڑھ کر حصہ لیں گی ان کے اس فقرے نے تو گویا بات کو مستحکم ہی کر دیا۔ شرف کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اور عرفان تو اس قدر خوش ہوا ہے کہ کیا کہنا۔ شرف نے چائے کی پیالی رضیہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "میرے کہنے سے یہ تو پی ہی لیجیے۔"

جمال گنگنانے لگے "زہر دے، اس پہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا"
رضیہ نے شرماتے ہوئے پیالی لے لی اور جلدی جلدی پی گئی۔ اب دن ڈھل چکا تھا اور سب تھکے ہوئے بھی تھے۔ لہٰذا یہ مجلس برخاست ہو گئی۔

(۲۲)

تارا کی شادی کے ہنگاموں کے بعد جب ذرا سکون پیدا ہوا اور زندگی اپنے معمول پر آ گئی تو نجمہ کو پھر جمال کی فکر نے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ اسے معلوم تھا کہ اسکے والد اس سے کس قدر ناراض ہیں اتنی بڑی تقریب ہو گئی مگر مولوی عبدالصمد صاحب نے نجمہ سے ایک مرتبہ بھی بھول کر بات نہ کی حالانکہ ہونا چاہیئے تھا... کر وہ حسب معمولی نجمہ ہی کے ہاتھوں تمام انتظامات کراتے۔ نجمہ کو خود احساس تھا کہ جب وہ ان کے سامنے جاتی ہوں تو ان کو ایک قسم کی تکلیف گزرتی ہے لہٰذا وہ خود منھ چھپائے چھپائے پھرنے لگی تھی وہ تو اپنے والد کی اس خفگی سے متاثر تو بہت تھی مگر اس کے پیش نظر جو مہم تھی اس کو دیکھتے ہوئے اسے ان آزمائشوں سے گزرنا بھی چاہیئے تھا۔ لہٰذا وہ فی الحال ان تمام باتوں کو بھول کر چاہتی تھی کہ اپنے مشن کو کامیاب بنانے کے لیے جد و جہد شروع کر دے چنانچہ اس نے بہت کچھ سوچ کر جمال کو ایک خط لکھا۔

جمال بھائی تسلیم۔ آپ میرا یہ خط دیکھ کر ضرور حیران ہوں گے۔ مگر یہ خط اعلان ہے میری اس کمزوری کا کہ میں جو باتیں آپ سے منھ در منھ نہ کہہ سکتی تھی۔ ان کو آپ تک پہونچانے کا صرف یہی ذریعہ ہے۔ آپ کو شاید معلوم ہو چکا ہوگا کہ میرے اور آپ کے بزرگوں نے ہم دونوں کے متعلق جو پروگرام بنا رکھا تھا۔ وہ میں نے اپنے سینہ پر پتھر رکھ کر نا ممکن بنا دیا ہے جس کا نتیجہ صرف تارا کی شادی کی صورت میں ہمارے سامنے آ چکا ہے میں اس وقت اس طویل داستان کو چھیڑنا نہیں چاہتی کہ جو کچھ ہوا ہے کیوں ہوا ہے

منصوبہ تھا ایسی حالت میں جب کہ خود آپ کو بھی معلوم ہے کہ ہم دونوں ایک
دوسرے کے ساتھ کسی قسم کی بے ایمانی نہیں کر سکتے تھے لہٰذا ایمانداری کے
ساتھ سچائی کو حد فاصل بنا کر رہ جانا ہی مناسب نظر آیا۔ اس کے یہ معنی
نہیں ہیں کہ میرے دل میں آپ کے لیے جو جگہ تھی وہ محدود ہو گئی ہے۔ میں
اس سلسلہ میں یقین دلانے کی کوشش کر کے آپ کے اعتبار پر شک کرنا نہیں
چاہتی۔ البتہ یہ بات ایک مرتبہ پھر کہتی ہوں کہ میں آپ کی تھی اور اب کسی کی
بھی نہیں ہوں۔ یہاں تک کہ آپ کی بھی نہیں۔ مگر میں اپنی محبت کے خون بہا
کے طور پر آپ سے ایک چیز مانگتی ہوں۔ مجھے آپ پر اب بھی اتنا اختیار ہے کہ
مجھے مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر میں آپ کی فیاضی کا امتحان لینا چاہتی
ہوں اور مجھے یہ دیکھنا ہے کہ آپ اس نجمہ کو جسے زندگی بھر اپنا سمجھا ہے کیا
کچھ دے سکتے ہیں۔ میں نے آپ سے کبھی کچھ نہیں مانگا اور نہ اس سوال کے
بعد کبھی اور دست سوال دراز نہ کروں گی۔ اگر آپ اس کو میری محبت کی بھیک
سمجھ کر میرا دامن بھر دیں گے تو میں اسی کو سب کچھ سمجھوں گی۔ میرا سوال آپکو
بعد میں معلوم ہوگا۔ پہلے آپ وعدہ کیجیے کہ وہ چیز خواہ آپ کو کیسی ہی
عزیز کیوں نہ ہو آپ مجھے ضرور دیں گے۔ آپ کے جواب کی منتظر ہوں

نجمہ

جمال اس خط کو دیکھ کر حیران ہی تو رہ گیا۔ ایسا نا سمجھ تو وہ نہ تھا کہ اس خط کا
مفہوم بھی نہ سمجھتا۔ مگر اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ نجمہ کے دل میں یہ عمل
سے نسبت کا خیال ہے۔ وہ صرف یہی سمجھا تھا کہ نجمہ اس سے کہیں شادی کرنے کو کہے گی
وہ اسے اس رخ پر لا کر مات دے دے گا اور وعدہ کریگا کہ جس دن تمھاری شادی ہو جائیگی
اس کے بعد میں وعدہ کرتا ہوں کہ تو بھی شادی کر لوں گا۔ چنانچہ اس نے خط کا جواب دیا

"نجمہ۔ تم مجھ کو عزیز تھیں۔ عزیز ہو اور عزیز رہو گی۔ جس بات کا تم نے حوالہ دیا ہے اس سے حالات بدل سکتے ہیں۔ جذبات نہیں بدل سکتے تم مجھ سے جو کچھ مانگنا چاہتی ہو۔ وہ ضرور مانگ لو اگر اپنے اختیارات سے دستکش ہو کر مجھ ہی کو مجبور کر رہی ہو کہ میں تم کو کچھ دوں تو بھی مجھے اس سے عذر نہیں ہو سکتا کہ بغیر پوچھے بھی تم وہی کر سکتی تھیں جواب بلا وجہ پوچھ کر کرو گی مگر میں چاہتا ہوں کہ تم خط و کتابت نہ کرو بلکہ مجھ سے بات کر کے وہ بات کہہ دو جو تم لکھنا چاہتی ہو"

"جمال"

نجمہ نے اس جواب کے بعد اپنے کو ذرا ڈھیٹ بنا کر یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ اب خط نہ لکھے گی بلکہ زبانی بات چیت کرے گی چنانچہ وہ ایک دن اسی ارادے سے سیدھی جمال کے کلب میں پہونچی اور جمال کو شوفر سے بلوا کر اپنے ساتھ لے لیا اور اسی باغ میں جہاں راؤ اور عرفان کا عہد و فا مستحکم ہوا تھا یہ دونوں اپنی محبت کو دفنانے چلے گئے۔ جمال نے گفتگو کو خود ہی شروع کیا۔

مجھے معلوم ہے نجمہ تم جو کچھ کہنے والی ہو۔ میں اس سلسلہ میں صرف تم کو ایک بات بتا دینا چاہتا ہوں کہ۔

نجمہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا "دیکھئے مجھے آپ پر اگر اتنا حق بھی نہیں کہ میں مشروط طور پر آپ سے کچھ مانگ سکوں تو گفتگو ہی فضول ہے آپ میری زندگی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موت کی صورت میں خاموشی کے ساتھ بدل دیجئے ورنہ مجھ سے غیر مشروط وعدہ کیجئے کہ میں جو کچھ کہوں گی وہ آپ ضرور کریں گے"

جمال نے کہا "مگر اس میں غیر مشروط کی شرط کیوں ہے"

نجمہ نے کہا اگر آپ نے جرأت سے کام لیا اور جو کچھ میں مانگ رہی ہوں اس سے

انکار کیا تو میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ آپ کو خود ایسا افسوس ہوگا کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آپ کو اندازہ ہونا چاہیئے۔ کہ میں اپنے دل کو کس قدر نازک بنا کر اس وقت آپ کے ساتھ آپ سے کچھ مانگنے آئی ہوں۔ اپنی محبت کی قیمت کے طور پر یا محض بھیک کے طور پر۔"

جمال نے کہا۔ "نجمہ تم تو جذبات میں بہکنے لگیں۔"

نجمہ کا دل بھر آیا۔ اس نے گلوگیر آواز میں کہا۔ "جمال خدا کا واسطہ مجھ پر رحم کر دیں صرف ایک سوال لے کر آئی ہوں۔ اپنی نجمہ ہی کا واسطہ اسے رد نہ کر دینا۔ ورنہ نجمہ پھر کہیں کی نہ رہے گی۔ یہ کہہ کر اس نے سچ مچ اس طرح دامن پھیلایا کہ جمال اپنے کو سنبھالنے میں کامیاب نہ ہوسکا اور اس نے نجمہ کو سنبھالنے کے لیے کہا۔ "میں نے دیا سب کچھ دیا۔ خدا کے واسطے تم اپنے حواس میں رہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو کچھ تم کہو گی وہ کروں گا۔ لو اب آنسو روکو پاگل لڑکی۔"

نجمہ نے شکر گزاری کے طور پر کہا۔ "جمال بھائی آپ نے مجھے خرید لیا۔ میرے اعتماد کی لاج رکھ لی۔ اب میں بالکل بےفکر ہوں۔ میری محبت ناکام نہیں رہی آپ کا وعدہ میری دم توڑنے والی محبت کے حق میں زندگی ثابت ہوا۔"

جمال نے اطمینان کو سانس لیتے ہوئے کہا۔ "میں پس و پیش کر بھی کیسے سکتا ہوں تمہارے آنسوؤں کو عبور کرنا کم سے کم میرے بس کی بات تو ہے نہیں۔"

نجمہ نے کہا۔ "خیر چھوڑیئے میرے آنسوؤں کو اور اب ہنسئے میرے ساتھ۔ اس وقت میرا دل جھوم رہا ہے میری محبت امیدوں کا منہ چوم رہی ہے آپ نے مجھے سب کچھ دے دیا۔ مجھے محبت کا خون بہا مل گیا۔"

نجمہ نے کہا۔ "اب مجھے ایک چاند سی بھابی مل گئی۔ میری اچھی نبیل۔"

جمال نے دنگ ہو کر کہا۔ "نبیل؟"

نجمہ نے کہا: "جی ہاں۔ نبیل۔ میری بھابی جان نبیل۔ مسز جمال۔ مسز نبیل جمال"

جمال نے کہا: "اگر آپ کے نزدیک نجمہ آپ کے لیے یہ چاہ سکتی ہے تو یہی سہی۔"

نجمہ نے اس کے منھ پر ہاتھ رکھ کر کہا: "اب اگر مگر کچھ نہیں۔ میں نبیل سے اس کو اور آپ کو آپ سے مانگ چکی ہوں۔ آپ دونوں اپنے اپنے اختیارات مجھے دے چکے ہیں اس کے بعد کسی اگر یا کسی مگر کی کوئی گنجائش نہیں۔"

جمال نے حیرت سے کہا: "لیکن ایک بات تو سنو نجمہ۔"

نجمہ نے کہا۔ "اس بات کے علاوہ اور جو چاہیں کہیں۔ میں نبیل سے وعدہ کر چکی ہوں اس کو منانے اور راضی کرنے کی کڑیاں جھیل چکی ہوں۔ یہ مہم باقی تھی۔ وہ بھی میں نے سر کرلی۔ اب میری زندگی بامراد ہے۔ میری محبت کامیاب ہے۔"

جمال نے کہا: "نجمہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ خدا کے لیے مجھے کچھ تو بولنے دو۔"

نجمہ نے کہا: "دیکھیے آپ اشارے سے کام لیجیے میں جانتی ہوں کہ یہ مرحلہ آپ کے لیے کس قدر دشوار ہے۔ نجمہ کی جگہ نبیل کو آپ یقیناً نہیں دے سکتے۔ یہ مجھے معلوم ہے مگر نجمہ یہی چاہتی ہے وہ اپنے اختیار سے کام لے کر آپ کو نبیل کے اور نبیل کو آپ کے حوالے کر رہی ہے میں آپ کی شکر گزار نہیں ہوں آپ تو میرے تھے ہی آپ پر مجھے ہر طرح کا اختیار حاصل ہی تھا مگر میری پیاری سہیلی۔ قابل قدر سہیلی نبیل نے مجھ کو دوامی خرید لیا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خرید لیا۔"

جمال نے کہا: "نجمہ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ تمھارے جمال کی زندگی مستقل طور پر موت کی شکل اختیار کرلے۔"

نجمہ نے کہا: "اگر آپ کے نزدیک۔ نجمہ آپ کے لیے یہ چاہ سکتی ہے تو یہی سہی۔ آپ کو نجمہ کے لیے یقیناً اس کو گوارا کرنا چاہیے۔

صبر کی ہمت بڑھی ہے مشکلات زیست سے
موت کو بھی زندگی کہہ کر گوارا کیجیے!

جمال نے کہا: "تعجب ہے کہ تم اس وقت شعر بھی پڑھ سکتی ہو جب کہ میں بات تک کرنے کے قابل نہیں۔"

نجمہ نے کہا: "اس لیے کہ مجھ پر جو بوجھ تھا وہ اتر کر آپ آچکا ہے۔ میں کامیاب ہوں اور اب آپ کا بھی کامیابی کے ساتھ اس صورت حال کا مقابلہ کیجیے۔"

جمال نے کہا: "پسپا ہو چکنے کے بعد مقابلہ کیا خاک کروں تم نے شکست کو میری زندگی بنا دیا ہے اور پھر کہہ رہی ہو مقابلہ کرنے کے لیے۔"

نجمہ نے کہا: "ہمت نہ ہاریئے۔ مجھ کو دیکھیے میں عورت ہوں اور ان ہی مشکلات کا مقابلہ کر کے کامیاب ہو چکی ہوں آپ تو مرد ہیں۔"

جمال نے کہا: "اچھا تو مجھے بھی اس قسم کی کامیابی کا موقع دو۔"

نجمہ نے کہا۔ پہلے میں اپنی کامیابی کو تکمیل تک پہونچا دوں۔ اس کے بعد آپکو اپنی جد و جہد شروع کرنے کا اختیار ہے اچھا اب چلیے یہاں سے کافی دیر ہو چکی ہے۔

جمال نے کہا ہاں چلو۔ مگر مجھے اتنا موقع دیتی جاؤ کہ میں ذرا سنبھل کر غور کر سکوں۔

نجمہ نے چلتے ہوئے کہا۔

"آپ کو سنبھالنے اور آپ کی طرف سے غور کرنے کو میں موجود ہوں آپ اس سلسلہ میں کچھ غور کرنے کی قطعاً زحمت نہ کریں۔ آیئے۔"

(۲۴)

عین اس وقت جب کہ نجمہ اور جمال میں یہ معرکہ ہو رہا تھا۔ تارا اور عرفان تمیل کے یہاں اس سے سرگوشیوں میں مصروف تھے اور یہ تینوں بے حد خوش نظر آ رہے تھے معلوم نہیں یہ تینوں کس نتیجہ پر پہونچ چکے تھے مگر انداز ایسا تھا کہ گویا کوئی بہت بڑا قلعہ سر کر کے بیٹھے ہیں۔ سب سے زیادہ عرفان خوش نظر آ رہا تھا اور بار بار یہی کہتا تھا کہ "بس یہی ایک ترکیب ہے۔"

آخر جمیل آپا نے کچھ غور کرتے ہوئے کہا "مگر اس کی اطلاع ہم تینوں کے علاوہ کسی اور کو نہ ہو ورنہ یہ خبر نجمہ تک ضرور پہونچ جائے گی اور پھر تم جانتے ہو کہ نجمہ کس قدر سخت گیر لڑکی ہے۔

عرفان نے کہا "دجی تو یہ کیجیے اس خبر کو مشہور کر کے ہم کو اپنا بنایا کھیل تھوڑا بگاڑنا ہے۔ مگر اب آپ روانگی میں جلدی کیجیے"

جمیل نے کہا "اس سے زیادہ اور کیا جلدی ہو سکتی ہے کہ میں آج ہی ڈیرہ دون ایکسپریس سے روانہ ہو جاؤں گی اور میرے جانے کے بعد میرے خطوط نجمہ۔ رضیہ ناہید جمال اور ڈینیل وغیرہ کو ملیں گے"

تارا "مگر ان خطوں میں لکھنا یہ ذکر نہ کرنا کہ تم کہاں جا رہی ہو ورنہ نجمہ تم کو چھوڑنے والی نہیں ہیں"

جمیل نے کہا "ہرگز نہیں۔ البتہ ایک افسوس ہے کہ ایک تو میں سب سے چھوٹ کر جا رہی ہوں۔ دوسرے تم دونوں کو خط بھی نہ لکھ سکوں گی"

عرفان نے کہا "کیوں خط لکھنے میں کیا حرج ہے میرے پتہ پر تم برابر خط بھیجنا اور میں اور تارا تم کو برابر خط لکھیں گے اسی سے سب کی خیریت معلوم ہوتی رہے گی۔ تم تو گویا نجمہ اور جمال ہی سے صرف روپوش ہو رہی ہو"

جمیل نے کہا "کیا کہوں عرفان میرا دل کسی طرح نہیں چاہتا کہ میں اس بھری محفل سے اس طرح الگ ہو جاؤں مگر سوائے اس کے اور چارہ ہی کیا ہے خدا کرے صورت سے نجمہ اور جمال کی دو میانی خلیج کسی طرح پر ہو جائے۔ اور میری یہ قربانی مقبول ہو"

عرفان نے کہا "خیر یہ بات اتنی آسان تو نہیں ہے مگر تمہارے یہاں رہنے سے یہ ہوتا کہ نجمہ زبردستی کر کے اس سلسلہ کی تمام امیدوں کو بہت جلد منقطع کر دیتیں اب ان کو کم سے کم اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کا موقع ملے گا"

تارا نے کہا۔ یا کم سے کم وہ جال بچھائی کو کسی کے سر آسانی سے منڈھ سکے گی۔"

جمیل نے کہا۔ "اچھا تو اب مسٹر ہاتھ بٹاؤ۔ میرا تمام سامان یوں ہی پڑا ہے۔ اسے درست کراؤ۔ میں اکیلی کیا کیا کر سکتی ہوں۔"

تارا اور عرفان دونوں جمیل کا سامان درست کرانے میں لگ گئے۔ عرفان نے اپنا کوٹ اتار دیا اور ایک ایک چیز قرینے سے رکھنے لگا۔ جو سامان ساتھ میں جانے والا تھا اسے جمیل بتاتی جاتی تھی اور جو یہاں بند ہونے والا تھا اسے عرفان الماریوں میں احتیاط کے ساتھ رکھ کر مقفل کرتا جاتا تھا۔ تارا نے اس عرصہ میں آیا کو بلا کر ضروری ہدایات دیدی تھیں کہ کوئی بھی اس صاحب سے ملنے آئے تو کہہ دینا کہ وہ باہر ہیں اور ہم لوگ اس وقت کھانا یہیں کھائیں گے۔ عرفان نے جمیل کے سوٹ کیس درست کئے بستر باندھنے کا تمام سامان یکجا کیا۔ جوتے تک سنبھال کر رکھے۔ یہاں تک کہ اس کا حسن انتظام دیکھ کر جمیل نے کہا۔

عرفان بولو۔ "کیا تنخواہ لوگے تم تو بڑے اچھے منتظم ہو۔ اگر ایسا آدمی کسی کو ملجائے تو اس کی راحت کا کیا پوچھنا۔"

عرفان نے کہا۔ "میں بڑی خوشی سے ملازمت کر لیتا۔ مگر آجکل ایک جگہ نوکر ہوں۔"

یہ کہہ کر تارا کی طرف دیکھ کر مسکرایا تو تارا نے کہا۔

"بہن اگر تمہیں ملازم کی واقعی ضرورت ہے تو میں اپنے آقا کو برخاست کر سکتی ہوں۔"

جمیل نے جھینپ کر کہا۔ "تمہارے آقا تم کو مبارک رہیں مگر ایسا خوہر ملنے پر کیا تمہیں سچ مچ ناز نہیں ہے۔"

تارا نے کہا۔ "خاک تھوڑی۔ یہاں اپنی انتظامی قابلیت دکھا رہے ہیں ورنہ گھر پر تو کوٹ ایک طرف اچھال دیا جاتا ہے۔ ٹوپی ایک طرف۔ پتلون کرسی پر پڑی ہے

تو مائی تخت پر ہے ۔کالر مسہری پر ہے تو موزوں میں سے ایک غسلخانہ میں اور دوسرا

ڈرائینگ روم میں ۔کل ایک بیر کا جوتا ڈھونڈھ رہا تھا ۔پھر خود ہی یاد آیا کہ بلی کو

مارنے کے لیے اچھالا گیا تھا لہٰذا وہ صحن میں ملا ۔"

عرفان نے کہا :" جمیل تم کو بھلا ان باتوں کا کیونکر یقین آسکتا ہے جو شخص اس حسن انتظام

کے ساتھ تمھارا سامان درست کر رہا ہو ۔ وہ بھلا ایسا بدتمیز کیونکر ہو سکتا ہے ۔"

تارا نے کہا ۔ ذرا دیکھنا ۔میری بہن ذرا دیکھنا ۔ روشن ثبوت ۔ آپ نے اپنا کوٹ اتار کر

کہاں ڈالا ہے ۔ وہ رہا صوفے کے پیچھے اور جیب میں گھڑی لگا ہے خیریت سے ۔"

عرفان نے کہا :" بھئی خدا کے لیے تم اپنے خالو ابا کی دی ہوئی یہ گھڑی لے لو ۔ اس گھڑی

کی وجہ سے ناطقہ بند ہے ۔ ہر وقت ٹوکا جاتا ہوں کہ جیب سیدھی رکھو ۔ گھڑی گر جائے گی ۔

نو بجے گھڑی میں کوک دو ۔ کوٹ کندھے پر نہ ڈالو جیب میں گھڑی ہے ۔ کوٹ نہ اچھالنا گھڑی

ٹوٹ جائیگی ۔ گھڑی نہ ہوئی مصیبت ہو گئی ۔ جب آزادی سے ایک آدمی اپنی چیز توڑ

پھوڑ بھی نہ سکے تو لعنت ہے اس کی زندگی پر ۔"

تارا نے کہا :" سن لیا جمیل تم نے ۔ گویا گھڑی کا توڑنا فرض ہے ۔ تین چار سو کی گھڑی ہے

اگر میں اس کے متعلق احتیاط کے لیے کہتی ہوں تو آپ کی آزادی میں خلل واقع ہوتا ہے ۔

میرا کیا ہے آپ توڑ ڈالیئے اسے ۔"

جمیل نے کہا ۔ عرفان شادی کے بعد تو اپنی یہ چلبلی حرکتیں ختم کرو تم آخر کب تک

NAUGHTY BOY بنے رہو گے ۔"

عرفان نے کہا :" بھئی انصاف سے کام لے کر کہو جب ان کے خالو جان یا خالو ابا

صاحب نے مجھ کو سلام کرائی میں یہ گھڑی عنایت فرمائی تھی ۔ اس وقت مجھ سے یہ گارنٹی

تو لی نہیں تھی کہ میں اس کو توڑنے کا بھی حق نہیں رکھتا ۔ اب وہ مجھ کو ایک چیز دے سکے

ان کی بلا سے میں اسے توڑوں یا رکھوں ۔ یہ کوئی ان کی امانت تو ہے نہیں اور نہ جناب

تارا صاحب کی منھ دکھائی کی کوئی چیز ہے صاحب ہم نے سلام کیا۔ ہم کو دعا کے بجائے گھڑی مل گئی چلیئے قصہ ختم اب ہوگیا کہ گھڑی کو ہتھکڑی کی طرح استعمال کرو۔ ذراسی گھڑی کے بدولت اپنی بیساختہ آزادی کو تج دو۔ سبحان اللہ"

تارا نے ہنس کر کہا "اچھا صاحب آپ شوق سے گھڑی توڑ دیئے آپ کی آزادی میں اب یہ گھڑی مخل نہ ہوگی۔ میں اسے جیب سے نکال کر رکھ لوں گی"

عرفان نے کہا "بہتر ہے۔ تو میں آپ کے خالو ابا سے جاکر کہونگا کہ میرا سلام واپس فرمایئے آپ کی بھانجی صاحبہ نے گھڑی چھین لی ہے"

جمیل نے ہنس کر کہا "تم دونوں بچے لڑتے ہی جاؤ گے یا میرا کام بھی کرو گے دیکھو۔ یہ گون اس سوٹ کیس میں رکھو اور تارا تم میز سے سب چیزیں سمیٹ کر اس الماری میں بند کر دو۔ ابھی سارا گھر بند کرنے کو پڑا ہے اور وقت دیکھو کس قدر کم رہ گیا ہے۔

اس کے بعد یہ سب پھر کام میں مصروف ہوگئے اور تھوڑی ہی دیر میں ساتھ لے جانے کا تمام سامان درست کرنے کے لیئے گھر کا تمام سامان باقاعدہ بند کر دیا گیا اس کے بعد تینوں نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور کھانے سے فارغ ہوتے ہی عرفان کو جمیل نے بنک روانہ کر دیا تاکہ کچھ روپیہ نکال لے اور باقی کو مسوری ٹرانسفر کرا دے عرفان نے یہ کام بھی جلد ہی کر دیا۔ یہاں تک کہ سہ پہر کی چائے کے بعد یہ تینوں اور آیا اسٹیشن کی طرف روانہ ہوگئے۔ گھر پر آیا کے شوہر کو جو جمیل کا بہت پرانا ہمدرد کا آدمی تھا چھوڑ دیا گیا تاکہ وہ گھر کی اور کتوں کی نگرانی کرتا رہے لیکن اسٹیشن تک وہ بھی پہونچانے آیا تھا اسٹیشن پہونچ کر تارا نے سیٹ ریزرو کرانے کے لیے عرفان کو بھیجا اور خود جمیل کے ساتھ پلیٹ فارم پر ٹہلتی رہی۔ اب تک تارا بھی بچہ کی طرح برقعہ پہنا کرتی تھی مگر آج یہ پہلا موقع تھا کہ وہ بغیر برقعہ کے جمیل کے ساتھ پلیٹ فارم پر ٹہل رہی تھی آیا سامان کے ساتھ بیٹھی اپنے شوہر سے اس طرح رو رو کر جدا ہو رہی تھی گویا فوج میں بھرتی ہو کر ہندوستا

سے باہر جا رہی ہے۔

عرفان ٹکٹ لے کر سیٹ کا انتظام کرنے کے بعد جب لوٹے تو تارا اور جمیل ترازو پر اپنا اپنا وزن لے رہی تھیں۔ عرفان نے آتے ہی کہا۔

"آپ بیکار اپنے کو تول رہی ہیں اس ٹکٹ میں آپ بغیر تولے ہوئے بھی سفر کر سکتی ہیں۔ وزن ہونا چاہیئے تھا آپ کے اسباب کا گھبراہٹ میں خود کھڑی ہو گئیں ترازو پر" جمیل نے کہا "تارا کا وزن بھی دیکھا۔ لو یہ ٹکٹ دیکھو کیسی ہلکی پھلکی دلھن ملی ہے تم کو" عرفان نے کہا "اور میں کون سا رستم ہند ہوں۔ اچھا تشریف لائیے اسٹارٹ دا وَن ہو چکا ہے آپا بھی اپنے شوہر سے گلے مل چکی ہیں"

یہ تینوں ہنستے ہوئے آئے۔ جمیل کا سامان قرینہ سے ٹرین میں رکھا جا چکا تھا سیٹی ہوتے ہی جمیل نے تارا کی پیشانی پر بوسہ دیا ہے۔ اور تارا نے بھی اس کا جواب دیا۔ عرفان نے کہا۔

"اور ہم" ٹرین روانہ ہو گئی۔ رومال دیر تک ہلتے رہے"

(۲۵)

جمیل کی ایک دم سے روانگی اور گمشدگی پر کون ایسا تھا جو حیران نہ ہو رضیہ اور ناہید جمیل اور نجمہ اور بظاہر عرفان اور تارا سب ہی کو حیرت تھی جتنے ہی منھ تھے اتنی ہی باتیں جمیل کا یہ خیال تھا کہ جمیل کے ایک عزیز لاہور میں ہیں انکے یہاں نہ جانے کوئی بیمار ہے یا کوئی ایسا ہی حادثہ ہوا ہے کہ وہ بغیر اطلاع کے چلی گئی۔ جمال کا خیال تھا کہ جمیل دانستہ ٹل گئی ہے۔ تاکہ نجمہ کے اور میرے درمیان حائل ہونے سے بچ جائے مگر نجمہ کو شروع شروع میں تو یہی خیال رہا کہ جمیل کو یہاں سے ٹالنے میں جمال کا ہاتھ ہے لیکن جب جمال نے خود اس کو بتایا کہ میں کم سے کم بے ایمان تو نہیں ہوں کہ تم کو اس طرح دھوکا دیتا تو نجمہ کو یقین ہو گیا کہ خود جمیل کا اور کوئی بس چلا نہیں وہ ایثار مجسم بن کر یہاں سے خود

چلی گئی ہے مگر اس طرح جانا بھی نجمہ کے ارادہ کو متزلزل نہ کر سکا۔ وہ ایک اسی
فکر میں تھی کہ میبل کا کہیں سے پتہ چلایا جائے اس سے آپا کے شوہر سے طرح طرح سے تحقیقات
کی میبل کے خطوط کا انتظار کیا۔ میبل کے ان عزیز کو تار دیتے جو لاہور میں تھے مگر اب تک
اس کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ آخر خود میبل کا خط عرفان کے پاس آیا۔ جس میں تارا
کے نام بھی ایک پرچہ تھا اور نجمہ کے نام بھی ایک خط تھا۔

دلاری نجمہ۔ تم سے بغیر رخصت ہوئے میں یکایک چھوٹ گئی اس کی وجہ تم اس
لیے سمجھ گئی ہو گی کہ قیامت کی سمجھدار ہو اور اب بھی میں تم کو یہ نہیں بتا سکتی کہ کہاں
ہوں البتہ میرا پتہ تم کو اس وقت معلوم ہو جائے گا جب تم کسی اخبار میں یہ خوش خبری
پڑھ لو گی کہ تم جمال کی ہو گئیں۔ مجھے امید ہے کہ تم مجھ کو اس کے لیے معاف کر دو گی
میں نے آخری نتیجہ یہی نکالا ہے کہ میں تم سے وہاں رہ کر جیت نہ سکوں گی اور یہ گوارا
نہ کر سکتی تھی کہ تمھارا جمال میرا کہلائے خدا تم کو خود تمھاری ضد سے مغلوب کرے اور
خدا کرے میں تم سے پھر مل سکوں۔ میں کبھی کبھی تم کو خط لکھتی رہوں گی مگر تمھارے جوابات
سے محروم رہوں گی۔ یہ بات تم کو بتانا چاہتی ہوں کہ عنقریب ایسی زندگی میں داخل ہونے
والی ہوں کہ تم جمال کے لیے میرا انتخاب کرنے کی گنجائش نہ ڈھونڈھ سکو گی۔

"میبل"

نجمہ نے اس خط کو دیکھتے ہی عرفان سے پھر تقاضا کیا کہ وہ لفافہ دکھائے۔ عرفان
جانتا تھا کہ یہ مطالبہ کیا جائے گا۔ اسی لیے وہ ایک دوسرے لفافہ میں یہ خط رکھ کر
لایا تھا جس کا پتہ ٹائپ کیا ہوا تھا اور مہریں کچھ بگڑی ہوئی سی۔ کچھ دھندلی دھندلی
تھیں۔ نجمہ نے لاکھ یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ یہ خط کہاں سے آیا ہے مگر اسے کوئی پتہ
نہ چل سکا۔ عرفان اور تارا بھی بدستور حیران رہے۔ تارا اور عرفان کے نام
جو خط تھا اس سے بھی کوئی سراغ نہ ملتا تھا اور نجمہ کو اس سلسلہ کی تمام کوششوں

یہ مسلسل ناکامیاں ہو رہی تھیں جن کا اثر اس کی صورت سے پڑھا جا سکتا تھا
وہ جیسے سخت ذہنی کوفت میں مبتلا تھی۔ اس کو اپنے ارادوں میں یا تو ناکامی ہوتی رہتی
تھی یا اگر ہوتی بھی تو وہ بری طرح اثر کرتی تھی اس سلسلہ میں جیل نے جو شکست دی تھی
وہ اس کے لیے صبر آزما تھی۔ مگر اب تک ہمت نہیں ہار رہی تھی اور برابر اسی فکر میں تھی
کہ کسی نہ کسی طرح میل کا پتہ ضرور چلائے گی۔ جمال سے وہ صاف صاف الفاظ میں
کہہ چکی تھی کہ میل کا پتہ چلانے میں اگر اس نے برابر کا حصہ نہ لیا تو وہ اس کو اس جرم کا نہ
سہی اعانت جرم کا مجرم ضرور سمجھے گی۔ وہ خود بھی نجمہ کی پریشانی سے بدحواس تھا مگر کر ہی
کیا سکتا تھا عرفان ادھو تارا بھی بظاہر جستجو میں مصروف تھے۔ آخر ایک دن سوچتے
سوچتے نجمہ نے خود ہی یہ صورت نکالی کہ ڈاکخانہ سے اس کا پتہ چلائے اس نے
ضرور پوسٹ آفس کو مطلع کیا ہو گا کہ اس کی ڈاک کہاں بھیجی جائے۔ اس نے اس
کام پر جمال کو تعینات کر دیا اور اسے پورا یقین تھا کہ اب میل اس سے چھپ کر
کہیں نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ واقعی ایسا ہی ہوا کہ اس کو ڈاکخانہ سے جمال کے ایک
دوست کی معرفت میل کا پورا پتہ مل گیا۔ جمال چاہتا تھا تو خود اپنی جان بچانے کیلئے
اس پتہ کو غائب کر سکتا تھا۔ مگر وہ نجمہ سے کوئی چالاکی کر ہی نہ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے
وہ پتہ جس وقت نجمہ کو لا کر دیا ہے۔ اس کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک خزانہ مل گیا
ہے اس نے کسی کو مطلع کرنے کے بجائے سب سے پہلے میل ہی کو خط لکھا۔

میبل ڈارلنگ ۔

ہم نظربازوں سے تو چھپ سکا ماہ جبین
تو جہاں جا کے چھپا ہم نے وہیں دیکھ لیا

آخر آپ کو اس معرکہ میں بھی شکست ہوئی۔ میں تم سے یہ شکایت نہیں کرتی کہ تم
نے کیوں بغیر کہے سنے جانا چاہا۔ مگر یہ شکایت ضرور ہے کہ تم نے اپنے عہد سے

پھرنے کی ایک ناکام کوشش کی ہے۔ لیکن چونکہ تم اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوئی ہو لہٰذا فوراً واپس آ جاؤ اور اپنے کو میرے حوالے کر دو تاکہ میں تم کو کسی اور کے حوالے کر سکوں۔ مسوریوں کی بلندیوں پر اپنی بات کی بلندی کا خیال بھی رکھو اور اپنے وعدے کو عہد شکنی کی گہرائیوں میں نہ پھینکو اچھا میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمھاری واپسی پر اس سلسلہ میں تم سے کوئی باز پرس نہ ہوگی اب مجھ کو خط لکھو کر کب آ رہی ہو۔

تمھاری نجمہ

یہ خط لکھنے کے بعد نجمہ نے جمال کے علاوہ تارا۔ عرفان۔ ناہید۔ رضیہ اور ڈینیل سب کو جمع کر لیا اور سب کو نیل کے اس عجیب و غریب طریقے پر ملنے کا افسانہ سنا دیا بظاہر تو اس خبر سے سب ہی خوش تھے۔ مگر عرفان کی خوشی میں کچھ گھبراہٹ بھی شامل تھی۔ اس کے چہرے کا رنگ ایک دم اڑ گیا جس کو صرف تارا محسوس کر سکی۔ اور رنگ اڑ جانے کی بات بھی تھی اس کا تو سارا قلعہ ہی منہدم ہو گیا تھا اب وہ جانتا تھا کہ نجمہ نیل کو ضرور گرفتار کرے گی۔ اور آخر کار وہی ہو کر رہے گا جو نجمہ چاہتی ہے وہ ان ہی خیالات میں الجھا ہوا تھا کہ نجمہ نے کہا۔

"سن رہے ہیں آپ عرفان صاحب ڈینیل مجھ کو سی۔ آئی۔ ڈی کے محکمہ میں جگہ دے رہے ہیں"

عرفان نے زبردستی اپنی چستی اور تازگی کو طاری کرتے ہوئے کہا "شاید ہے تو ٹھیک تم نے سراغرسانی کا کمال تو ایسا ہی دکھایا ہے کہ خفیہ پولیس میں زبردستی تم کو بھرتی کر لیا جائے"

رضیہ نے کہا "آپ کے پولیس میں چلے جانے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ نیل کو جلد گرفتار کرا سکیں گی"

جمال نے ہنس کر کہا: "یہ تو شیریں سے خار کھائے ہوئے ہے۔ وہ بیچارہ جان چھڑا کے اور یہ اس کو گرفتار کرائیں۔"

رضیہ نے جل کر کہا: "خدا کی مار اس پر اور اس کی چھڑکی ہوئی جان پر مجھے تو وہ صورت ہی سے ایسا خبیث نظر آتا ہے کہ میرا خیال یہ ہے کہ اسکو کبھی نہ کبھی سزا ہوگی ضرور"

عرفان نے کہا: "گویا یہ سزا کم ہے کہ اس کی محبت تک سنجیدہ نہیں سمجھی جاتی کہ کن کن تیاریوں سے بیچارہ عاشق ہوتا پھرتا ہے اور یہاں اس کا عشق بھی گویا تماشہ ہے۔"

نجمہ نے اپنی فکر سے چونک کر کہا۔ "میں یہ کہتی ہوں کہ میبل نے اگر سوری سے کہیں اور جانے کا ارادہ کر لیا تو یہ اس کی دوسری طفلانہ غلطی ہوگی۔"

ناہید نے کہا: "میری رائے تو یہ ہے کہ خط بھیجنا ہی غلط تھا بجائے خط کے کسی کو خود جانا چاہیئے تھا۔"

نجمہ نے کہا: "میں نے یہ سوچا تھا کہ جمال بھائی کو روانہ کر دیا جائے مگر پھر مجھے یہ بھی خیال آیا کہ میبل اب مجھ سے زیادہ سرکشی نہ کرے گی۔ اس شکست کے بعد وہ بہادری سے ہار مان لے گی اور چلی آئے گی۔"

رضیہ نے کہا: "مجھے اس میں شک ہے۔"

نجمہ نے کہا: "عرفان تم کیوں گونگے ہوئے ہو بولو نہ کچھ۔"

عرفان نے منھ بنا کر کہا۔ "میں بغیر سوچے سمجھے کبھی کوئی بات نہیں کرتا۔"

نجمہ نے کہا: "اخاہ یہ کب سے؟"

ڈینیل نے برجستہ کہا۔ "جب سے شادی ہوئی۔ میری تھوڑی آئی ہے عقل آئی ہے۔"

عرفان نے کہا۔ "آپ لوگ کر رہے ہیں مذاق اور میں کہتا ہوں اس وقت سنجیدہ میری رائے میں اب اس خط کے جواب کا انتظار کرنا چاہیئے۔ ورنہ اس کے بعد نجمہ صاحبہ کی سراغرسانی سلامت رہ جاتی کہاں ہیں۔"

تارا نے معنی خیز نظروں سے عرفان کو دیکھا مگر عرفان اسی وقت یہ بات کسی چالاکی سے نہیں کہہ رہا تھا بلکہ اس کے ذہن میں ایک بات ابھی اسی وقت نہ آ رہی تھی اور بظاہر کچھ ہارسا گیا تھا۔ اس نے اتنی ہی دیر میں یہ بھی سوچا کہ جمال کو کچھ سمجھا بجھا کر اس جنگ کا نقشہ ہی بدل جائے مگر یہ ترکیب بھی کچھ جچی نہیں۔ یہ بات کہ وہ تارا کو لے کر خود مسوری چلا جائے اور وہاں خود جمیل کو ڈھونڈ کر واپس آئے اور نجمہ سے کہہ دے کہ جمیل کسی اور سے انگیجمنٹ کا اعلان کرنے والا ہے۔ یہ بھی کچھ یوں ہی سی ترکیب تھی۔ مختصر یہ کہ وہ اس وقت کچھ الجھ سا گیا تھا اور ادھر نجمہ مسلسل غور کر رہی تھی آخر اس نے ایک دم چونک کر کہا "جمال بھائی میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ میں کسی شک کی گنجائش باقی رکھنا نہیں چاہتی آپ خود ہی آج سے لے کر کل تک مسوری تشریف لے جائیں۔"

جمال نے کہا "اس قدر جلد"

نجمہ نے کہا "دیر میں جانے کا تو کوئی فائدہ ہی نہیں آپ جلد پہونچنا چاہیئے۔ میں اس خط کو بجائے ڈاک کے آپ کے ہاتھوں بھیجوں گی۔ آپ کے وہاں پہونچنے کے بعد پھر مجھے جلدی نہیں ہے کہ آپ فوراً ہی واپس بھی آ جائیں۔ دیکھئے نا آپ 'مینی تال' جانے کو کہہ رہے تھے بجائے وہاں کے مسوری چلے جایئے اور خوب سیر کیجئے۔ البتہ میں جمیل کو آپ سے لوں گی۔" جمال کے لیے اس حکم کے بعد کچھ کہنے سننے کی گنجائش ہی کب تھی وہ دوسرے ہی دن روانہ ہو گیا۔

(۲۶)

جمال کے روانہ ہونے کے بعد سے نجمہ پر تو ایک سناٹے کا عالم طاری تھا۔ مگر عرفان اور تارا کے کیمپ میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ نجمہ کو جو ڈکٹیٹر کی سی حیثیت خود بخود حاصل ہو گئی تھی۔ وہ عرفان کے لیے عجیب و غریب تھی اور اس کی رائے میں اسی حوصلہ افزائی کرنے کے جرم میں جمال کو یہ نازک صورت حال دیکھنا پڑ رہی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ نجمہ

کی ان مطلق العنانہ سرگرمیوں نے اس سوسائٹی میں اس کے ہمدردوں کی تعداد کم کر کے نکتہ چینیوں کی تعداد بڑھا دی تھی کسی اور کو کیا پڑی تھی کہ وہ جمال کی طرح نازبرداری کرتا۔ اس کے ہر اشارے پر رقص کرتا۔ اس کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو نوشتہ قسمت بنا کر اسی پر عمل کرتا۔ ایک حد تک سب ہی نے نازبرداریاں کیں۔ مگر اب تو بقول عرفان کے یہ سنک جنوں کا درجہ حاصل کرتی جاتی تھی۔ وہ نجمہ کے منھ پر کہنے لگا کہ۔ ع

کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہد میں نخوت کے سوا

مگر اس ظالم کے کہنے کا طریقہ ہمیشہ ایسا ہوتا تھا کہ کوئی بھی برا نہ مان سکتا تھا۔ پھر نجمہ کو تو وہ تارا کی وجہ سے بہت ہی عزیز تھا۔ وہ تو اگر اس کی طنز کی تلخی کو محسوس بھی کرتی تھی تو یہ سمجھ کر پی جاتی تھی کہ عرفان بھی دشمنی میں نہیں بلکہ دوستی کے اس جذبے کے ماتحت یہ سب کچھ کہہ رہا ہے جو اپنی انتہا پر پہونچکر دشمنی کا ہمشکل نظر آتا ہے عرفان کا اب طریقہ کچھ ایسا ہو گیا تھا کہ گویا وہ نجمہ کی اس الجھن میں اپنے کو پھنسانا نہیں چاہتا۔ تارا کبھی کبھی یہ ذکر چھیڑتی بھی تھی تو وہ خوبصورتی سے ٹال جاتا تھا آج بھی تارا نے جمال کو یاد کرتے کرتے ہوئے کہا۔

جب سے بھائی جان گئے ہیں کچھ عجیب سناٹا سا معلوم ہوتا ہے۔ نجمہ آپا بھی کھوئی کھوئی سی ہیں۔"

عرفان نے کہا "اونہہ۔ آپ کی نجمہ آپا بھی کوئی انسان ہیں۔ ان کو تو اب سے کم سے کم ایک سو سال پہلے پیدا ہو کر کسی نئے مذہب کا پیغام سنانا چاہیئے تھا اور اپنی اشاعت سے اپنا کلمہ پڑھوا کر چلا جانا چاہیئے تھا۔ خیر چھوڑو اس ذکر کو مجھے تو آج خرم یاد آرہا ہے یا تو اسی کے ہاں چلیئے ورنہ اس کو یہاں بلوایا جائے۔"

تارا نے ہنس کر کہا "آپ کی دلچسپی بھی عجیب و غریب ہے۔ مجھے اس شخص کی حماقتوں پر

ہنسی ضرور آتی ہے۔ مگر اس کی حماقتوں سے دلچسپی کبھی پیدا نہیں ہوئی بلکہ میں اسکی حماقت
کو متعدی مرض سمجھتی رہوں۔ سچ کہتی ہوں جب وہ یہاں آتا ہے تو میں خود اپنے کو بیوقوف
سمجھنے لگتی ہوں۔"

عرفان نے کہا۔ "گویا ان میں روحانیت تو تم کو بھی تسلیم ہے کہ اس کی موجودگی میں ایک
سچی بات کا احساس تم کو بھی ہو جاتا ہے، ہے نا؟"
تارا نے غور کرنے کے بعد سمجھ کر کہا۔ "واہ بڑے آئے مجھے بیوقوف کہنے والے آپ
خود تو اپنی خبر لیجیے۔ شرف سے دلچسپی کے معنی ہمایہ ہیں کہ ہم

کند ہمجنس با ہمجنس پرواز

عرفان نے کہا۔ "بیوقوف نہ ہوتا تو تم سے شادی کیوں کرتا جس سے محبت ہو اس
سے شادی کرنا انسان کی وہ حماقت ہے جس کو سلیم عقل کبھی معاف نہیں کر سکتی معاشقہ
کو مغالطہ بنا دینا معلوم نہیں کیوں قانوناً جائز نہیں کر دیا جاتا۔ اچھا میں اس وقت تو
بیوقوف بنا ہوں آپ خود تو اپنی خبر لیجیے۔ شرف سے دلچسپی کے معنی آخر یہ ہیں کہ۔"
تارا نے کہا۔ "یہ کیا آپ غضب کر رہے ہیں۔ اگر رضیہ کے گھر والوں کو خبر ہو جائے
تو آفت مچا دیں کسی کی ناکتخدا لڑکی اس قسم کے مذاق میں بھی نہ لانا چاہیے۔"
عرفان نے کاغذ اور قلم دیتے ہوئے کہا۔ "پاگل ہیں آپ پہلے خط لکھیے جو میں بولتا
ہوں پھر اس مسئلہ پر تفصیل سے گفتگو کریں گے۔"
تارا نے لکھنے کے لیے کہا۔ "بولیے۔"

عرفان نے خط بولنا شروع کیا۔ "حیران ہوں کہ آپ کو القاب کیا لکھوں۔ تسلیم۔ آپ تو
نہ خود کبھی آتے مگر میں اس وقت تارا کے یہاں جانے والی ہوں اگر کوئی مصروفیت نہ ہو تو
آ جائیے گا۔ اور میرا یہ پرچہ بھی لیتے آئیے گا اور چپکے سے مجھے واپس کر دیجیے گا۔ ہم
پہچان پر ہے نا، تو پہچان جائیے۔"

تارا نے خط لکھ کر کہا۔ "سچ مچ خط تو بہت اچھا ہے نہ یہ پتہ چل سکتا ہے کہ کس کے نام ہے نہ یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ کس نے لکھا ہے۔ مگر لطف تو جب آئے کہ رضیہ کو بھی بلوایا جائے"

عرفان نے کہا "اور نہیں تو کیا رضیہ کو چھوڑ دیا جائے گا یہ تماشہ تو دیکھنے والا ہو گا کہ شرف شاید پرچہ چپکے سے رضیہ کو دے گا اور پھر رضیہ کو یہ شبہہ ہو گا کہ اس کمینہ نے کوئی نامہ محبت لکھا ہے"

تارا نے تالیاں بجا کر خوش ہوتے ہوئے کہا " اللہ جانتا ہے بڑے شریر ہیں آپ آخر آپ افسانہ نگاری کیوں نہیں شروع کر لیتے"

عرفان نے اس کو کوئی جواب دینے کے بجائے ایک آدمی کو تو سمجھا کر شرف کی طرف روانہ کیا اور شوفر سے کہا کہ گاڑی لے کر جائے اور رضیہ بی بی ناہید اور ڈینیل کو لے آئے نجمہ کو اس نے دانستہ نہیں بلوایا کہ ان کی وجہ سے کہیں اس رنگین محفل میں یکا یک سنجیدگی کی لہر نہ دوڑ جائے لیکن جب تارا کو معلوم ہوا تو وہ بہت بگڑی اور فوراً جا کر نجمہ کو ٹیلیفون کر دیا کہ اگر ایک لاجواب تماشہ دیکھنا چاہتی ہو تو فوراً چلی آؤ۔

چنانچہ اتفاق ایسا ہوا کہ سب سے پہلے نجمہ ہی پہونچی اور اس کو جب تارا نے عرفان کی اس شرارت کا حال سنایا تو وہ ہنسی کے مارے لوٹ لوٹ گئی۔ مگر اس کو دل کھول ہنسنے کا موقعہ نہ ملا اس لیے کہ فوراً ہی رضیہ۔ ناہید اور ڈینیل آ پہونچیں۔ یہ سب یہ سمجھ کر آئی تھیں کہ شاید جمال یا جمیل کا کوئی خط آیا ہے مگر یہاں آکر معلوم ہوا کہ یوں ہی طبیعت گھبرا رہی تھی اس لیے سب کو بلا لیا تو ڈینیل نے کہا۔

"اسی دل گھبرانے کی وجہ سے ہم نے تم کو یہ کھلونا دے رکھا ہے"

عرفان نے کہا "دے رکھا ہے پر غور کیجیے گا۔ گویا دھمکی یہ ہے کہ یہ کھلونا ہمارا ہے ہم واپس بھی لے سکتے ہیں۔ دے رکھا ہے میں قرض کا پہلو بھی نکلتا ہے"

سب کے دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ اس لیے کہ شرف صاحب اپنے سوٹ
میں عجیب طرح لپٹے ہوئے تشریف لا رہے تھے۔ پہلے تو جمال نے آپ کو سوٹ پہنا دیا
تھا مگر آج شاید کسی منہار سے پہن کر آئے تھے۔ پتلون میں برابر کی چوڑیاں پڑی ہوئی
تھیں اور ٹائی کے ساتھ باقاعدہ کشتی لڑی گئی تھی جس کے انتقام کے طور پر ٹائی بھی
پھانسی کے پھندے کی طرح گلا دبائے ہوئے تھی اور خود بدولت کی آنکھیں نکلی پڑتی
تھیں عرفان نے دوڑ کر ٹائی کا پھندا ڈھیلا کرتے ہوئے کہا: "محبت کے یہ معنی نہیں کہ
آپ دیسی عشق میں بہ یک خودکشی فرما لیں۔ ان خدمات کے لیے ہمارے ملک میں سنکھیا۔
افیون۔ بڑ قابلی وغیرہ بہت سی صورتیں حکما نے پہلے سے تجویز کر رکھی ہیں"

شرف نے ہنستے ہوئے کہا "وہ ذرا زیادہ بندھ گئی تھی"

ذرا زیادہ بندھ گئی تھی کہ ترکیب پر کون ایسا تھا جو نہ ہنستا۔ مگر شرف کو ہنسنے سے
زیادہ رضیہ کو دیکھنے کی فکر تھی اس لیے کہ آج وہ اس کے چہرے سے وہ بےقرار جذبات
پڑھنے آئے تھے جن سے مجبور ہو کر اس نے آخر خط لکھ دیا تھا چنانچہ وہ اپنے نزدیک اس
بےگناہ لڑکی کے چہرے پر کچھ پڑھ بھی رہے تھے آخر عرفان نے ان کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا

"اور بھی کچھ سنا آپ نے شرف صاحب، جمال صاحب تشریف لے گئے معصوری اور جمیل بھی"

شرف نے کہا "کب یعنی دونوں"

عرفان نے کہا "جی ہاں پہلے جمیل صاحبہ ایک دم بغیر کہے سنے غائب ہو گئیں اس کے بعد"

شرف نے بات کاٹ کر کہا "اس کے بعد بھلا جمال صاحب کو کیسے چین آ سکتا تھا۔
شمع کے بغیر پروانہ کیونکر رہ سکتا تھا"

عرفان "اب ان لوگوں کو یقین آگیا ہے کہ آپ جو کچھ کہتے تھے وہ سچ تھا"

شرف نے کہا "اگر مجھ سے پوچھیے تو یہ کہی ہوئی باتیں تھیں۔ جمیل صاحبہ نے پہلے ہی
سے کہا ہوگا کہ یہاں تمہارے باپ چچا ہم دونوں کی یکجائی نہیں دیکھ سکتے"

عرفان نے جملہ پورا کر دیا "لہذا کہیں بھاگ چلیں"

شرفن نے میز پر گھونسہ مار کر کہا "یہ ــ اب دیکھ لیجئے گا کہ مصوری کے کسی گرجے میں دونوں کی شادی ہو جائے گی۔ افسوس اس جاہل نے اپنے کو کہیں کا نہ رکھا"

عرفان نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا "ناک کاٹ لی خاندان بھر کی"

شرفن نے کہا "مگر میری نظروں کی داد دیجئے کہ جو اب ہوا ہے اسکو کتنے دن پہلے دیکھ لیا تھا"

عرفان نے کہا "ہاں صاحب آدمی ہوں یا نہ ہوں مگر دوربین تو یقینی طور پر ہیں۔

ان لڑکیوں کو ہنسی کے مسلسل دورے پڑ رہے تھے مگر شرفن ذرا اس قسم کی ہنسی کیطرف بہت ہی کم متوجہ ہوا کرتے ہیں۔ وہ اس وقت یا تو عرفان کیطرف متوجہ تھے یا کبھی کبھی رضیہ کو دیکھ لیا کرتے تھے اور چپکے چپکے اپنا ہاتھ چھپا کر کاغذ کی گولی بنا رہے تھے۔ عرفان نے انکو موقع دینے کے لیے تارا سے کچھ فضول باتیں شروع کر دیں اور شرفن نے موقع غنیمت جان کر وہ کاغذ ہاتھ بڑھا کر رضیہ کے ہاتھ میں دینا چاہا تو وہ عقل کی دشمن ایک دم "اوئی" کا نعرہ بلند کر کے بیٹھے سے کھڑی ہو گئی عرفان نے مصنوعی گھبراہٹ سے پوچھا "کیا بات ہے"

شرفن نے جلدی سے کہا "کچھ نہیں۔ کچھ نہیں شاید کوئی کیڑا وغیرہ تھا" تارا اور نجمہ کا دم نکلنے کے قریب تھا پیٹ میں سانس نہیں سماتی تھی۔ آخر رضیہ نے سہمے ہوئے انداز سے کہا "آپکو شرم نہیں آتی"

شرفن نے ہکلاتے ہوئے کہا "جی یعنی۔ وہ میرا مطلب یہ کہ۔ خیر خیر۔ خیر"

عرفان بھونچکا بنا رہا رضیہ نے اب واقعی غصہ سے کہا۔ عرفان بھائی یہ دیکھئے کاغذ یہ شخص یعنی۔ یہ۔ یہ۔ یہ۔

عرفان نے کہا "تمھارا مطلب ہے شرفن صاحب"

رضیہ نے غصہ سے سرخ ہوتے ہوئے کہا "جی ہاں یہی حضرت مجھ کو چپکے سے یہ کاغذ دینا چاہتے تھے۔ دیکھئے عرفان بھائی اسے۔ اب مجھے اجازت دیجئے"

شرفن نے کہا "وہ یعنی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ میں خود اجازت چاہتا ہوں

عرفان نے حیرت سے کہا۔ "مگر کچھ معلوم تو ہو آخر ہوا کیا؟ میری سمجھ میں تو کچھ آیا نہیں۔"

یہ کہہ کر عرفان نے کاغذ ہاتھ میں لے کر پڑھنا شروع کیا۔

حیران ہوں کہ آپ کو القاب کیا لکھوں۔ تسلیم۔ آپ خیر خود تو کیا آتے مگر میں اس وقت تارا کے یہاں جانے والی ہوں۔ اگر کوئی مصروفیت نہ ہو تو آ جائیے گا اور میرا یہ پرچہ بھی لیتے آئیے گا اور پیسے مجھے واپس کر دیجیے گا۔ فقط۔

پہچان پر ہے ناز تو پہچان جائیے۔"

عرفان نے پرچہ پڑھنے کے بعد سوالیہ چہرہ بنا کر شرف کو دیکھا تو شرف نے کہا۔ "چنانچہ میں چپکے سے واپس کر رہا تھا یہ پرچہ۔"

رضیہ نے گلے سے چیخ نکال کر کہا۔ "خاموش۔ میں نے تم کو لکھا تھا جو تم واپس کر دیتے مجھے۔"

عرفان نے ناہید کی طرف دیکھا "تم نے تو؟"

ناہید نے جل کر کہا "اللہ نہ کرے میں لکھوں۔"

عرفان نے پھر سے پرچہ غور سے دیکھا اور تارا سے کہا۔ "تارا یہ تمہارا خط معلوم ہوتا ہے۔"

تارا نے ہنسی سے بے قابو ہو کر کہا۔ "میرا تو ہے ہی، مجھے تو اس لطیفہ پر اس قدر ہنسی آ رہی ہے کہ میں اور کچھ کہہ بھی نہیں سکتی۔"

شرف نے بھونچکا ہو کر کہا۔ "آپ کا پرچہ۔ تو۔ یعنی۔ آپ نے چپکے سے واپس کرنے کو کیوں لکھا تھا۔"

تارا نے ہنسی سے بے قابو ہو کر کہا۔ "یعنی دیکھنے کے لیے آپ نے کس کو پہچانا ہے۔"

عرفان نے قہقہہ بلند کرتے ہوئے کہا۔ "تم بہت شریر ہو تارا۔ بلا وجہ بیچاری رضیہ کو اس قدر ذہنی تکلیف ہوئی۔"

شرف نے رضیہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔ "میں دست بستہ یعنی بہت عاجزی سے

ناہید نے جملہ پورا کیا "گویا ۔ معاف ۔ یعنی ۔ نئی مانگتا ہوں"

رضیہ کو بھی ہنسی آ گئی اور اب شرف کی جان میں جان آ گئی ۔ رضیہ نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا "آیندہ آپ پہچاننے میں ایسی خطرناک غلطی نہ کیجیے گا"

عرفان نے کہا "بھئی یہ تمہاری زیادتی ہے میں اگر ان کی جگہ ہوتا تو میں بھی اس موقع پر تم ہی کو پہچانتا"

رضیہ نے کہا "واہ عرفان بھائی آپ اور بھی فتنے پیدا کرتے ہیں"

شرف نے کہا "بہر حال میں بے قصور تھا ۔ مگر میں پھر بھی معافی چاہتا ہوں"

ڈینیل نے کہا "اب ختم بھی کیجیے اس قصہ کو میں تو سمجھی تھی کہ آپ اتنے بہادر ہیں کہ یہ خط آپ ہی کا نکلے گا مگر آپ تو ایک دوسرے ہی کے خط پر معافیوں کے پل باندھ دیتے ہیں"

رضیہ نے کہا "ان کا خط نکلتا تو"

عرفان نے کہا "آپ کو کوئی اعتراض نہ ہوتا"

رضیہ نے ٹھنک کر کہا "اوئی"

تارا نے کہا "بھئی اس وقت اس کا ہو رہا ہے دل کمزور اس کو فوراً چاء پلائی جائے ورنہ گرا ہی بیٹھے گی ۔ اس کے بعد سب اسی قسم کی چہلیں کرتے ہوئے چاء کی میز پر پہونچ گئے ۔

(۲۷)

جمال نے مسوری پہنچکر میبل کو حیران کر دیا ۔ مگر خود میبل کو دیکھ کر اور بھی زیادہ حیران ہوا ۔ وہ اس قدر جلد یعنی محض بیس پچیس روز میں اسقدر بدل گئی تھی ۔ کہ اللہ اکبر ۔ اس تفریح کے مقام پر وہ اسقدر ٹھوس اور ٹھس ہو کر رہ گئی تھی ۔ کہ جمال کا تصور کرنے سے دم الجھنے لگا ۔ ہر وقت ایک مختصر سے کتب خانے میں چاروں طرف کتابوں کی دیواریں اٹھائے ان میں اس طرح گھری بیٹھی رہتی تھی ۔ گویا یہ بھی ان ہی کتابوں میں سے ایک ہے ۔ اکثر وہ جمال کو کسی نہ کسی تفریح میں مشغول کر کے خود اپنے اسی کتابوں والے کمرے میں گم ہو جایا کرتی تھی کہ جب بھی

کا ایسا ذوق جمال نے اس میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ ایک آدھ دن تو وہ چپ چاپ تماشا دیکھتا رہا
کہ صبح خواہ کسی وقت اس کی آنکھ کھلے وہ جمیل کو اسی کمرے میں پاتا تھا جس کا دروازہ اندر سے
بند ہوتا تھا اور رات کو بھی جب جمال اس سے رخصت ہو کر بستر پر جاتا تھا۔ تو وہ اسی کمرے
کا رخ کرتی تھی ایک آدھ مرتبہ جمال نے یوں ہی سرسری طور پر پوچھا بھی کہ یہ نیا شوق جنون کب
سے بنا ہے۔ مگر جمیل نے مذاق کی بات کو مذاق ہی کے جواب میں ٹال دیا اب تو جمال کو یہ
ہونے لگا تھا کہ شاید جمیل ساری ساری رات اسی کمرے میں رہتی ہے مگر یہ خیال خود بخود
غلط ثابت ہوا اس لیے کہ رات کو جب اسکی آنکھ کھلی تو اس کمرے کی روشنی گل تھی اور
جمیل اپنے بستر پر سو رہی تھی۔ آخر ایک دن جب جمیل کسی سے ملنے گئی ہوئی تھی۔ جمال نے اسی
کمرے میں پہونچ کر نجمہ کے خط کا جواب دینے کے لیے خط کا کاغذ وغیرہ جو تلاش کرنا شروع کیا
تو اس کو جمیل کی میز پر ایک عجیب چیز ملی۔ ایک طرف کلام مجید کے انگریزی نسخے اور انگریزی تفسیر
کے علاوہ بہت سی اسلامی لٹریچر کی کتابیں تھیں جن میں جا بجا نشانیاں لگی ہوئی تھیں۔ دوسری
طرف بائیبل۔ توریت۔ روسی لٹریچر کی بہت سی کتابیں اور چند دیگر مذاہب کی کتابیں سلیقہ
سے رکھی ہوئی تھیں اور بیچ میں ایک مسودہ تھا جو خود جمیل کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ جمال نے
اسکو جو الٹ کر دیکھا تو یہ ایک اچھی کتاب سی مرتب ہو چکی تھی۔ دو سو سے زیادہ صفحے اچھے
خاصے بڑے سائز کے لکھے جا چکے تھے اور جو صفحہ سامنے کھلا ہوا تھا اس کا نمبر شمار تھا ۲۷۱ اور
ضمنی سرخی قائم کی گئی تھی "اسلام اور سوشلزم" جمال نے چند ہی سطریں پڑھی تھیں کہ وہ رفتہ
رفتہ کرسی پر بیٹھ گیا اور اس صفحہ کو پڑھنے کے بعد اس کو شوق ہوا کہ پچھلے تمام صفحات کس طرح
پڑھ ڈالے مگر اندیشہ یہ تھا کہ جمیل ابھی آتی ہو گی اور چونکہ وہ اس سے چھپا کر یہ چیز لکھ رہی تھی
لہٰذا اس کی اجازت کے بغیر مسودہ کو پڑھنا نہ صرف جرم ہے بلکہ ممکن ہے کہ جمیل اس کو اچھا
بھی نہ سمجھے لہٰذا وہ اس وقت تو مسودہ کو جوں کا توں چھوڑ کر چلا آیا۔ مگر اب اس کو
ایک خلش سی پیدا ہو گئی کہ کسی طرح یہ مسودہ پڑھا جائے چنانچہ اس دن تو اسے موقع نہ مل سکا۔

البتہ دوسرے دن نبیل اس سے دو گھنٹے کی مہلت مانگ کر باہر گئی تو خود اس نے اس مہلت کو غنیمت جان کر مسودہ پڑھنا شروع کیا۔ وہ پڑھتا جاتا تھا اور اسکی آنکھیں اس کا دماغ۔ اسکا ضمیر اور اس کی روح روشن ہوتی جاتی تھی۔ نبیل نے اس کا نام "جستجو" رکھا تھا اور اس میں اس نے شروع کا حصہ بالکل کہانی کے طور پر لکھا تھا کہ وہ کس حد تک غیر مذہبی لڑکی تھی۔ ولایت سے ہندوستان آنے کے بعد تک اس کو اگر کسی عقیدہ پر قیام تھا اور کسی مذہب کو اس کا دل قبول کرتا تھا تو وہ عقیدہ کہئے۔ مذہب کہئے یا اصول جو کچھ بھی تھا سوشلزم کا نشہ تھا جس سے وہ سرشار تھی اور نہ صرف عیسائیت بلکہ ہر مذہب کے خلاف اس کے دل میں حقارت کا جذبہ موجود تھا مگر نجمہ سے ملنے کے بعد اور نجمہ کے پیہم مشورے سے اور خود نجمہ کی سیرت سے متاثر ہو کر اس نے تمام مذاہب پر ایک تنقیدی نظر ڈالی اور نجمہ نے اس کو اسلامی لٹریچر فراہم کرانے میں کافی مدد دی یہاں تک کہ پہلے اس نے تفریحاً اس لٹریچر کو پڑھا تاکہ اپنے سوشلزم کے عقیدے کے سامنے اس کی دھجیاں اڑائے اور نجمہ کو قائل کرے کہ وہ بھی کس وہم میں مبتلا ہے مگر اس لٹریچر کو پڑھنے۔ نجمہ سے اکثر بحثیں کرنے اور اپنے سوشلزم کے عقیدے کو سامنے رکھنے کے بعد جب اس نے سنجیدگی سے غور کیا تو نجمہ کو شکست دینے نجمہ پر ہنسنے اور نجمہ کو شرمندہ کرنے کے بجائے وہ خود شکست خوردہ تھی اسے خود اپنے اوپر ہنسی آ رہی تھی اور وہ خود شرمندہ ہی نہیں بلکہ نجمہ کی شرمندہ احسان تھی کہ اس نے اسے ایک وہم سے نکال کر ایک حقیقت کی طرف رہنمائی کی۔ اس نے لکھا تھا کہ نجمہ نے مجھے سالگرہ کے تحفے کے طور پر دنیا کی وہ سب سے بڑی کتاب دی جس نے میری عاقبت تک سنوارنے میں میری پوری مدد کی اور اسی کتاب یعنی کلام مجید کے مطالعہ اور اس کے حواشی۔ اس کی تفسیر اور اس کے اشاروں کو سمجھنے کی کوشش کرنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ میں اب تک کھوئی ہوئی تھی۔ اب خود اپنے کو مل رہی ہوں اور اپنے آپ میں آنے کے بعد مجھے اب کسی چیز کی جستجو شروع ہوئی

وہ چیز تھی حقیقت۔ اس جستجو کے لیے میں نے مزید لٹریچر تلاش کیا۔ بجمہ سے مشورے لیے
ہر چند کہ اس نے مجھے یہ بتایا کہ کلام پاک ہی میں تم اپنے دل کا سکون اپنی جستجو کی منزل اور
اپنی تلاش کی آخری حد تلاش کرو تم کو مل جائے گی مگر میں نے اس سے یہی کہا کہ یہ سمجھداروں کے
سمجھنے کی چیز ہے۔ پہلے مجھے اس کو سمجھنے کی صلاحیت دوسری کتابوں میں ڈھونڈنا ہے چنانچہ
بجمہ کی تجویز کی ہوئی چند کتابیں میں نے حاصل کیں اس کے بعد بہت سا لٹریچر اپنی مرضی
سے بھی جمع کیا اور آخرکار میں اس نتیجہ پر پہونچی کہ مجھے خود سمجھنے کے بعد دوسروں کو بھی سمجھانا
چاہیے۔ لہذا یہ میں آئینہ اس دنیا کی نظروں کے سامنے پیش کر رہی ہوں جس سے ابھی
کچھ دن پہلے تک مجھے بھی ایک خاص تعلق تھا۔ اس عنوان بیان کے بعد اس نے ایسے ایسے
دلائل اور ایسے ایسے مستحکم اور غیر متزلزل براہین کے ساتھ اسلام پر روشنی ڈالی تھی اور
دیگر مذاہب کے علاوہ سوشلزم پر تو ایسی اچھی بحث تھی کہ جمال خود آئینہ حیرت بنکر رہ گیا
سوشلزم کا وہ وقار جو اب تک اس کی نگاہوں میں قائم تھا مسودے کے ہر نئے صفحہ کے
بعد ایک مضحکہ خیز اور طفلانہ سا وہم نظر آنے لگا۔ وہ نصف مسودے تک پہونچا ہوگا کہ
جیل کی واپسی کا وقت قریب آگیا لہذا وہ تشنگی محسوس کرتا ہوا اس چوری سے ہاتھ اٹھا کر
سادھو کاروں کی طرح برآمدے میں آکر دھوپ کھانے لگا دوسرے اور تیسرے دن پھر
اس نے اسی طرح کی آخر چوتھے دن مسودہ پڑھ کر جب وہ بیٹھا ہے تو آج بھی پہاڑ کی بلندی
انکے سامنے گہرے گہرے کھڈ موجود تھے جن میں بادل روئی کے گالوں کی طرح اڑے چلے
جارہے تھے مگر جمال کو ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ گویا یہ سب وہ اعتقاد ہیں جن کو وہ
اب تک پہاڑ سمجھے ہوئے تھا۔ مگر وہ تھے دراصل روئی کے گالے جو پہاڑ کی بلندی پر پہونچ
کے بعد اس قدر بے حقیقت ثابت ہوئے کہ نظر تو خیر اب بھی روئی کے گلے آرہے تھے۔
لیکن قریب سے جاکر دیکھئے تو وہ بھی نہیں چھونے کی کوشش کیجیے تو کچھ ہاتھ نہ آئے
اب ان کے مقابلہ میں بیتی کے دلائل کو وہ وقار بن کر اس کے سامنے

موجود تھے اور اس کو دراصل تبیل پر رشک بھی تھا کہ اس نے یہ باتیں کیوں سمجھیں اور خود میری سمجھ میں کیوں نہ آئیں۔ وہ اسی ادھیڑ بن میں مبتلا تھا کہ جمیل آ گئی۔ اور جمال کو مجبوراً اس کے سامنے اپنے کھوئے ہوئے حواس یکجا کرنے پڑے۔ جمیل نے آتے ہی پوچھا۔

"نجمہ کو خط لکھا؟"

جمال نے کہا "ہاں لکھ دیا ہے"

جمیل نے کہا "کیا لکھا ہے؟"

جمال نے بے پروائی سے کہا "یہی لکھا ہے کہ کل ہم لوگوں نے وہی کیا جو تم چاہتی تھیں اور اب ہم دونوں ہنی مون کے لیے کسی غیر آباد پہاڑی علاقہ میں جا رہے ہیں"

جمیل نے حیران ہو کر کہا "یہ تو جھوٹ ہے"

جمال نے کہا "ہماری نیت جھوٹ بولنے کی نہیں بلکہ نتیجہ پر پہونچ کر یہ ایک دلچسپ مذاق ثابت ہوگا"

جمیل نے اصرار کے ساتھ کہا "نہیں ہرگز نہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ نجمہ پر اس کا اثر نہ ہوگا نجمہ کے علاوہ یہ خبر تمہارے والد اور بڑے ابا کو بھی پہونچے گی۔ اور وہ سر پیٹ لیں گے نار انجھا ہو جائے گی عرفان برہم ہوگا۔ تم نے وہ خط کیا کیا"

جمال نے کہا "ابھی میرے ذہن میں ہے"

جمیل نے تعجب سے پوچھا "یعنی"

جمال نے کہا "یعنی یہ کہ میں یہی لکھنے والا ہوں۔ تم نہیں جانتی ہو جب ہم لوگوں کے لکھنؤ واپس پہونچنے کے بعد سب کے سب ہمارا بائیکاٹ کریں گے۔ نجمہ صرف ہمارا خیر مقدم کرے گی ہر طرف سے بیگانگی برتی جائیگی۔ اس وقت مجھے بڑا لطف آئے گا اور پھر جب یہ حقیقت کھلے گی۔ اس وقت سب کو بھی لطف آئے گا"

جمیل نے کہا "لیکن نجمہ کو پھر کس قدر صدمہ نہ ہوگا"

جمال نے کہا "نہیں میرے خیال میں اب اسے کبھی صدمہ نہ ہوگا۔ مجھے تو یہ نظر آرہا ہے کہ اس کے صدمہ کرنے کے دن گذر گئے۔"

جمیل نے یکایک اچھل کر کہا "کیا تم سچ کہہ رہے ہو جمال؟"

جمال نے کہا "میں سچ کہہ رہا ہوں کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ مگر مجھے نجمہ سے شکایت یہ ہے کہ اس نے تم کو مسلمان نہ بنا دیا اور میری طرف وہ توجہ نہ کی جو اسکو کرنا چاہیے تھی"

جمیل نے دم بخود ہو کر کہا "کیا معنی؟"

جمال نے کہا "اب بنو نہیں نجمہ نے تم کو اس بلندی پر پہونچایا ہے کہ تم مجھے بیوقوف ضرور سمجھتی ہو۔ مگر "جستجو" کے چند ہی صفحے پڑھ کر میں بھی ابھرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

جمیل نے کہا "تم نے کیوں پڑھا وہ مسودہ؟"

جمال نے سنجیدگی کے ساتھ کہا "میں نے نہیں پڑھا اسکو تو ساری دنیا پڑھے گی۔ اور اب ہم دونوں مل کر اس مسودے کو جلد سے جلد ختم کریں گے۔"

جمیل نے خوش ہو کر کہا "تو بیشک تم نجمہ کے ساتھ وہ خط والا مذاق کر سکتے ہو۔"

ان دونوں نے بیٹھ کر خط کا مضمون تیار کیا اور آخر وہی خط نجمہ کو روانہ کر دیا گیا۔

اس کے بعد ان دونوں کا محبوب ترین مشغلہ وہی مسودہ بن گیا۔ جو اب تک صرف جمیل لکھ رہی تھی۔ انگریزی ہی کتاب کو کافی نہ سمجھا گیا۔ بلکہ طے یہ پایا کہ اسکو انگریزی میں چھپوانے کے بعد اردو ترجمہ بھی عرفان سے کرایا جائے۔ آخر چند ہی دن میں "جستجو" کا انگریزی مسودہ تیار ہو گیا۔ جس پر جمیل اور جمال دونوں کا نام بحیثیت مصنف کے تھا اور معنون تھی یہ کتاب نجمہ کے نام۔

(۲۸)

جس وقت نجمہ کے نام جمال کا یہ خط آیا۔ اس کی عجیب کیفیت تھی۔ آنسو بھی نکل رہے تھے۔ اس لیے کہ محبت کو آج شکست ہوئی تھی۔ دل بھی ہنس رہا تھا اس لیے کہ اس نے

عقیدہ پر، مذہب پر اور معاشرت پر محبت ایسی چیز قربان کی تھی۔ آخر وہ بمشکل اس کشمکش
سے گھنٹوں کی کوشش کے بعد نجات پا سکی اور اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ بجائے اپنے
یہاں سب کو جمع کرنے کے خود تارا کے یہاں جا بیٹھی۔ عرفان اور تارا بیٹھے چائے پی رہے
تھے کہ نجمہ نے جا کر وہ خط ان کے سامنے ڈال دیا ان دونوں نے ساتھ ساتھ اس خط کو پڑھا
اور دونوں نے بیک وقت نجمہ کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں جو مسکرا رہی تھی نجمہ نے
اپنی آواز میں خوشی کی کھنک پیدا کر کے کہا "میل ہماری بھابی جان میگ"

تارا نے غصہ سے کہا "چپ رہو نجمہ آپا۔ یہ سب تباہی تمہاری پھیلائی ہوئی ہے
مگر مجھے جمال بھائی جان سے یہ امید اس کے باوجود نہ تھی"

عرفان سکتہ کے عالم میں تھا۔ آخر اس نے بمشکل کہا "کم سے کم جمال بھائی کو یہ خیال
کرنا تھا کہ ان کے والد اور بڑے ابا موجود ہیں"

نجمہ نے کہا "اب تو بہر صورت ہم سب کا کام یہ ہے کہ ابا میاں اور بڑے ابا کو کسی
طرح راضی کریں"

تارا نے کہا "راضی کرنا تو بعد کی بات ہے پہلے یہ سوچو کہ کس میں اتنی ہمت ہے کہ
یہ خبر ان کو جا کر سنائے"

عرفان نے کہا "اور اس خبر کو چھپانا اور بھی غلط ہے۔ جو کچھ بکنا جھکنا، چیخنا چلانا
وہ اگر ابھی ختم ہو جائے تو اچھا ہے ان لوگوں کے آنے کے بعد اگر ایک دم سے یہ بجلی گرائی
گئی۔ تو نہ جانے بات کس حد تک بڑھ جائے گی"

تارا نے کہا "تو آپ ہی یہ خبر سنائیے گا ہم میں تو اتنی ہمت ہے نہیں کہ یہ خوشخبری
لیکر جائیں اور نجمہ آپا تو کہہ ہی نہیں سکتیں۔ بڑے ابا یوں ہی ان سے جلے بیٹھے ہیں"

عرفان نے کہا "میں اس کی ترکیب بتاتا ہوں۔ یہ خبر پہلے بڑی اماں اور اماں جان کو
سنائی جائے ان سے خود ہی بزرگوں کو پہونچ جائیگی۔ پہلے تو ہم لوگ کچھ کہیں نہیں جب غصہ

ذرا دھیما ہو تو سفارشیں شروع کر دیں "

تارا نے کہا "میرا تو سفارشوں کو سچ پوچھو تو دل ہی نہیں چاہتا۔ مجھ کو ان دونوں برادران نجمہ آپا پر ایسا غصہ ہے کہ میں کیا کہوں "

نجمہ نے تارا کو گلے لگاتے ہوئے کہا "میری گڑیا۔ اب غصہ کو جانے دو اب تو یہ بات ہو چکی ہے مگر میں اب بھی یہی کہتی ہوں کہ یہ بڑی اچھی جوڑی ہے اور دیکھ لینا ان دونوں کا گھر جنت رہے گا "

عرفان نے کہا "اور خود جاب والا "

نجمہ نے بات کا رخ بدل کر کہا "تم سب کی خوشی سے میں کیا الگ ہوں جس کو میل سی بھابی ملے اس سے بڑھ کر کون خوش ہو سکتا ہے "

ان لوگوں میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ تارا کی والدہ خلاف توقع آ پہونچیں ان سب نے گھبرا کر اس ذکر کو تو ختم کیا اور کھڑے ہو کر سلام کیا۔ وہ دعائیں دیتی ہوئی بیٹھ گئیں تو نجمہ نے کہا "چچی اماں ایک خوشخبری سنانا ہے مگر پہلے مٹھائی کا انتظام کر لیجئے "

وہ بڑی بوڑھیوں کی طرح خوشخبریوں سے مایوس سی تھیں۔ کہنے لگیں "ارے بٹیا ہمارے کہاں نصیب کہ خوشخبریاں سنیں۔ خوشخبری سنانا ہوتی تو ہم کو پہلے ہی نصیبوں کا رونا کیوں رلواتیں مگر اس میں تمہاری کبھی خطا نہیں ہے۔ وہ تھا ہی ایسا کہ تم اسکے ساتھ اور اسکے بدولت ہم سب کے ساتھ یہ سلوک کرتیں "

تارا کی والدہ نے آج سے پہلے اتنی سخت باتیں کبھی منھ در منھ نہ کہی تھیں لہذا قدرتی طور پر نجمہ کھسر تو ہوا مگر ان کی اس شکایت میں بھی محبت کا جو پہلو تھا اس کو جلد سمجھ کر اس نے کہا "چچی امی یہ وقت خوش ہونے کا ہے۔ آپ کی چاند سی بہو آ چکی ہے "

تارا کی والدہ نے چونک کر کہا "ایں۔ کس کی بہو کیسی بہو؟"

عرفان نے مسکراتے ہوئے کہا "جمال بھائی نے مصوری میں میل سے شادی کر لی "

تارا کی والدہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا "بھئی بوڑھوں سے مذاق نہ کیا کرو. جانتے ہو میں تمھاری ماں ہوں"

تارا نے کہا "سچ سچ امی جان جھوٹ نہیں آج ہی تو خط آیا ہے۔ یہ دیکھئے خط"

تارا کی والدہ نے کانپتے ہوئے ہاتھوں میں خط لے کر پڑھا اور ایک سناٹے میں آگئیں۔ بڑی دیر تک تو ان سے کچھ کہا بھی نہ گیا۔ اس کے بعد بہت ہی مری ہوئی آواز میں بولیں "غضب ہو گیا"

عرفان نے کہا "امی جان۔ اب آپ ہی ایسی بات کہیں گی تو پھر ابا جان اور بڑے ابا تو نہ جانیں کیا آفت بچائیں گے۔ اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ میرے خیال میں اب دونوں کی غصہ اور ناراضگی کو دور کرنے کی کوشش کیجیے"

تارا کی والدہ نے کہا "مجھے امید نہ تھی کہ جمال اس طرح میری امیدوں کا خون کرے گا۔ اس خبر کا جو اثر اس کے باپ اور باپ سے زیادہ چاہنے والے بڑے ابا پر ہوگا۔ اس کا اندازہ کر سکتی ہوں۔ تم لوگ نہیں کر سکتے"

یہ کہتی ہوئی وہ خط ہاتھ میں لیئے واپس لوٹ گئیں اور یہ تینوں دیکھتے رہ گئے اسکے بعد جو کچھ ہوا وہ ظاہر ہے۔ دونوں گھر ماتم کدہ اور محشرستان ساتھ ساتھ بنے ہوئے تھے جمال کے والد طے کر چکے تھے کہ جمال کی عمر بھر صورت نہ دیکھیں گے۔ نجمہ کے والد کچھ کہنے کے بجائے خاموش تھے اور دل میں گھل رہے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ دو تین دن تک خوب ادھم مچا۔ مولوی عبدالاحد صاحب روئے۔ ان کی بیوی روئیں۔ مولوی عبدالصمد نے نجمہ پر اپنے دبے ہوئے غصہ کو پھر ابھارا اور آخر تیسرے دن تو قیامت ہی ہو گئی جب مولوی عبدالاحد صاحب نے مولوی عبدالصمد کے پاس آکر اپنا رجسٹرڈ وصیت نامہ دکھایا جس میں جمال کو ایک ایک پائی سے محروم کر کے کل جائداد تارا اور نجمہ کے نام تقسیم کی گئی تھی۔ مولوی عبدالصمد صاحب نے اس کاغذ کو دیکھ کر پہلی مرتبہ لب کشائی

زیادتی" یہ ہرگز نہیں ہوسکتا" یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ واہیات"

عبدالاحد صاحب نے کہا " یہ تو خیر جو کچھ ہونا تھا ہو گیا ہے اب میں آپ سے وہ اجازت طلب کرنے آیا ہوں کہ میرا ارادہ حج بیت اللہ کا ہو رہا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس فرعون بے سروسامان کے آنے سے پہلے ہی چلا جاؤں۔ ورنہ بھائی جان میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حال ہوگا"

عبدالصمد صاحب نے کہا " وہ تم نے ایک شعر سنا ہے ؎

ہنگامہ ہے کیوں برپا شادی ہی تو کر لی ہے ڈاکہ تو نہیں ڈالا چوری تو نہیں کی ہے

عبدالاحد صاحب کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب پھوٹ نکلا " بھائی جان مجھے آپ اجازت دے دیجئے میرا اب یہاں بالکل دل نہیں لگ رہا ہے اور مجھے اختلاج قلب کے مسلسل دورے پڑ رہے ہیں"

عبدالصمد صاحب نے بھائی کو گلے سے لگا کر کہا " میاں احد میرے ہوتے ہوئے تم کو آخر کسی قسم کا صدمہ یعنی مدعا یہ کہ گویا کوئی فکر کیوں کر رہے ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ مجھے کم صدمہ ہوا ہے مگر میں راضی برضا ہوں اور صاحبزادے کی واپسی کا منتظر ہوں وہ لڑکی بظاہر بڑی نیک ہے لیکن جمال کو مذہبی اختلاف کے خیال کو نہ بھلانا چاہیئے تھا۔ تاہم گویا پھر بھی۔ بہرحال اس کو آنے دو"

عبدالاحد صاحب نے کہا " میں اسکی صورت تک دیکھنے کا روادار نہیں ہوں اس نے ہم دونوں کی عزت میں جو بٹہ لگایا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی منحوس صورت دکھانے کا کم سے کم مجھے ارادہ نہ کرے"

عبدالصمد صاحب نے بھائی کو بہت کچھ تسلی و تشفی دے کر روکا اور اس وصیت نامہ کے متعلق صرف یہ کہہ دیا کہ خیر یہ ٹھیک ہے اس کا بدل یہ ہوسکتا ہے کہ میں جمال کے حق میں وصیت کردوں بشرطیکہ وہ مصوری سے واپسی پر اور اس حرکت کے بعد واقعی مسلمان

بھی رہا ہو۔ میں نے اس کو کل ہی تار دے دیا ہے کہ فوراً اگر مجھ سے ملو۔"

عبدالاحد صاحب نے کہا۔ "تار۔۔۔ یہ آپ نے کیا کیا۔"

عبدالصمد صاحب نے بات کاٹتے ہوئے کہا: "اسی میں مصلحت تھی فی الحال تم خاموش رہو اذان ہو رہی ہے۔ شاید۔"

(۲۹)

جمال کی ٹرین جس وقت لکھنؤ پہونچی ہے اسٹیشن پر عرفان اور تارا کے علاوہ برقعہ میں نجمہ بھی تھی۔ مگر سب سے پہلے یہی برقعہ والی خاتون آگے بڑھی اور ایک ہار میبل کے گلے میں ڈال دیا اور اس کو کلیجہ سے لگالیا۔ ملے عرفان اور تارا بھی مگر کچھ بجھے بجھے سے۔

عرفان نے سامان اتروا کر جمال سے کہا۔ "میری رائے یہ ہے کہ پہلے سب بھائی کے یہاں چلیں وہاں پہلے پروگرام طے کریں۔ اس کے بعد جو رائے طے پائے اس پر عمل کیا جائے۔"

چنانچہ یہ سب کے سب میبل کے یہاں آگئے اور سامان اتروا کر جب سب اطمینان سے بیٹھ گئے تو عرفان نے یہاں کے تمام حالات، مولوی صاحبان کی موجودہ "آب وہوا" اور ان دونوں گھروں کی فضا پر ایک ہلکی سی روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔ "فی الحال مصلحت یہی ہے کہ آپ تنہا اپنا سامان لے کر بڑے مولوی صاحب کے یہاں چلیں۔ وہ آپ کے منتظر ہیں اس کے بعد صورت حال اگر پرسکون رہی تو پھر بھابی کو بلالیں گے۔"

میبل نے کہا۔ "یہ غلط ہے میں بھی ان کے ساتھ چلوں گی۔ جھگڑے کی ساری جڑ تو میں ہوں میں بڑے ابا کو بتاؤں گی کہ اس میں میرا قطعاً قصور نہیں ہے۔ میں زبردستی ان پر بہو بناکر نازل کی گئی غلط فہمی اور لاعلمی کی وجہ سے وہ سارا قصور میرا سمجھ رہے ہوں گے۔"

تارا نے کہا۔ "نہیں میبل رائے توبہ۔ بھائی جان یہ بات نہیں بلکہ ممکن ہے کہ وہ اس وقت ان سے علیحدگی میں کوئی بات کرنا چاہتے ہوں۔"

میبل نے کہا۔ "علیحدگی میں کیا بات ہوسکتی ہے۔ یہی نا مجھ کو چھوڑ دیں۔ اب بھی

اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کریں مجھے چھوڑیں یا میری وجہ سے سب کو۔ میں اسی دن اور ان ہی حالات کی وجہ سے اپنی جان بچا کر یہاں سے منھ کالا کر گئی تھی۔ مگر مجھ کو گھیرا گیا۔ میرا تعاقب کیا گیا اور مجھے گرفتار کر کے شادی کے لیے مجبور کیا گیا ہے۔ تو اب دنیا کی کوئی طاقت مجھے ان سے جدا نہیں کر سکتی۔"

نجمہ نے کہا: "یہ تو قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ اگر اس قسم کے تذکرے کو جمال بھائی نے سن کر برداشت بھی کیا تو اچھا نہ ہوگا۔"

جمیل نے کہا: "مگر میں پوچھتی ہوں کہ جب اس ہنگامہ کی توقع تھی۔ ان حالات کا مقابلہ کرنے کی امید تھی تو اب آخر یہ چوریاں کیوں ہو رہی ہیں۔ مجھے آخر ان کے ساتھ کیوں نہیں بھیجا جاتا۔ میں بھی تو سنوں کہ وہ بزرگ جو اب تمہارا ان کے بزرگ نہیں میرے بھی کوئی ہیں۔ آخر میرے متعلق کیا کہتے ہیں۔ میں آخر اپنی پوزیشن کیوں نہ صاف کروں۔"

جمال نے کہا: "میری رائے یہ ہے کہ آج یہ ملاقات یا تو ملتوی کر کے کل پر رکھی جائے تاکہ ان حالات کی روشنی میں جن کا اب علم ہوا ہے میں اور جمیل دونوں ان بزرگوں سے ملنے کو تیار ہو جائیں ورنہ ایسی ہی جلدی ہے تو پھر صرف میں ملوں اور جمیل اس وقت ان کے پاس جائیں جب وہ ان کو بہو تسلیم کر کے سسر کی حیثیت سے طلب کریں۔"

جمیل نے کہا: "بہو تسلیم کر کے۔ یہ بھی خوب۔ اب تو تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ میں خود تسلیم کراؤنگی میں ان سے جا کر کہوں گی کہ آداب عرض میں آپ کی قانونی طور پر بہو ہوں اور آپ میرے خسر۔"

جمال نے کہا: "اچھا میں چند منٹ کی اجازت چاہتا ہوں۔ ابھی حاضر ہوا۔" یہ کہہ کر جمال جمیل کے ڈریسنگ روم میں چلا گیا اور پہلے تو غسل خانہ میں وضو کیا۔ اسکے بعد ہر طرف سے کمرہ بند کر کے نماز پڑھی۔ اس کے واپس آنے کے بعد جمیل بھی تھوڑی دیر کے لیے ٹل گئی تو عرفان نے کہا۔

"بھابی کا جوش بالکل صحیح ہے ان کو اب ان حالات میں اپنی توہین محسوس ہو رہی ہے مگر اس وقت مصلحت یہی ہے کہ آپ تنہا چلیں۔"

تارا نے کہا۔ بھائی جان معاف کیجیے گا اگر آپ کو یہی بات کرنا تھی تو بھی ایک سے ایک خوبصورت عورتیں موجود تھیں۔ آپ پہلے ان بزرگوں کو ہموار کر لیتے۔"

نجمہ نے بات کاٹ کر کہا۔"کیسی باتیں کر رہی ہو تارا۔ ہمارے بزرگ اس قسم کی باتوں کے لیئے ہموار ہونے کے عادی نہیں ہیں اور یہ بھی ان کی بزرگی ہے کہ وہ اس بات پر اس قدر برہم ہیں مگر چونکہ بزرگ ہیں لہذا سعادت مندی اس میں ہے کہ سر جھکا کر انکی بات سنی جائے لیکن میبل کا مطالبہ بھی درست ہے۔"

جمال نے کہا۔"تم لوگ یہیں ٹھہرو میں میبل کو سمجھائے دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر جمال وہیں چلا گیا جہاں زبیدہ نماز پڑھ رہی تھی۔ زبیدہ کوئی نیا نام نہیں ہے یہ میبل ہی کا اسلامی نام تھا جو مصوری ہی میں مولوی فیاض علی صاحب نے اس کو مشرف بہ اسلام کرتے ہوئے تجویز کیا تھا اور جمال نے بھی پسند کیا تھا۔ جمال نے جاتے ہی کہا۔

"ولڈن زبیدہ! خدا کی قسم ایسی کامیاب ایکٹنگ کی ہے کہ مجھے تو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔

میبل نے کہا۔"یہ سب فیض محبت ہے۔ ورنہ میں کس قابل۔"

جمال نے کہا۔"اب یہ تو بتاؤ کہ اس مذاق میں ہمارے بزرگ لوگ جو لیٹ گئے ہیں ان کو کیسے نکالا جائے ظاہر ہے کہ ان سے تو کوئی مذاق ہو نہیں سکتا۔"

میبل نے کہا۔"اس کی تو بہت آسان صورت ہے۔ وہاں چلے جاؤ اور بڑے ابا سے کہنا میں آپ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد ان کو سب کچھ بتا دینا۔"

جمال نے کہا۔"یہی میں بھی سوچ رہا تھا۔ بہرصورت تم اپنی ایکٹنگ جاری رکھو اور نماز پڑھ چکی ہو تو آؤ۔"

یہ دونوں جب باہر آئے ہیں تو جمال نے خود ہی کہا۔

"لو بھئی عرفان میں نے ان کو سمجھا دیا ہے ان کو پھر بعد میں بلا لیا جائے۔ فی الحال میں چلتا ہوں تمہارے ساتھ بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ تنازا اور نجمہ کو بھی یہیں چھوڑ دو ابھی تھوڑی دیر میں تو ہم لوگ واپس ہی آجائینگے یا اگر جمیل کو بلایا گیا تو یہ ساتھ ہی آجائیں گی"

عرفان نے اس کی تائید کی اور یہ دونوں روانہ ہو گئے جس وقت عرفان جمال کے ساتھ پہونچا ہے مولوی عبدالصمد صاحب اسی کے انتظار میں باہر ٹہل رہے تھے۔ جمال کو دیکھ کر سینہ سے لگا لیا حالانکہ اس وقت انکا دل خون ہو رہا تھا اور ان کو محسوس ہو رہا تھا کہ جو چیز اپنی تھی۔ وہ اس حد تک اپنی نہیں رہی جس قدر سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد جمال کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے اس کو اپنی مردانہ نشست میں لے کر چلے گئے۔ عرفان نے خود ہی کہا۔

"میں جب تک اندر ہو لوں"

عرفان کے جانے اور کمرے میں پہونچنے کے بعد مولوی عبدالصمد صاحب نے نہایت محبت کے لہجے میں کہا "بیٹے یہ خبر جو میں نے سنی ہے اس پر مجھے رنج تو ضرور ہوا ہے مگر میں تم سے صرف یہ سننا چاہتا ہوں کہ تم بفضلہ اپنے مذہب پر قائم ہو اور تمہارا عقد اسلامی طریقہ پر ہوا ہے"

جمال نے ہنس کر کہا "بڑے ابا! میں نے کبھی آپ کے سامنے کوئی گستاخی نہیں کی ہے مگر آج میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے ایک کھیل میں شریک ہو جائیں"

مولوی صاحب نے غور سے جمال کو دیکھتے ہوئے کہا "یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ کیا مطلب"

جمال نے بدستور ہنستے ہوئے کہا "آپ اس راز کو بھی چند دن افشا نہ ہونے دیجیے"

مولوی صاحب نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا "کس راز کو یعنی میرا مدعا یہ کہ کس بات کو"

جمال نے کہا "اسی بات کو بڑے ابا کہ میری شادی نہیں ہوئی ہے"

مولوی صاحب نے بھونچکا ہو کر کہا "یعنی۔ کیا۔۔۔ گویا تم نے جمیلہ سے شادی نہیں کی

کی ہے"۔

جمال نے کہا۔ جی نہیں وہ میری بہن ہے۔ میں نے یہ مذاق کیا ہے ذرا نجمہ کو بنانے عرفان اور تارا دغیرہ کو خفا کرنے کے لیے۔ ورنہ۔

مولوی صاحب نے خوشی کے مارے بات کاٹ کر" ارے میاں سمجھنے تو دو اب تم پھر کہو کہ کیا یہ شادی کی خبر۔ گویا۔ یعنی میبل کی شادی کی خبر غلط ہے"۔

جمال نے کہا۔" بالکل غلط بڑے ابا۔ محض مذاق۔

مولوی صاحب نے بڑھاپے میں جوانوں کی طرح اچھل کر جمال کو کلیجہ سے لگائے ہوئے کہا۔

"تم نے تو بیٹا اپنے اس مسخرے پن سے ہم سب کا دم ہی نکال لیا تھا۔ مگر میں جانتا تھا گویا۔ یعنی میرا مطلب یہ کہ مجھے یقین تھا کہ میرا جمال ایسا ہرگز۔ گویا قطعاً نہیں ہو سکتا"

جمال نے اس کے بعد اس سلسلہ کی تفصیلات بتائیں کہ اس کو نجمہ نے کس کس طریقہ پر مجبور کیا خود کس طرح میبل کو مجبور کیا۔ یہاں تک کہ میبل بغیر کسی اطلاع کے چپ چپاتے یہاں سے مصوری چلی گئی۔ نجمہ نے اس کا سراغ لگایا اور پھر مجھے بھیجا گیا۔ وہاں جا کر میں نے میبل کو اسی رنگ میں پایا اور اس کی کتاب" جستجو" کا مسودہ پڑھنے کے بعد خود میرے اعتقادات میں انقلاب پیدا ہوا اور پھر ہم دونوں نے مل کر اس کتاب کو مکمل کیا اور ساتھ ہی ساتھ نجمہ کے ساتھ یہ مذاق کیا گیا مولوی صاحب ان تمام تفصیلات کو سنتے جاتے تھے اور ان کے جسم میں مارے خوشی کے ارتعاشی کیفیت پیدا تھی۔ خصوصاً جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ صرف میبل ہی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئی ہے بلکہ جمال بھی صحیح معنوں میں مسلمان ہو چکا ہے تو ایک مرتبہ جھپٹ کر اس کی پیشانی پر بڑے میاں نے اس بدحواسی سے بوسہ رسید کیا ہے کہ وہ غریب خود بھی سہم گیا۔

مولوی صاحب نے خوشی سے پاگل ہو جانے والے انداز کے ساتھ کہا:" بیٹے تم نے

بہت ہی مشکل کام میرے سپرد کیا ہے کہ میں ایسی خوشی کی خبر اس طرح چھپاؤں۔ آخر اب اس مذاق کو ختم کر دینے میں کیا مضائقہ ہے۔"

جمال نے کہا "بڑے ابا مذاق کی تکمیل اس وقت ہو گی جب نجمہ میرے اس انقلاب کو محسوس کر کے پشیمان ہو اور اس کی پشیمانی ہی سے اس ٹریجڈی کی کومیڈی پیدا ہو۔"

مولوی صاحب نے کہا "گریعنی گویا۔ اچھا تو میاں احمد کو اس سلسلہ میں اپنا راز دار بناؤں تو کوئی حرج تو نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اب ہم دونوں کو نجمہ کی شادی کے انتظامات گویا نجمہ کی شادی۔ یعنی میرا مدعا یہ کہ تمہاری شادی۔ المختصر۔ گویا شادی کے انتظامات بھی تو کرنا ہیں۔"

جمال نے کہا "لیکن ان کے ذریعہ سے یہ خبر پھیل کر میرا سارا کھیل ہی خراب نہ کر دے۔"

مولوی صاحب نے کہا "نہ نہ نہ۔ میرا یہ مطلب ہے کہ نہیں نہیں نہیں ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اس غریب کی پژمردگی کو بھی ختم کرنا ہے۔"

نماز کا وقت ہو چکا تھا لہٰذا چچا بھتیجے نے ساتھ ہی ساتھ نماز پڑھی اور عین اس وقت جب کہ یہ نماز میں تھے۔ عرفان نے یہ منظر تعجب سے دیکھا کہ جمال بھی نماز پڑھ رہا ہے نماز سے فارغ ہو کر جس وقت جمال عرفان کے ساتھ واپس ہوا ہے عرفان نے خود ہی کہا "میرا خیال ہے صورت حال امید افزا ہے۔"

جمال نے کہا "ہاں سب ٹھیک ہے۔ میں نے بڑے ابا کو بہلا لیا ہے۔"

عرفان نے کہا "یہ نماز گویا اسی بہلانے کی ایک کڑی تھی۔"

جمال نے کہا "میاں سب ہی کچھ کرنا پڑتا ہے۔ دنیا میں زندہ رہنا آسان نہیں ہے۔"

عرفان کو جمال ... کی اس منافقت پر تعجب ہی تھا مگر صورت حال کے سنور جانے کی خوشی میں اس نے اس منافقت پر زیادہ غور نہ کیا۔

---

(۳۰)

جمال جب سے مولوی عبد الصمد صاحب سے مل کر واپس گیا تھا۔ گھر کا نقشہ ہی کچھ تھا پژمردگیاں تازگی میں، مردنی زندگی میں اور موت کا سامنا چہل پہل میں تبدیل ہو چکا تھا۔ مولوی عبد الواحد صاحب بھی خوش نظر آرہے تھے اور دونوں گھروں میں کچھ عجیب خوشگوار قسم کی گڑبڑ سی نظر آرہی تھی اور دونوں گھروں میں عرفان، تارا اور نجمہ سب کو حیرت تھی کہ جمال نے آخر کونسا افسوں پھونکا۔ آخر نجمہ نے خود ہی کہا۔

"جمال بھائی کے جادوگر ہونے میں مجھے نہ پہلے شبہ تھا نہ اب ہے سلیقہ سے باتیں کرکے صورت حال سمجھا کر سب کو آرام کر لیا۔ آخر بیرسٹر جو ٹھہرے۔ اپنا مقدمہ آخر جیت ہی گئے"

عرفان نے کہا "مگر مجھے جمال سے ایک منافقت کی امید قطعاً نہ تھی۔ میں نے اس دن ان کو بڑے ابا کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا۔"

نجمہ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا "نماز پڑھتے؟"

عرفان نے کہا "مجھے خود اپنی نگاہوں پر اعتبار نہ تھا جمال سے جو پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ اس دنیا میں رہنا آسان نہیں ہے۔ سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔"

نجمہ نے افسوس کے ساتھ کہا "افسوس ایک سچے بہادر کو ہمارے رسم و رواج اور غلط قسم کی قیود نے بزدل اور منافق تک بنا دیا۔ جمال اتنا گر جائیں گے اس کا مجھے شبہ بھی نہ تھا۔"

تارا نے کہا "مجھے تو ان میں بہت سی تبدیلیاں نظر آرہی ہیں۔ شادی کرنے کے بعد سے تو کچھ بدل گئے ہیں۔ میاں بیوی میں بھی کوئی خاص لگاؤ تو مجھے نظر نہیں آتا۔"

نجمہ نے کہا "لگاؤ تو خیر رفتہ رفتہ پیدا ہو ہی جائے گا۔ مگر نماز پڑھتے تو ایسا تعجب ہے کہ میں کیا کہوں۔"

عرفان نے کہا "یہی دنیاداری کا تو یہ نتیجہ ہے کہ پہلے تو یہ بزرگ اس قدر برہم تھے اور اب اسی نکاح کے سلسلے میں دعوت ولیمہ وغیرہ کا انتظام ہو رہا ہے۔"

نجمہ نے کہا: "خیر تو یہ خاموشی کی بات ہے کہ اس شادی کو سرکاری طور پر تسلیم کرنے کے انتظامات ہو رہے ہیں۔ ہم لوگوں کو چاہیے کہ چل کر جمال بھائی کو مبارکباد تو دے ہی دیں۔"

عرفان اور تارا نے بھی اس کی تائید کی اور یہ پورا قافلہ جمیل کے یہاں جا پہنچا۔ نجمہ نے کمرے میں جاتے ہی ایک عجیب منظر دیکھا کہ جمال کے سر پر رومال بندھا ہوا ہے اور وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ جمیل موجود نہ تھی۔ نجمہ کو کسی طرح یقین ہی نہ آتا تھا کہ جو کچھ وہ دیکھ رہی ہے وہ سچ بھی ہے اور یہ خواب نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ تارا اور عرفان بھی تعجب سے اس منظر کو دیکھا اور سب ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔ وہاں جمیل نماز پڑھنے کے بعد سلام پھیر رہی تھی کہ ان لوگوں کو دیکھ کر تعجب ہوا مگر قبل اس کے کہ ان لوگوں میں سے کوئی کچھ کہے جمال کی آواز دوسرے کمرے سے آئی۔

"زبیدہ"

جمیل نے کہا: "جی"

جمال نے آتے ہوئے کہا: "ان لوگوں سے کہہ دو کہ میری نماز پر تعجب نہ کرو۔ میں مسلمان ہوں اور ایک مسلمان کے ساتھ شادی کرنے کی خبر پہلے دے چکا ہوں۔"

نجمہ نے دوڑ کر جمیل کو گلے سے لگا لیا۔ تارا اور عرفان کی آنکھیں بھی چمک اٹھیں۔

عرفان نے کہا: "کفر کفر مل کر اسلام ہوتا ہے یہ نیا فارمولا حاصل ہوا۔ مگر یہ زبیدہ کے کیا معنی؟"

جمیل نے کہا: "زبیدہ کے معنی یہ کہ اب اگر آپ حضرات میں سے کسی نے مجھے جمیل کہا تو میں ہتک عزت کا دعویٰ کر دوں گی بفضلہ یہ میرا اسلامی نام ہے۔"

نجمہ نے پھر لپٹتے ہوئے کہا: "میری زبیدہ میری بھابی زبیدہ۔"

جمیل نے جمال کی طرف گھور کر دیکھا۔ جمال نے آنکھ کے اشارے سے بھابی کی تمثیل کو جاری رکھنے کو کہا۔ لہٰذا وہ چپ رہ گئی۔

جمال نے اٹھ کر الماری سے "جستجو" کا مسودہ نجمہ کی گود میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "اس کتاب سے اس کی کایا پلٹ کا حال معلوم ہوگا۔"

عرفان نے کہا۔ "گویا آپ کی شادی کا یہ تحفہ سمجھا جائے۔"

تارا نے کہا۔ "جستجو" یہی ہوا نا اس نام کا ترجمہ۔"

جمال نے کہا۔ "بالکل ٹھیک ہے بلکہ اس کے اردو ایڈیشن کا نام ہی "جستجو" ہوگا۔"

نجمہ جو ایک صفحہ اتنی دیر میں پلٹ کر کتاب کا موضوع سمجھ چکی تھی، کہنے لگی: "اسکا نام ہونا چاہیئے تھا۔ بکواس۔"

جمال نے کہا۔ "بکواس، نہ کہو میرے جذبات کو ٹھیس پہونچتی ہے۔"

عرفان نے کہا۔ "اچھا ڈیڈیکیشن بھی ملاحظہ فرمایا نجمہ کے نام ہے۔"

نجمہ نے کہا۔ "شکریہ۔"

تارا نے کتاب بند کرتے ہوئے کہا۔ "خیر کتاب، تو فرصت سے پڑھی جائے گی۔ مگر میں اس مبارکباد کی پہل کرتی ہوں کہ بھائی جان کے عمل تسخیر کا یہ نتیجہ ہوا ہے۔ ابا جان اور بڑے ابا دونوں اس شادی کو سرکاری طور پر تسلیم کرنے کیلئے دعوت ولیمہ کا انتظام کر رہے ہیں۔"

جمال، جمیل اور سب ہنس رہے تھے۔ البتہ نجمہ اسوقت کچھ کھوئی ہوئی سی تھی۔ آنکھیں ایک طرف جما کر جیسے کوئی گم ہو جاتا ہے۔ وہی حال نجمہ کا بھی تھا۔ یہاں تک کہ اس کی گمشدگی کو سب نے یکبارگی دیکھا اور سب نے قہقہہ بلند کیا تو وہ بھی چونک پڑی اور کچھ شرمندگی کے ساتھ ہنسنے لگی۔ آیا نے اسی وقت آکر اطلاع دی کہ چائے تیار ہے لہذا سب اس طرف روانہ ہوئے۔ البتہ نجمہ کو اٹھنے میں ذرا دیر ہوئی اور جمال دانستہ ذرا رکا اس لیے اسکو نجمہ کے اس دیر کرنے میں کچھ ارادہ سا معلوم ہو رہا تھا۔ نجمہ نے ادھر ادھر دیکھکر کہا۔

"جمال بھائی صرف ایک بات کہنا ہے۔ مگر خدا کے لیے جواب نہ دیجیے گا۔"

جمال نے کہا۔ "کہو نا۔"

نجمہ نے کہا۔ "بات نہیں بلکہ ایک مصرع سنانا ہے۔ ع

ہائے اس زود پشیمان کا پشیماں ہونا

جمال نے اب صبر کا دامن چھوڑ کر نجمہ کا ہاتھ پکڑ لیا وہ ہاتھ چھوڑانے بھی نہ پائی تھی کہ جمال نے اس کو گھسیٹ کر گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"زود پشیماں میں نہیں بلکہ دیر آشنا تم ہو۔ مگر تمھارا جمال اب تک تمھارا ہے۔"

نجمہ نے پھولی ہوئی سانسوں سے گھبرا کر کہا۔ "مجھ کو آپ سے اس ذلیل حرکت کی کبھی امید نہ تھی۔ آپ اب صرف نبیل کے ہیں اور آپ کی صرف بہن ہے۔"

جمال نے ہنستے ہوئے کہا۔ "نبیل صرف میری بہن ہے اور تم میری سب کچھ۔"

عرفان نے کمرے میں آتے ہوئے یہ فقرہ سن لیا۔ نجمہ تو ٹھٹھک کر ادھر ہو گئی مگر نبیل نے صورت حال کو سمجھ کر ایک فلک شگاف قہقہہ بلند کیا۔ تا را بھی دوڑ آئی اور آخر قہقہوں کی گونج میں نبیل اور جمال نے یہ پُر لطف قصہ اس طرح سنایا کہ سب پر عالم رقص طاری تھا۔ عرفان تو صوفے پر سے قلابازی کھاتا ہوا۔ نجمہ پر بیچ بچ جا گرا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جمال کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "آؤ باقی ہم سب ناچیں یہ کہہ کر واقعی لگا تالیاں بجا کر گانے۔ "سنگر کیں چھڑ کا کیں نہ رکھیں بنا یرا آئے گا" سب ہنسی کے مارے مرے جا رہے تھے خصوصاً اس وقت سب ہنستے ہنستے گر پڑے جب نبیل کی آپا نے ایک دم آکر عرفان کو ناچتے دیکھا اور پھر جھینپ سے باہر ہٹ گئی۔ وہ غریب یہ خبر دینے آئی تھی کہ رفیعہ بی بی کے یہاں سے آدمی آیا ہے۔

نبیل نے جا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ عرفان اور جمال کو طلب کیا گیا ہے پرچہ رفیعہ کے والد کی طرف سے۔ اس پر صرف اسی قدر لکھا ہوا تھا کہ۔

"عزیزان عرفان و جمال تسلیم۔

آپ کے ایک نام نہاد عزیز شرف کو بیس روز کے چھوٹے ہوں اندازاً

وقت تک پولیس کے سپرد نہیں کرتا جب تک آپ لوگ آ نہ جائیں اگر اس بدمعاش کے ضامن آپ لوگ ہوں تو میں اب بھی چھوڑنے کو تیار ہوں ورنہ یہ ہے تو اس قابل کہ جیل میں سڑوایا جائے۔"

"فصل الرحمٰن"

عرفان اور جمال فوراً موٹر پر ادھر روانہ ہو گئے اور دوسرے دن جب جمال اور نجمہ کا عقد تھا۔ شرف بھی محفل میں نظر آئے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ جیل سے بچ گئے ہیں رضیہ نے ہنس ہنس کر سب کو قصہ سنایا کہ بیچارے عشق سے مجبور ہو کر باغ کی دیوار پھاند کر گھر میں آ گئے تھے اور اس کے نہایت خوفناک کتے نے ان کی خوب خبر لی یہاں تک کہ والد نے ان کو پکڑ لیا اور پھر جمال بھائی کے کہنے سے چھوڑا۔ نجمہ بھی آج بیچ بیچ کی ہنسی کے ساتھ یہ قصہ دلھن بنی ہوئی سن رہی تھی جو شہنائی رکھوا دی تھی اس کے نغمے فضا میں گونج رہے تھے۔

ختم شد